مولانا آزاد کی

غبارِ خاطر

اور اس کا

شعری سرمایہ

مصنف

(ڈاکٹر) عبید اقبال عاصم

مولانا آزاد کی

غبارِ خاطر

اور اس کا

شعری سرمایہ

مصنف

(ڈاکٹر) عبید اقبال عاصم

فروری ۲۰۱۳ء

یہ کتاب قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے مالی تعاون سے شائع کی گئی۔

نام کتاب	:	مولانا آزاد کی غبار خاطر اور اس کا شعری سرمایہ
طبع اول	:	فروری ۲۰۱۳ء
تعداد	:	۵۰۰
صفحات	:	۲۳۲
کمپوزنگ	:	کریسینٹ کمپیوٹرس، دیوبند
مطبع	:	بی، کے، آفسیٹ پرنٹرس، دیوبند
باہتمام	:	عبید عاصم عثمانی، نزد مسجد ابراہیم، وادیٔ اسماعیل دوہرّہ مافی علیگڑھ

برائے رابطہ

Mobile: +91 9358318995

E-Mail: ubaid.asim1@yahoo.com

ملنے کے پتے

☆ حافظی بکڈپو، سفید مسجد، دیوبند

☆ بیت الحکمت، نزد مسجد چھتہ، دیوبند

☆ مکتبہ اسلام، نزد مسجد رحمت سر سید نگر، علیگڑھ

بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

غبارِ خاطر

کے

بے نام مکتوب الیہ

صدر الافاضل نواب صدر یار جنگ

مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی مرحوم

کے نام

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

فہرست عنوانات

مقدمہ

پروفیسر ریاض الرحمٰن شیروانی
سابق صدر شعبۂ عربی کشمیر یونیورسٹی سرینگر

مولانا ابوالکلام آزاد کی اہم تصانیف صرف تین ہیں اور تینوں کے موضوعات مختلف ہیں۔ یہ لکھی بھی عمر کے مختلف ادوار میں گئی ہیں۔ تذکرہ، جو دراصل بعض صاحب عزم و حوصلہ، حق پسند وصداقت شعار بزرگوں کی داستان حیات ہے، مولانا نے تیس سال کی عمر میں لکھا تھا اور ناشر کے اصرار پر آخر میں چند صفحے اپنے حالاتِ زندگی کے بڑھا دیئے تھے اوران میں بھی بیشتر ایمائی انداز اختیار کیا تھا۔ تذکرہ کو مولانا کی خودنوشت غلط طور پر سمجھا اور کہا جاتا ہے۔ ترجمان القرآن جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، قرآن مجید کی تفسیر ہے جو مولانا آزاد کے برسوں کے اشتغال مطالعۂ قرآن کا نتیجہ ہے اور لکھی بھی وقفوں کے ساتھ گئی ہے۔ پھر بھی نامکمل رہی رہے، صرف سورہ نور (سیپارہ ۱۸) تک کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ بیسویں صدی عیسوی کی چوتھی دہائی کے اوائل میں شائع ہوئی جب مولانا کی عمر ۴۰، ۴۵ سال کے درمیان تھی۔ اس غبار خاطر کے خطوط دراصل ۱۰ راگست ۱۹۴۲ء اور ۱۶ ر ستمبر ۱۹۴۳ء کے درمیان لکھے گئے ہیں اور تعداد میں بیس ہیں اگر چہ تین خطوط اس کے بعد ایک خط اس سے پہلے کا بھی کتاب میں شامل کردیئے گئے ہیں کیونکہ سلسلۂ بیان مکمل کرنے کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔ اس وقت مولانا کی عمر ۵۰ ربرس سے متجاوز ہوگئی تھی یا خود بقول ان کے وہ پچاس کے رانگ سائڈ (Wrong Side) میں داخل ہو گئے تھے۔ تذکرہ کو ہم داستانِ حق وصداقت کہہ سکتے ہیں، ترجمان القرآن دنیا کی سب سے زیادہ عظیم کتاب کے بارے میں مولانا کے فہم کو آشکار کرتی ہے۔ راقم الحروف پہلے بھی عرض کر چکا ہے کہ اس کے نزدیک ترجمان القرآن میں مولانا نے سب سے بڑھ کر قرآن مجید کی آفاقیت کو اجاگر کیا ہے۔ سورۂ

فاتحہ، جسے مولانا ام الکتاب کہتے ہیں، میں ''رب العالمین'' کی تفسیر اس طرف واضح اشارہ کرتی ہے۔ غبار خاطر کیا ہے اس سے متعلق مختلف اہل قلم کی آراء میں اختلاف ہے۔ یہ خطوط ہیں، انشائیے ہیں، خود کلامی ہے یا اظہار ذات ہے۔ بہر حال راقم الحروف کی رائے میں جس طرح تذکرہ کو عام خود نوشتوں کے زمرے میں داخل کر کے اس کا جائزہ لینا مناسب نہیں ہے اسی طرح غبار خاطر کو دیگر مجموعہ ہائے خطوط میں شامل کر کے اس پر اظہار خیال کرنا بھی درست نہیں ہے۔

تین کتابوں کا مصنف اتنا بڑا ادیب کیسے ہو گیا کہ درجنوں کتابیں تصنیف کرنے والوں کے مقابلے میں اس کی فکر اور اس کے فن پر کہیں زیادہ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے اور طرح طرح سے ان کتابوں پر گفتگو کی جا رہی ہے یہ اللہ کی دین ہے، وہ جسے چاہے اور جو کچھ چاہے عطا کر سکتا ہے۔ اس پر کسی کو مارائے دم زدن نہیں۔ کہنا یہ مقصود ہے کہ زیر نظر تصنیف میں ڈاکٹر عبید اقبال عاصم نے غبار خاطر پر ایک بالکل نئے انداز میں روشنی ڈالی ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ مولانا آزاد نے غبار خاطر کے بعض خطوط کے عنوانات رقم فرمادئے تھے، مثلاً داستان بے ستون وکوہ کن، حکایت بادہ وتریاک، حکایت زاغ وبلبل اور چڑے چڑیا کی کہانی۔ عبید اقبال عاصم صاحب نے باقی خطوط کے عنوانات بھی تجویز کر دیئے ہیں، مثلاً مشاغل اسیری، بچپن سے پچپن تک، لیس کمثلہ شئی، مفارقت یار، دعوت فکر وعمل وغیرہ۔ یہ عنوانات انہوں نے متن کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد تجویز کئے ہیں۔

انہوں نے ان اشعار پر خاص توجہ مبذول کی ہے جو مولانا آزاد نے غبار خاطر میں درج کئے ہیں۔ یہ اشعار تین زبانوں، اردو، فارسی اور عربی کے ہیں۔ زیر نظر تصنیف میں فارسی اور عربی اشعار کے معنی بھی تجویز کر دیئے گئے ہیں۔

کتاب کا اسلوب یہ ہے کہ فاضل مصنف نے پہلے ہر خط کا پس منظر کچھ اپنے اور کچھ مولانا کے الفاظ میں بیان کیا ہے اور پھر اس کا خلاصہ بیان کر دیا ہے، اس کے بعد اشعار کی نشاندہی کر دی ہے، یہ بھی بتا دیا ہے کہ کس شعر کا مولانا نے صرف ایک مصرع ہی درج کیا تھا، غبار خاطر کے ساہتیہ اکیڈمی ایڈیشن کے مرتب مالک رام صاحب نے اس کا دوسرا

مصرع لکھ کر اسے مکمل کر دیا۔

فاضل مصنف نے جگہ جگہ مولانا آزاد کے خطوط سے مترشح ان کے مشاغل، لائحۂ عمل اور افتادِ طبع پر اظہار خیال کیا ہے۔ مثلاً غبار خاطر میں شامل پانچواں خط داستانِ بے ستون و کوہ کن) جو قلعہ احمد نگر سے لکھا ہوا پہلا خط ہے اور جس میں مولانا نے ۸/اگست ۱۹۴۲ء کو شب میں بمبئی میں اپنی گرفتاری اور وہاں سے قلعہ احمد نگر لائے جانے کی روداد لکھی ہے، اس کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولانا کی حساس طبیعت کو اس بے خوابی سے جس قدر کدورت اور تکلیف ہوئی ہوگی اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے آرام واستراحت کے اوقات متعین ہوتے ہیں اور جو وقت کی پیائش ساعتوں سے ناپ کر ایک ایک ساعت کو قیمتی بنانے کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ اس سے قبل والے خط میں مولانا نے جس انفلوئنزا کی شکایت کی تھی وہ اس میں بھی بدستور موجود ہے۔ لیکن مولانا اپنی قلمی جولانیوں سے اس تکلیف کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ قاری الفاظ کی بھول بھلیوں اور برمحل اشعار کی داد دہی میں مصروف ہو کر اس تکلیف کا احساس ہی نہ کرنے پائے جو قید و بند کے ایام میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ ہر دور میں روا رکھی جاتی ہیں۔''

ایک طرف مولانا آزاد نے ان خطوط میں سائنس، فلسفہ اور مذہب کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے یا وجود باری تعالیٰ پر دلائل و براہین پیش کئے ہیں تو دوسری طرف بعض تاریخی واقعات پر روشنی ڈالی ہے تو تیسری طرف اپنے چائے کے ذوق لطیف پر اس طرح روشنی ڈالی ہے کہ چائے جنت کی ''شراباً طھورا'' بن جاتی ہے اور موسیقی سے اپنے اشتغال کا ذکر بہت والہانہ انداز میں کیا ہے چند خطوط ایسے بھی ہیں جو بظاہر ہلکے پھلکے محسوس ہوتے ہیں مگر ان میں بھی مولانا کی فلسفیانہ فکر بخوبی عیاں ہوتی ہے۔ مثلاً حکایت زاغ و بلبل یا چڑے چڑیا کی کہانی۔ ان سب خطوط کا پس منظر بیان کرنے کے بعد مولانا کے افکار سے بحث کرنا آسان نہیں ہے لیکن فاضل مصنف اس ہفت خواں سے بڑی حد تک کامران و سرفراز نکلے ہیں، مثال کے طور پر مولانا کا کہنا ہے کہ فلسفہ شک کا دروازہ کھول دیتا ہے،

سائنس ثبوت دیتا ہے لیکن عقیدہ نہیں دیتا، مذہب عقیدہ فراہم کرتا ہے اگر چہ ثبوت نہیں مہیا کرتا۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں ''زندگی بسر کرنے کے لئے صرف ثابت شدہ حقیقتوں ہی کی ضرورت نہیں ہے، عقیدے کی بھی ضرورت ہے۔ ہم صرف انھیں باتوں پر قناعت نہیں کرسکتے جنہیں ثابت کرسکتے ہیں اور اس لئے مان لیتے ہیں.......... ہمیں کچھ باتیں ایسی بھی چاہئیں جنہیں ثابت نہیں کرسکتے لیکن مان لینا پڑتا ہے۔'' اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے مصنف نے مولانا کی کشادہ ذہنی، مطالعے کی وسعت، علوم دینیہ سے بھرپور واقفیت کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے'' مولانا مذہب، خصوصا مذہب اسلام کی حقانیت کے قائل تھے..... لیکن وہ اس بات کے خواہش مند تھے کہ مذہب پر چلنے والے عام انسانوں کو، بالخصوص تعلیم یافتہ طبقے کو پوری طرح ان حقائق کا مشاہدہ کرنا چاہئے جن کی بنیادوں پر عالم انسانیت کے لئے مذہب فائدہ رساں ہوسکتا ہے۔'' اسی نہج پر مصنف نے مولانا کے اس نوعیت کے دوسرے خطوط کا جائزہ لیا ہے اور اظہار خیال کیا ہے۔ دراصل مولانا آزاد کو قدرت نے جو ذہانت وفطانت عطا فرمائی تھی، وہ علم وفضل کے جس درجے پر پہنچے ہوئے تھے، ان کی فکر جتنی عمیق اور ان کا مشاہدہ جتنا وسیع تھا اس تک رسائی ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ جو جتنا سمجھ لے اور اخذ کرلے اتنا ہی غنیمت بلکہ لائق تعریف ہے۔

جیسا کہ عرض کیا کہ غبار خاطر کے ان ۲۲ خطوط میں جو قلعہ احمد نگر میں لکھے گئے موضوعات کا تنوع حیران کن ہے۔ ہر قاری ان میں سے اپنے ذوق کے خطوط چن لے سکتا ہے اور ان سے لطف اندوز بھی ہوسکتا ہے اور بصیرت بھی حاصل کرسکتا ہے۔ قلعہ احمد نگر سے لکھا ہوا پندرہواں خط (کتاب میں اس کا نمبر ۱۹ ہے) جسے مولانا نے ''چڑیا چڑے کی کہانی'' سے منسوب کیا ہے ایسا خط ہے جس میں کئی لحاظ سے فکر ومعانی کی دنیا پوشیدہ ہے۔ آثار ابوالکلام آزاد میں قاضی عبدالغفار نے بھی اسے بہت اہمیت دی ہے بلکہ اس کا مقابلہ علامہ اقبال کے فلسفۂ خودی سے کیا ہے۔ اس خط میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ چڑیا کا بچہ اپنے پروں میں آہستہ آہستہ طاقت پرواز کس طرح محسوس کرتا ہے اور پھر اس کی خودی کس طرح بیدار ہوتی ہے۔ دو چڑوں کی مثال بنا کر ملا اور صوفی کا فرق بھی واضح کیا گیا ہے جو دلچسپ

بھی ہے اور معنی خیز بھی۔ پھر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انسان تو پھر انسان ہیں، پرندوں تک کو اپنے سے کس طرح مانوس کیا جا سکتا ہے، ڈاکٹر عبید اقبال عاصم نے اس خط کا جائزہ لیتے ہوئے ان سب امور کا احاطہ تو نہیں کیا ہے لیکن یہ بہر حال لکھا ہے کہ ''مولانا کا دس صفحات پر یہ خط اپنے موضوعات کے اعتبار سے انتہائی بیش قیمت، اور نفیس مضمون کے اعتبار سے بہت زیادہ دلچسپ اور معلوماتی ہے۔'' اس سے اگلا خط اس سے مربوط ہے اور اس طرح بات دو خطوں میں مکمل ہوتی ہے۔ اس خط کا جائزہ لیتے ہوئے مصنف نے بھی بات کو آگے بڑھایا ہے اور لکھا ہے۔ جس طریقے پر انسانوں میں اچھے، برے معزز و غیر معزز، دبنگ و کمزور، ظالم و مظلوم ہوتے ہیں اسی طرح چڑیوں میں بھی یہ طریق پائی جاتی ہے۔''

مولانا آزاد نے اپنی بیگم کی وفات کے بعد جو خط لکھا ہے وہ بہت دل دوز اور متاثر کن ہے دراصل یہ خط لکھنے کے بعد ان کا جوش طبع رک گیا اور خطوط نویسی کا یہ سلسلہ آہستہ آہستہ اختتام کو پہنچنے لگا۔ مولانا نے اس خط میں یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ بیگم صاحبہ کی شدید و خطرناک علالت کی اطلاع کے بعد ان کا صبر و ضبط محض نمائشی رہ گیا تھا ورنہ اندر سے وہ بالکل ڈھے گئے تھے۔ اس طرح کا اعتراف ان کی فطرت کے خلاف ہے اور اس موقع کے علاوہ شاید ہی انہوں نے کبھی کیا ہو۔ اس بارے میں مصنف کے الفاظ میں وہ بات نہیں آسکی ہے جو اس خط کی روح ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی واقعہ ہے کہ حکومت برطانیہ مولانا کو پیرول پر رہا کرنے کے لئے اس شرط پر تیار تھی کہ وہ اس سے لکھ کر درخواست کریں۔ ان کے جیل خانے کے بعض رفقاء خصوصاً جواہر لال نہرو جو مولانا کو سب سے عزیز تھے، نے انہیں اس پر آمادہ بھی کرنا چاہا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئے تاہم یہ اس خط کا موضوع نہیں ہے۔

غبار خاطر کا آخری خط، جو شاید سب سے طویل خط بھی ہے مولانا کے ذوق موسیقی سے متعلق ہے۔ یہ ان کے حسن انشا کا اعلیٰ نمونہ بھی ہے۔ حسن انشاء کے اعلیٰ نمونے غبار خاطر کے بعض اور خطوط میں بھی جا بجا بکھرے ہوئے ہیں مثلاً وہ پہلا خط جس میں انہوں نے ممبئی میں گرفتار کئے جانے کے بعد کار کے مکان سے باہر نکلنے کی منظر کشی کی ہے یا قلعہ احمد نگر میں قیدیوں کی مشقت (اور اس میں سب سے زیادہ حصہ جواہر لال نہرو کا تھا) سے

اگے ہوئے پودوں میں رنگ برنگے پھولوں کی بہار آفرینی کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس آخری خط میں ستار سے اپنے اشتغال اور تاج محل، آگرہ میں بیٹھ کر ستار بجانے کا تاثر جس انداز میں بیان کیا ہے اردو ادب اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ فاضل مصنف نے مولانا کی انشاپردازی سے تو سروکار نہیں رکھا ہے لیکن مولانا نے فن موسیقی کی جو تاریخ بیان کی ہے اور ہندوستانی موسیقی پر مسلمانوں کے اثرات کا جو ذکر کیا ہے انہیں ضرور موضوع بحث بنایا ہے آخر تک پہنچے پہنچتے وہ موسیقی کی شرعی حیثیت کی طرف راغب ہو گئے ہیں اور اس بارے میں مولانا آزاد کا یہ جملہ نقل کیا ہے: ''فقہاء نے سدِ وسائل کے خیال سے اس بارے میں تشدد کیا اور یہ تشدد بھی باب قضا تھا، نہ کہ باب تشریع سے۔'' اس پر مصنف کا مخاصمہ ہے کہ مولانا کی اس رائے میں اختلاف کی گنجائش ہے لیکن ساتھ ہی یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ ''اس سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے لیکن فن نغمہ و موسیقی کی معلومات کو اتنی شرح و بسط کے ساتھ یکجا فراہم کرنے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔'' اور یہی اس کتاب کا ختم الکلام ہے۔ کاش ڈاکٹر عاصم نے مولانا آزاد کے حسن بیانی اور خوبی انشا پر بھی کسی قدر کھل کر گفتگو کی ہوتی۔ مجموعی طور پر غبار خاطر کے تعلق سے یہ ایک انوکھی، دلچسپ اور لائق تعریف کوشش ہے، امید ہے کہ ادب دوستوں میں مقبول ہوگی۔

پروفیسر ریاض الرحمٰن شیروانی
حبیب منزل، میرس روڈ، علیگڑھ

تقریظ

پدم شری پروفیسر حکیم سید ظل الرحمٰن
سابق ڈین فیکلٹی آف یونانی میڈیسن، اے ایم یو، علی گڑھ

مولانا ابوالکلام آزاد (وفات ۲۲؍فروری ۱۹۵۸ء) ہماری قومی وملکی تاریخ کے عظیم رہنما ہیں تحریک آزادی ہند کا کوئی گوشہ ان کی شخصیت کی تابناکی سے خالی نہیں ہے۔ انہوں نے جدوجہد آزادی میں جو قائدانہ کردار ادا کیا ہے اور ملک کے سیاسی نقشہ میں جو رنگ ان کی کوششوں سے بھرا گیا ہے۔ وہ بہت کچھ لکھے جانے کے باوجود ادھورا نظر آتا ہے۔

مولانا کی متنوع اور تہ دار شخصیت کی پرتیں کھولنے کے لئے گزشتہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر پھیلے ہوئے سیاسی وتہذیبی اور دینی وعلمی منظرنامہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ وہ اگرایک طرف تحریک حریت واستقلال کی قیادت کرتے نظر آتے ہیں، تو دوسری طرف ملک کے نئے تعلیمی نظام کو منظم کرنے میں ان کے ذہن وتجربہ کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ ایک طرف اگر وہ شعلہ بیان مقرر اور خطیب ہیں تو دوسری طرف مخصوص طرز تحریر اور انشا پردازی کے باعث ایک منفرد اسلوب ان سے منسوب ہے۔ مصنف کی حیثیت سے جس قدر شہرت اور مقبولیت ان کے حصہ میں آئی ہے، اسی قدر میدان صحافت میں انہوں نے اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں اعلیٰ درجہ کی نگارشات اور اردو زبان وادب میں لازوال نقوش کے ساتھ دینی ومذہبی موضوعات پر ان کی تحریریں جاوداں اور چشم کشا ہیں۔ ایک عالم دین اور مفسر قرآن کی حیثیت سے ان کے علو مرتبہ کا دینی حلقوں کی طرف سے اعتراف کیا گیا ہے اور ان کی قرآنی تعبیرات وتفہیمات کو حوالہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

مولانا کے بہترین ادبی نمونوں میں وہ ۲۴ مکاتیب بھی شامل ہیں، جو ۱۹۴۵ء کے تین خطوط کے استثنیٰ کے ساتھ احمد نگر جیل میں نظر بندی کے زمانہ میں ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۳ء کے

درمیان تحریر کیے گئے ہیں۔ان خطوں کے مخاطب صدر یار جنگ، نواب حبیب الرحمٰن خان شیروانی ہیں۔ان میں انہوں نے اپنی عمر سے تیس برس بڑے بزرگ کو''صدیق مکرم'' سے خطاب کیا ہے۔صدر یار جنگ دراصل مولانا آزاد کے مربی مولانا شبلی کے صدیق تھے۔ ۱۹۵۲ء میں جب میرے بڑے ماموں قاضی حلیم الدین صاحب کراچی تشریف لے گئے تھے تو مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی ایک فوٹو جس میں مولانا شبلی اور مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی کرسیوں پر تشریف فرما ہیں اور سید صاحب اور مولانا آزاد پشت پر ہیں، دکھاتے ہوئے کہا تھا''بحمد اللہ سید سلیمان آج بھی اپنے مقام و مرتبہ کو پہچانتا ہے۔''۔

غبارِ خاطر کا شمار اردو ادب کے بہترین شہ پاروں میں ہے،اس کی زبان اتنی دلکش اور اسلوب اتنا دل آویز ہے کہ اسے پڑھتے ہوئے ایک محویت طاری ہوتی ہے، سرشاری کی ایسی کیفیت جو خمار بادہ شب اور صہبائے کہن کی سرمستی سے کم نہیں۔اس کے ادبی پہلوؤں کا بہت لوگوں نے جائزہ لیا ہے۔مولانا کے فکروفن اور شخصیت پر جو بکثرت کتابیں لکھی گئیں ہیں،ان سب میں کسی نہ کسی طور پر اس کے تعلق سے اظہار خیال کیا گیا ہے۔اس سلسلہ میں سب سے بڑا اور اہم کام مالک رام نے انجام دیا ہے۔ان کے مرتبہ نسخہ میں بیش قدر حواشی، ان کی عالمانہ بصیرت اور وسعت مطالعہ کا اظہار ہے۔انہوں نے مولانا کے پیش کردہ اشعار کی تخریج بھی کی ہے۔

مولانا آزاد کو فارسی اور اردو اشعار کا اعلیٰ درجہ کا ذوق تھا۔مضامین کی آراستگی اور زیبائی کے لئے انہوں نے سینکڑوں (جن میں عربی کے کم وبیش ۳۰ ر اشعار اور ایک رباعی کو چھوڑ کر) باقی فارسی اور اردو شعر نقل کئے ہیں۔مالک رام نے محنت اور مطالعہ کے بعد ان اشعار کے ماخذ تلاش کرنے کی سعی کی ہے۔اس کے لئے انہوں نے شعراء کے بکثرت تذکروں اور دواوین کو کھنگالا ہے۔کوشش بسیار کے باوجود کچھ اشعار کے حوالے پیش کرنے سے وہ بھی قاصر رہے،اور اس کمی کی تکمیل کی حسرت لئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اشعار کی حد تک عربی و فارسی کے اشعار کا ترجمہ نہ ہونے سے جس کمی کا احساس ہوتا تھا اس کمی کو دور کرنے کا بیڑا علیگڑھ کے ایک نوجوان فاضل عبید اقبال عاصم نے اٹھایا اور

غبار خاطر میں مذکور اشعار کی اصل تلاش کرنے پر اپنی کوششوں کو مذکور رکھا۔ جو ان کی زبان دانی، ذوق نظر اور ذوق مطالعہ کی آئینہ دار ہے۔ اس ترجمہ کے ذریعہ اردو خواں طبقہ کو اشعار کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملے گا اور وہ زیادہ دلچسپی سے اس کا مطالعہ کر سکیں گے۔

عبید اقبال عاصم نے اپنی اس کتاب ''غبار خاطر اور اس کا شعری سرمایہ'' میں مضامین کی مناسبت سے خطوط کے عنوانات بھی قائم کئے ہیں۔ اور خطوط کی تلخیص پیش کرنے کا بھی اہتمام کیا ہے۔ ان کا ایک ایک مفید کام عربی وفارسی اشعار کا اردو ترجمہ ہے۔

عبید اقبال عاصم شروع سے ادبی ذوق کے ساتھ دینی معلومات اور ملی وفلاحی امور سے بھی شغف رکھتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں دار العلوم دیوبند سے فراغت کے بعد سماجی کاموں میں مشغول ہو کر انہوں نے دیوبند میں ادارہ خدمت خلق کے ذریعہ مخلوقِ خدا کو فیض پہونچانے کا کام کیا۔ ۱۹۹۰ میں وہ علیگڑھ پہونچے اور عربی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی اعلیٰ اسناد حاصل کیں۔ ''مولانا ظفر عثمانی حیات وخدمات'' ان کے تحقیقی مقالہ کا موضوع تھا۔ یہ کتابی شکل میں ۲۰۰۹ میں شائع ہوا ہے۔ ''اجتماعی نظام زکوٰۃ'' اور سچر کمیٹی رپورٹ پر ''انصاف کی دستک'' ان کی دو اور کتابیں ہیں یوپی رابطہ کمیٹی، علیگڑھ زکوٰۃ فنڈ اور آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت نئی دہلی سے بھی ان کا تعلق ہے۔

امید ہے کہ وقت کے ساتھ ان کی ادبی وفلاحی سرگرمیوں میں اضافہ ہوگا اور ملت کی خیر خواہی کے دوسرے کام ان سے انجام پائیں گے۔

پروفیسر حکیم سید ظل الرحمٰن

صدر ابن سینا اکاڈمی

تجارہ ہاؤس، دودھ پور، علیگڑھ

یکم رنومبر ۲۰۱۲ء

پیش لفظ

پروفیسر ابوالکلام قاسمی صاحب

سابق صدر شعبہ اردو و ڈین فیکلٹی آف آرٹس، اے ایم یو، علیگڑھ

ڈاکٹر عبید اقبال عاصم بنیادی طور پر شرقیات اور علوم شرعیہ کے عالم ہیں مگر ایسا لگتا ہے کہ ادبی اور تخلیقی ذوق ان کو فطرت کی طرف سے ودیعت ہوا ہے۔ اس کا ثبوت ان کا ذوق سلیم اور شعر و ادب سے ان کی گہری دلچسپی ہے۔ انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے اسلوب بیان اور ان کے شعری انتخاب کی داد اس طرح دینے کا ارادہ کیا ہے کہ مولانا کے انشائیہ نما مکاتیب کے مجموعہ "غبار خاطر" میں پیش کردہ برمحل اور برجستہ اشعار کے مضمرات کو عام لوگوں پر منکشف کردیا جائے۔

مولانا ابوالکلام آزاد صرف ایک عالم بے بدل یا محض ایک سیاسی مدبر ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے اپنے اسلوب نثر اور انداز بیان کو ایک منفرد دبستان نثر کی صورت میں تبدیل کردیا تھا۔ سہل عام فہم، تراکیب سے مبرا اور مقفیٰ اسلوب نگارش کو اردو کے نمائندہ نثری اسالیب میں ڈھالنے کی مثالیں تو متعدد ملتی ہیں مگر مولانا آزاد کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے عربی اور فارسی کے الفاظ و تراکیب اور اپنی دقیقہ سنجی کو عام فہم نہ ہونے کے باوجود دل نشیں انداز نثر اور اسلوب کی صورت میں تبدیل کردیا ہے۔ اسے ہم خواہ انانیتی اسلوب کا نام دیں یا عالمانہ انداز نثر کا، مگر اردو نثر کی تاریخ میں اس کی انفرادیت اور امتیاز بہتر صورت تسلیم شدہ ہے۔ ڈاکٹر عبید اقبال عاصم نے "غبار خاطر" کے ہر مکتوب میں شامل اشعار کا پس منظر تیار کرنے کے لئے پہلے اپنی تمہید سے اس خط کا سیاق و سباق متعین کیا ہے۔ جس میں بجا طور پر انہوں نے مولانا آزاد کے انداز نگارش اور اسلوب بیان کے اجزائے ترکیبی کی نشان دہی کردی ہے۔ تاہم زیر نظر کتاب کے لکھے جانے کا اصل مدعا و موجب مولانا آزاد کے انتخاب اشعار کی داد دینا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر عاصم نے جس طرح مولانا آزاد کے پیش کردہ عربی،

فارسی اور اردو اشعار کی وضاحت کی ہے وہ نہ صرف یہ کہ ان اشعار کے محل وقوع کا جواز فراہم کرتی ہے بلکہ مولانا آزاد کے شعری ذوق کی تائید بھی کرتی ہے۔

شاید اس وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ مولانا آزاد خود بھی شاعر تھے مگر ان کی عالمانہ اور صحافیانہ مصروفیات کی بالادستی نے شاعر آزاد کو نمایاں ہونے کا موقع نہیں دیا۔ مگر ان کی جو نظمیں اور غزلیں لوگوں کے سامنے آسکیں، ان سے ان کی قدرت کلام کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور مشرق کی شعری روایت سے ان کی گہری دلچسپی کا بھی۔

جہاں تک ''غبار خاطر'' میں موضوع اور مدعا کے تاثر میں اضافہ کی غرض سے، اشعار کے انتخاب کا سوال ہے تو اس میدان میں بھی مولانا یکتا و منفرد نظر آتے ہیں۔ کبھی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اشعار کی مدد سے اپنے مدعا اور بیان کے تاثر میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور کبھی ایسا بھی لگتا ہے، گویا بعض اشعار کے مضمرات ہی ان کے نثری بیانیہ کے محرک اور موجب بنے ہیں۔ اس طرح نثر اور شعر دونوں ایک دوسرے کے لازم وملزوم بن گئے ہیں۔ ڈاکٹر عبید اقبال عاصم چوں کہ عربی کے ساتھ فارسی سے بھی 'کماحقہٗ' واقفیت رکھتے ہیں اور اچھے تو اچھے مشکل اشعار تک کی معانی و مفاہیم تک رسائی حاصل کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اس لئے یہ کام انہیں کا حصہ تھا کہ وہ اس کارنامہ کو انجام دیں۔

''غبار خاطر'' میں عربی قصائد اور فارسی اور اردو غزلیات سے جو نمائندہ اشعار اخذ کئے گئے ہیں وہ مولانا آزاد کے دائرۂ مطالعہ کا بھی احساس دلاتے ہیں اور اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے ہے کہ ڈاکٹر عبید اقبال عاصم نے صحیح معنوں میں شعر فہمی کا حق ادا کیا ہے۔ جیسا کہ کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ انہوں نے مختلف خطوط پر تمہیدی تحریروں میں مولانا کے مزاج، افتادِ طبع اور حسی وجذباتی ترجیحات کی نشاندہی کرنے کی بھی کامیاب کوشش کی ہے۔ مولانا کا تحریر کردہ ۱۹۴۲ء کا وہ خط جو زمانی اعتبار سے غبار خاطر کا پہلا خط قرار پاتا ہے، اس میں گرفتاری کے وقت سگریٹ نوشی کی بلاخیز عادت کے باوجود سگریٹ کے پیکٹ جیل کے حکام کے حوالے کر دینا اور قید کی طویل مدت میں پوری طرح اس عادت سے تائب ہی نہیں رہنا بلکہ اپنی قوت ارادی کے باعث اس طلب کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دینا، کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اس خط سے متعلق تمہید میں بجا طور پر مولانا کی قوت ارادی اور آہنی عزم کی داد دی گئی ہے۔

ڈاکٹر عاصم نے مولانا کی وقت کی پابندی اور نظام الاوقات کے لحاظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جس طرح مولانا کی مزاج شناسی کی کوشش کی ہے اس کا اندازہ اس مختصر اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے:

''مولانا کی حساس طبیعت کو اس بے خوابی سے جس قدر کدورت ہوئی ہوگی اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے آرام واستراحت کے اوقات متعین ہوتے ہیں، اور جو وقت کی پیمائش ساعتوں سے ناپ کر ایک ایک ساعت کو قیمتی بنانے کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔''

مولانا آزاد کا ایک امتیاز ان کے شعروں کا انتخاب بھی ہے۔ غالب نے جو بات کہی تھی کہ ع شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے، تو مولانا آزاد کو شعروں کے انتخاب نے رسوا تو نہیں مگر غیر معمولی طور پر انہیں باذوق اور طباع ضرور ثابت کیا ہے۔ اردو کے تمام شعرا میں ان کی نظر انتخاب عام طور پر مرزا غالب کے کلام پر پڑتی ہے۔ خواہ مرزا غالب کی اردو شاعری ہو یا فارسی شاعری، مولانا آزاد نے کثرت سے اس کی مثالیں دی ہیں۔ مثال کے طور پر مرزا کا ایک مشہور فارسی شعر ہے:

درازئ شب وبیدارئ من، ایں ہمہ نیست
زبخت من خبر آرید تا کجا خفتہ است

ڈاکٹر عبید اقبال عاصم نے بہت عمدہ طریقے پر اس شعر کی تشریح اور تحسین کی ہے اور بتایا ہے کہ مولانا مرزا غالب کی زبان میں دن کی درازی اور اپنی بیداری سے شاکی نہیں اگر انہیں فکر لاحق ہے تو اپنی سوئی ہوئی قسمت کی ہے جو بیدار ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔

ان معروضات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر عبید اقبال عاصم سے مولانا آزاد کی شخصیت اور انداز نگارش کے ساتھ انتخاب اشعار کی بامعنی تفہیم و تحسین کا حق بھی ادا کیا ہے اور ہر خط اور ہر شعر کے لئے مناسب ترین سیاق وسباق بھی فراہم کرنے کی کوشش کی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بہ نظر تحسین دیکھی جائے گی اور اس سے آزاد فہمی کا ایک نیا باب وا ہوگا۔

ابوالکلام قاسمی۔ شعبۂ اردو علیگڑھ

حرفِ اعتراف

ڈاکٹر تابش مہدی

نائب مدیر، ماہنامہ زندگی نو، نئی دہلی

عبید اقبال عاصم عثمانی ایک ایسی شخصیت کا نام ہے، جس میں بہ یک وقت مذہب و سیاست، علم و ادب، انسانیات و معاشرت، علم دوستی و دوست نوازی، ہم دردی و غمگساری غرض کہ انسان اور انسانیت سے تعلق رکھنے والی متعدد خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ کسی ایک ہی شخصیت میں بیک وقت اِن سب کا پایا جانا کم از کم میرے علم کی حد تک، وہ بھی آج کے دور میں آسان نہیں۔ وہ دیوبند کے ایک معزز خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ وہیں پلے بڑھے، ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی، حفظِ قرآن مجید کیا، وہیں کے عالمی شہرت یافتہ ادارے دارالعلوم دیوبند سے اعلیٰ مذہبی تعلیم حاصل کر کے سند فضیلت حاصل کی۔ وہیں رہتے ہوئے انہوں نے عصری تعلیم کی طرف قدم بڑھائے، ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانات پاس کرنے کے بعد علی گڑھ کا رخ کیا۔ وہاں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات سے وابستہ ہو گئے۔ ان کے ذوق و شوقِ علم نے انہیں وہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا، ملازمت کے دوران ہی انہوں نے عربی سے ایم اے کیا، پھر اگلا قدم بڑھا کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر عبید اقبال عاصم عثمانی اپنے عنفوانِ شباب سے ہی تصنیف و صحافت سے جڑے ہوئے ہیں۔ مختلف علمی، ادبی اور سیاسی و معاشرتی موضوعات پر ان کے مضامین اس زمانے میں بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ چوں کہ سیاسیات اور سماجیات سے اُنہیں فطری مناسبت ہے، اس لیے ان کے زیادہ تر مضامین سیاسی اور سماجی نوعیت ہی کے دیکھنے کو ملتے رہے ہیں۔ لیکن تنقید و تحقیق میں بھی ان کا ٹانکا بھڑا رہا ہے۔ اس کی بہترین مثال ان کی وہ تحقیقی

کتاب ہے، جو مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی شخصیت اور ان کے عربی ادبیات اور علمی و فقہی کارناموں سے متعلق کچھ دنوں پہلے شائع ہوئی ہے۔ زیر نظر کتاب ''غبارِ خاطر اور اس کا شعری سرمایہ'' بھی ان کے اس علمی، ادبی اور تحقیقی تلاش و جستجو اور منفرد مزاج و طبیعت کی غمازی کرتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد ہمارے ملک کے ان کے اعاظم رجال میں تھے، جنہیں عبقری کہا جاتا ہے۔ ان کی تصانیف کو علمی دنیا میں اعتبار و استناد کا درجہ حاصل ہے۔ 'غبارِ خاطر' کا شمار ان کی شاہکار تصانیف میں ہوتا ہے۔ یہ ہندوستان اور پاکستان کی متعدد یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے، اس کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کا کام ہو چکا ہے اور اس سے متعلق متعدد کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کی اُس شاہ کار کتاب غبارِ خاطر سے متعلق تحقیقی اور مطالعے کا کام مسلسل ہو رہا ہے اور ان شاءاللہ آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ علماء و محققین اپنے اپنے انداز سے نئے نئے گوشے پیدا کرتے رہیں گے۔ تحقیق و تفحص اور تلاش و دریافت ڈاکٹر عبید اقبال عاصمؔ عثمانی کا بھی مزاج ہے۔ مطالعہ ان کی فطرت ثانیہ ہے۔ وہ جو بھی کتاب پڑھتے ہیں، کھلی آنکھوں سے پڑھتے ہیں۔ انہوں نے بھی غبارِ خاطر کا مطالعہ کیا اور کھلی آنکھوں سے کیا۔ اس کے انداز و اسلوب اور لفظیات کے بھی گرویدہ ہوئے اور اس کی معنویت اور اثر پزیری کو بھی محسوس کیا۔ انہیں سب کے پیشِ نظر انھوں نے اردو شعر و ادب کے شائقین کے سامنے اپنی یہ گراں قدر کاوش پیش کی، جو غبار خاطر اور اس کا شعریہ سرمایہ، کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

'غبارِ خاطر' کوئی موضوعاتی کتاب نہیں، بلکہ یہ ان خطوط کا مجموعہ ہے، جو مولانا آزاد نے احمد نگر کی جیل کی اسیری کے دوران لکھے تھے۔ لیکن ابھی تک قطعیت کے ساتھ یہ بات سامنے نہیں آسکی ہے کہ اِن مکاتیب کا مکتوب الیہ کون تھا اور یہ کس کے نام لکھے گئے۔ بس اندازوں اور قیاسوں ہی کی بنیاد پر بات کی جاتی ہے۔ ناقدین کے درمیان یہ بات بھی موضوع بحث ہے کہ یہ خطوط ہیں یا انشائیے؟ ایک طبقہ ان کے خطوط ہونے پر مصر ہے جبکہ ایک طبقے کا کہنا ہے کہ دراصل یہ انشائیے ہیں، جنہیں آزاد نے خطوط کے انداز میں پیش کیا

ہے۔ حقیقت کچھ بھی ہو یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ 'غبارِ خاطر' ایک ادبی شاہکار ہے۔ کیفیت وتاثر کے اعتبار سے اس کی ایک منفرد شان ہے۔ اس کی اِس حیثیت کو ہر طبقے میں تسلیم کیا گیا ہے۔

'غبارِ خاطر' کو کیف ولذت سے ہم کنار کرنے میں اُن فارسی اشعار کو بڑا دخل ہے، جو مولانا آزاد نے دوران تحریر میں استعمال کیے ہیں۔ بالعموم ناقدین نے غبارِ خاطر کی تعیین قدر کرتے وقت بھی انہیں اشعار کا سہارا لیا ہے۔ ڈاکٹر عبید اقبال عاصم عثمانی نے ان عربی وفارسی اشعار کا نہایت سادہ وسلیس زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے اور حسب ضرورت خطوط کی زمانی ومکانی ترتیب پر بھی گفتگو کی ہے اور جہاں مناسب سمجھا وہاں تسہیل اور تجزیے کا بھی فریضہ انجام دیا ہے۔ اِس عمل نے غبارِ خاطر کی اہمیت وافادیت میں اضافہ کردیا ہے اور اس کی علمی وادبی حیثیت بھی دوچند ہوگئی ہے۔ ان کی یہ کتاب جامعات کے طلبہ اور ریسرچ اسکالروں کے لیے ایک گراں قیمت سرمایہ ہے۔ اس سے ان کی بصارت اور بصیرت دونوں میں اضافہ ہوگا۔

ڈاکٹر عبید اقبال عاصم نے 'غبارِ خاطر کا شعری سرمایہ'' اردو قارئین اور شائقین ادب کے سامنے پیش کر کے اردو زبان وادب کی ایسی خدمت انجام دی ہے، جس کے لیے وہ علمی دنیا میں دیر تک یاد کیے جاتے رہیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کے اِس علمی وادبی کارنامے کی خاطر خواہ پزیرائی ہوگی۔

میں اردو زبان وادب کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے ان کی اِس کتاب کا خیر مقدم کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر تابش مہدی

بیت الراضیہ، جی ۵/اے ابوالفضل انکلیو،

جامعہ نگر، نئی دہلی۔۱۱۰۰۲۵

۲۰۱۳/۲/۷ء

کچھ اپنی بات

عبید اقبال عاصم

''کہاں میں اور کہاں نکہت گل'' کو اگر حقیقت کا لباس پہنایا جائے تو مجھ پر صد فیصد صادق آتا ہے۔ کیونکہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کے ادبی مرقع غبار خاطر پر مجھ جیسے بے ادب کا طبع آزمائی کرنا از راہِ مذاق تو ہوسکتا ہے لیکن اس کو حقیقت کا روپ دینا بے انتہا مشکل ہے۔

مارچ ۲۰۱۲ء کے اوائل میں رفیق مکرم، برادرِ محترم ڈاکٹر تابش مہدی صاحب کا فون آیا کہ ''قیصر گنج (بارہ بنکی) کے ایک سیمینار میں شریک ہونا ہے اور مولانا آزاد کے تعلق سے ایک مضمون ضبط تحریر میں لانا ہے۔ میں نے اس بات کو ''سنی ان سنی'' کردیا۔ دودن بعد پھر یہی اصرار ہوا تو کچھ تحریریں ادھر ادھر سے دیکھ کر ایک مضمون ترتیب دے دیا۔

راقم کو مولانا آزاد سے متعلق ہمیشہ یہ خیال رہا کہ ملک کی آزادی کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے لئے وہ بہت کچھ کرسکتے تھے لیکن نامعلوم کن سیاسی مصالح کی بناء پر وہ خاموشی اختیار کئے رہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ان بہت سی سرکاری مراعات سے محروم رہنا پڑا جو ان کا دستوری، جمہوری و بنیادی حق تھا، ان مراعات سے محرومیوں کی وجہ سے وہ پست سے پست تر ہوتے چلے گئے، اسی بنا پر مولانا کی سیاسی فکر سے کسی بھی طرح کی کوئی عقیدت کبھی نہیں رہی۔ بہر حال سیمینار میں شرکت ہوئی اور حسنِ اتفاق کہ ''زادِ سفر'' کے لئے عزیز دوست ڈاکٹر جمشید ندوی سے ''غبار خاطر'' لے لی۔ حالانکہ کتاب نئی نہیں تھی لیکن نہ جانے کیوں اس دفعہ مطالعہ میں ایک لذت سی محسوس ہوئی اور خیال آیا کہ ان کے سیاسی افکار سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی ادبی و علمی حیثیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، یہ سوچ کر ہی میں نے غبار خاطر پر کچھ کرنے کا ذہن بنالیا۔ سفر کی بات نسیاً منسیا ہوگئی گھر کے

بکھیڑوں میں الجھ کر پھر بھول گیا، ایک دن کتاب جمشید صاحب کو واپس کرنے کے ارادے سے نکالی تو پھر اس خیال کو تازگی ملی اور اللہ کا نام لے کر بلا کسی ترتیب کے کام شروع کردیا، شروع میں ارادہ صرف فارسی عربی اشعار کے ترجمے کا تھا لیکن للک بڑھتی گئی۔ ترجمے کے بعد خطوط کی تلخیص کا خیال ذہن میں آیا اور اسی کے ساتھ ان خطوط پر عناوین لگانے کا بھی۔ جن پر مولانا مرحوم نے عنوانات قائم نہیں کئے تھے۔

شروع میں ارادہ مضمون تک محدود تھا لیکن دوست احباب کے مشورہ پر اسے کتابی شکل میں لانے کا ارادہ ہوا تو کرم فرما، مخلص، علم نواز حضرات سے بغرض اصلاح مسودہ پر نظر ڈالنے کی درخواست کی گئی۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ ان حضرات نے صغر نوازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی حوصلہ افزائی فرمائی جس سے اس کتاب کو منظر عام پر لانے کا جذبہ پیدا ہوا۔

رب ذوالجلال والاکرام کے شکر کے بعد اس سلسلے میں جن حضرات کا شکریہ ادا کرنا، فرمان نبویؐ "**من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ**" کے پیش نظر کرنا ضروری سمجھتا ہوں ان میں سب سے مقدم ذات غبارِ خاطر کے بے نام مکتوب الیہ مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی مرحوم کے خانوادے سے تعلق رکھنے والے پروفیسر ریاض الرحمٰن خاں شیروانی کی ہے جنہوں نے اپنی پیرانہ سالی کی پرواہ کئے بغیر میری کوششوں کو سراہتے ہوئے مقدمہ تحریر کر کے اپنے مخلصانہ احساسات کا تحریری ثبوت فراہم کیا۔

پدم شری پروفیسر حکیم ظل الرحمٰن صاحب اور محترم پروفیسر ابوالکلام قاسمی صاحب نے اپنی مؤقر ترین آراء سے کتاب کے وقار میں اضافہ کیا اور اسے اعتبار بخشا، عزیز دوست ڈاکٹر سراج اجملی صاحب اور ڈاکٹر تابش مہدی نے میری ہیچ مدانی کو نا قابل اعتبار گردانتے ہوئے ادب کے خوشہ چینوں میں شامل کیا۔ جو میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے۔ دارالعلوم وقف کے شیخ الحدیث مولانا سید احمد خضر شاہ اور دائرۂ اجملی الہ آباد سے وابستہ ڈاکٹر سراج اجملی نے اپنی عالمانہ نظر و عارفانہ فکر سے بہت سے مشکل مقامات کو اسان بنانے میں مدد کی ان حضرات کا شکریہ کیسے ادا کروں؟ بس یہ دعا کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

ڈاکٹر شبیر قاسمی، ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی، ڈاکٹر جمشید احمد ندوی، ڈاکٹر عرفان قاسمی میرے ان مخلص دوستوں میں ہیں جن سے بے تکلفی کے ساتھ اپنا کام نکالنا 'حق بزرگی' سمجھتا ہوں، کتاب کے خیال سے لے کر اس کی اشاعت تک کے تمام مراحل ان حضرات کے مشوروں سے ہی انجام پائے۔

اس فہرست میں اگر میں کمپوزنگ کے دشوار ترین مراحل کو آسانیوں سے انجام دینے والے منصر عثمانی، عارف عثمانی اور طباعت کے مراحل میں حافظی بکڈپو دیوبند کے مالک واصف عثمانی اور ان کے بھائی عامر عثمانی کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ ناسپاسی بھی ہوگی اور طوطا چشمی بھی۔ والدین محترمین کی دعاؤں اور اہلیہ (صالحہ ترمذی) و بچوں (عدیلہ، عمر، حلیمہ، احمد) کی نوازشات کے بدولت ہی اس قسم کے کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام حضرات کو اجر جزیل، کتاب کو مقبولیت و شہرت سے نوازے آمین

عبید اقبال عاصم

۲۸/دسمبر ۲۰۱۲ء

غبارِ خاطر اور مالک رام

اردو زبان کے معروف محقق و نقاد مالک رام کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے تھے اس کا پورا پورا حق ادا کرتے تھے۔ اردو کے ساتھ ساتھ اس کی پشتینی زبانوں فارسی و عربی پر بھی مالک صاحب کو پورا عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جب کبھی بھی کسی کتاب کو تحقیقی کام کے لئے منتخب کیا تو اس کے مالہ، و ماعلیہ پر پوری محنت و جانفشانی کے ساتھ کام کیا۔

مولانا آزاد علیہ الرحمہ کی چند خطوط پر مشتمل تصنیف ''غبارِ خاطر'' کی ادبی، انشائی و معلوماتی افادیت و اہمیت کو تسلیم کرنے کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کی مبہم معلومات کو تحقیق و تدقیق کے ملبوسات میں سجانے وسنوارنے کا کام مالک رام صاحب نے بحسن وخوبی انجام دیا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ 'مالک رام کی توضیحات و تشریحات کے بغیر غبار خاطر کا لطف ادھورا ہے' تو بے جا نہیں ہوگا۔

اگر چہ غبار خاطر مولانا آزاد مرحوم کی حیات میں (۱۹۴۶ء) میں محمد اجمل خاں صاحب نے ترتیب دی تھی اور یہ ۱۹۴۶ء میں دہلی سے شائع ہو چکی تھی لیکن اس میں ہوئی کتابت کی بہت سی اغلاط کے باعث مولانا مرحوم اس سے مطمئن نہیں تھے۔ ۱۹۴۷ء میں مولانا کے ایک عقیدت مند لالہ پنڈی داس نے اسے لاہور سے شائع کیا اور اس میں مولانا کے آخری خط (موسیقی سے متعلق) کو بھی شامل اشاعت کیا لیکن اغلاط اس میں بھی بدستور موجود رہیں۔ انہیں دنوں ہندوستان آزاد ہوا اور مولانا کی سیاسی مصروفیات نے اتنی مہلت ہی نہیں دی کہ وہ اس پر اپنی توجہ مبذول کرتے۔

مولانا کے انتقال کے بعد ساہتیہ اکادمی دہلی نے فیصلہ کیا کہ مولانا کی کتابوں کو معیاری انداز سے شائع کیا جائے تو غبارِ خاطر کو از سر نو ترتیب دینے کی خدمت مالک رام صاحب کے سپرد کی گئی۔ مالک صاحب نے اپنے تحقیقی ذوق کے مدنظر اس کو نہ صرف اغلاط

سے پاک کیا بلکہ جہاں کہیں وضاحت ضروری سمجھی اس کی حوالوں کے ساتھ توضیح وتشریح بھی کی اس پر مستزاد یہ کہ غبار خاطر میں قدیم وجدید عربی، فارسی، اردو اشعار اور ان کے کہنے والے شعراء ودواوین کی بھی پوری معلومات فراہم کیں۔ اس کے باوجود بہت سے اشعار کی تحقیق میں انہیں کامیابی نہیں مل سکی جس کا انہوں نے اعتراف بھی کیا۔ مولانا آزاد نے متن غبار خاطر میں بہت سے اشعار ورباعیات کے صرف ایک مصرعہ پر اکتفا کیا تھا۔ مالک رام صاحب نے اس کی تکمیل کا فریضہ بھی انجام دیا چونکہ مولانا آزاد نے یہ خطوط اپنی سیاسی قید و بند کے ایام میں لکھے تھے اس لئے قلم پر جس طرح اشعار یا مصرعے آئے انہوں نے اسی طرح لکھ دیا۔ مالک رام صاحب نے عربی، فارسی، اردو کے ان اشعار اور مصرعوں کی نہایت احتیاط ومحنت وجانفشانی کے ساتھ تحقیق کر کے حواشی میں ان کی تصحیح بھی کی۔ اس طریقہ پر مالک رام صاحب کے حواشی نے نہ صرف مولانا آزاد کی غبارِ خاطر کو اعتبار بخشا بلکہ ناقدین نے مالک رام صاحب کی تحقیقی صلاحیتوں کا لوہا بھی مان لیا۔

مالک رام صاحب نے اس کام کو کتنے عرصہ میں انجام دیا اس کی وضاحت تو نہیں ملتی۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ ساہتیہ اکادمی سے یہ کتاب حواشی کے ساتھ ۱۹۶۷ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی، اس پر مالک رام صاحب نے فروری ۱۹۶۷ء میں مقدمہ لکھا۔ مولانا کے انتقال کے بعد یہ عرصہ نو برس ہوتا ہے۔ اگر مالک رام صاحب نے یہ کام مولانا کی وفات کے دو برس بعد بھی شروع کیا تو کم از کم سات برس انہیں ان حوالوں کی تکمیل اور ضروری وضاحتوں کی توضیح وتشریح میں صرف کرنے پڑے ہوں گے جس سے ان کی علم دوستی اور مولانا آزاد کے تئیں عقیدت ونیازمندی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

مالک رام صاحب نے اپنے مقدمے کی ابتدا ملک کے اس سیاسی پس منظر سے کی ہے جس کے نتیجہ میں مولانا آزاد کو پابند سلاسل ہونا پڑا اور انہوں نے اپنی مشکلات و مصائب کا حل قلم برداشتہ اپنے خطوط لکھنے کی شکل میں نکالا۔ جو دلچسپ بھی ہوں اور معلوماتی بھی، ظاہر ہے کہ ان کا مکتوب الیہ بذاتِ خود کوئی ایسا شخص رہا ہوگا جس کے ہمہ جہتی علوم کا زمانہ نے اعتراف کیا ہو۔ مولانا نے کسی بھی خط میں مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا۔ لیکن یہ بات سب کو معلوم ہے کہ مولانا کے مکتوب الیہ نواب صدر یار جنگ بہادر، مولانا حبیب الرحمٰن

خاں شیروانی مرحوم (پیدائش ۵ جنوری ۱۸۶۷ء۔ وفات ۱۱؍اگست ۱۹۵۰ء) تھے جو عمر میں مولانا مرحوم سے کم وبیش بیس سال بڑے ہونے کے باوجود ان کے حلقہ احباب میں شامل تھے۔ خطوط کے القاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔

مالک رام صاحب نے شیروانی صاحب مرحوم کی ذات اور ان کے خاندانی پس منظر پر بھی اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور ان کے علمی جاہ ومرتبہ وعملی خدمات پر بھی۔

مقدمہ کا دسرا جزو غبارِ خاطر کے تعلق سے ہے۔ اس میں انہوں نے مولانا آزاد مرحوم کی تحریروں کی مقبولیت وعلمی وقار کا اظہار مختصراً کیا ہے۔ غبار خاطر کے مکتوبات پر نہایت جامع تبصرہ کرتے ہوئے ان کی افادیت واہمیت کو بھی قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

انہوں نے نہایت اختصار کے ساتھ زیادہ تر توجہ مولانا مرحوم کے طرز تحریر پر صرف کی ہے۔ اردو میں مستعمل بہت سے الفاظ کو مولانا کے اسلوبِ بیان کے ساتھ ساتھ غبار خاطر کے مخصوص اندازِ نثر نگاری کا بھی ذکر کیا ہے اور بعض خطوط کی پر از معلومات باتوں کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

مقدمہ کا تیسرا جزو مولانا کی ذاتی زندگی سے متعلق ہے۔ جس میں مالک رام صاحب نے اشارتاً مولانا کی پیدائش، تعلیم وتربیت، صحافت وسیاست اور مولانا کے ادبی وانشائی تفردات کو اجاگر کیا ہے۔

چوتھے حصہ میں مالک رام صاحب نے غبار خاطر کی پہلی دوسری اشاعت نیز ان میں پائی جانے والی اغلاط، مولانا کی عدیم الفرصتی کے باعث اس طرف پوری توجہ نہ دینے اور مولانا کے انتقال کے بعد ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی کے مولانا کی مطبوعات شائع کرنے کے ارادے کے تحت اس کی تحقیق وتشریح از خود کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔

مقدمہ کا آخری حصہ کتابت سے متعلق ہے جس میں انہوں نے اردو میں بہت سی لفظوں کے لکھنے میں بے احتیاطی رائج ہونے کا شکوہ کرنے کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں رموز اوقاف کے استعمال کو ضروری قرار دیا ہے۔

اس مقدمہ کے بعد ایک اور مقدمہ "مقدمہ طبع جدید" کے عنوان سے یکم اکتوبر ۱۹۸۲ء کو مالک رام صاحب نے تحریر کیا جس میں انہوں نے حواشی پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت

اور نواب رحمت اللہ خاں شیروانی مرحوم (متوفی جنوری ۲۰۱۲ء) کی اعانت کا بطورِ خاص تذکرہ کرتے ہوئے یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ حرفِ آخر نہیں ہے۔

ساہتیہ اکادمی سے کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں، تیسرا ۱۹۹۱ء، چوتھا ۱۹۹۶ء، پانچواں ۱۹۹۹ء، چھٹا ۲۰۰۱ء، ساتواں ۲۰۰۵ء، آٹھواں ۲۰۰۶ء، نواں ۲۰۰۸ء، دسواں ۲۰۱۰ء، گیارہواں ۲۰۱۲ء میں طبع ہوکر منظرِ عام پر آچکا ہے۔

مالک رام صاحب کے حواشی ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہیں جن میں عربی، فارسی و اردو اشعار کی مکمل حوالوں کے ساتھ تحقیق کے علاوہ زائد از تین سو ضروری توضیحات وتشریحات بھی دی گئی ہیں۔ فہرست اعلام تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ہے جس میں ''غبار خاطر'' میں دیے گئے، اشخاص واداروں کے اسماء حروف تہجی کے اعتبار سے صفحات نمبر کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں چار صفحات پر بلاد واماکن کی فہرست بھی اسی ترتیب کے ساتھ دی گئی ہے۔ دو صفحات پر آیات قرآنی واردۂ متن'' یعنی غبار خاطر میں مولانا کے ذریعہ دی ہوئی آیات نیز تین صفحات میں متن میں دی جانے والی کتابوں کے اسماء کی فہرست مالک رام صاحب نے پیش کی ہے۔ سب سے آخیر میں تقریباً گیارہ صفحات پر صاحب حواشی نے فہرست ماخذ حواشی کے نام سے ان قدیم و جدید کتب کی تفصیلات فراہم کی ہیں جن سے انہوں نے ان حواشی کی توضیحات وتشریحات میں استفادہ کیا ہے۔

المختصر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ادبی لحاظ سے مولانا آزادؒ کی اس مایۂ ناز تصنیف کی شان دو بالا کرنے میں مالک رام صاحب نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ غبارِ خاطر پر جتنا کام مالک رام صاحب نے کیا ہے اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے کے حصے میں نہیں آیا، حواشی میں دی گئی توضیحات وتشریحات جہاں معلومات کا بیش قیمت خزانہ ہیں وہی ان کی مولانا مرحوم کے تئیں عقیدت وتعلق کا نذرانہ بھی اور علم دوست حضرات کے لئے بیش قیمت سوغات بھی، یہی وجہ ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس کی مقبولیت بھی بڑھتی جارہی ہے۔

عبید اقبال عاصم

۷؍فروری ۲۰۱۳ء

دیباچۂ غبارِ خاطر

۲ر فروری ۱۹۴۶ء کو لکھے گئے غبارِ خاطر کے دیباچے میں مولانا آزاد نے ان خطوط کو اپنے نجی خطوط بتاتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ انہوں نے یہ خطوط اس خیال سے نہیں لکھے تھے کہ یہ شائع کئے جائیں لیکن مولوی محمد اجمل خاں صاحب کے اصرار پر انہیں شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ مختصر ترین دیباچہ معلوم ہوتا ہے کہ نہایت عجلت میں اور مولانا آزاد کے انتہائی مصروف ترین سرگرمیوں کے زمانے میں اس وقت لکھا گیا جب وہ نیشنل ایئر لائن کے ذریعہ کراچی سے جودھ پور کا سفر کر رہے تھے۔

اس دیباچے میں مولانا مرحوم نے صرف دو فارسی اشعار کا استعمال کیا ہے جن میں ایک تو کتاب کے نام کی مناسبت سے میر عظمت اللہ بیخبر بلگرامی (متوفی ۱۷۳۰ء) کا وہ شعر ہے جو انہوں نے اپنی کتاب ''غبارِ خاطر'' کی تالیف کے موقع پر کہا تھا۔

مولانا نے کتاب کا نام اور شعر دونوں ہی بے خبر صاحب سے مستعار لئے ہیں۔ دوسرا شعر کلیاتِ غالب (فارسی) کا ہے۔

''رات کی کیفیتیں جتنی تند و تیز ہوتی ہیں، صبح کا خمار بھی اتنا ہی سخت ہوتا ہے۔ اگر رات کی سرمستیوں کے بعد اب صبح خمار کی تلخ کامیوں سے سابقہ پڑا تھا، تو ایسا ہونا ناگزیر تھا۔ اور کوئی وجہ نہ تھی کہ ہم شکوہ سنج ہوتے۔ البتہ حسرت اس کی رہ گئی کہ جب ہونا یہی تھا تو کاش، جی کی ہوس پوری نکال لی ہوتی اور نپے تلے پیانوں کی جگہ شیشوں کے شیشے لنڈھا دیئے ہوتے۔''

اشعارِ دیباچہ

فارسی شعر
مپرس تاچہ نوشت ست کلک قاصرِ ما
خط غبارِ من ست ایں غبارِ خاطرِ ما

(میر عظمت اللہ خاں بیخبر بلگرامی)

ترجمہ: یہ مت پوچھو کہ ہمارے خطا کار قلم نے کیا لکھا ہے؟ بلکہ یہ ہمارے دل کا غبار ہے جو میرے غبار کے (لکیر) خط کی شکل میں ہے۔

فارسی شعر
نسخۂ شوق بہ شیرازہ نہ گنجد زنہار
بگذارید کہ ایں نسخۂ مجزا ماند

(کلیات غالب:۲۷۵)

ترجمہ: ہرگز ہرگز آرزو اور خواہشوں کی کتاب کی شیرازبندی نہیں ہو پائیگی اسے چھوڑ دو کہ یہ کتاب اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے (غیر جلد بند) رہے۔

''اسلام نے اپنے عقیدہ کی بنیاد سرتاسر تنزیہ پر رکھی ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ میں تشبیہ کی ایسی عام اور قطعی نفی کردی کہ ہمارے تصوری تشخص کیلئے کچھ بھی نہیں ملا۔ لَاتَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ نے تمثیلوں کے سارے دروازے بند کردئے۔ لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ اور لَنْ تَرَانِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ نے ادراک حقیقت کی کوئی امید باقی نہ چھوڑی۔''

پہلا خط

''انتظارِ مہلت''☆

غبار خاطر کا پہلا خط شملہ سے لکھا گیا ہے جو زمانی ترتیب کے لحاظ سے پہلا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اس پر تاریخ ۲۷ رجون ۱۹۴۵ء ڈالی گئی ہے۔

۹ راگست ۱۹۴۲ء کو مولانا آزاد گرفتار کر کے احمد نگر کے قلعہ میں مقید کیے گئے۔ اسی اثناء میں انہوں نے ان خطوط کو ترتیب دیا بلکہ ایک خط مولانا نے گرفتاری سے قبل ۳ راگست کو بھی لکھا تھا جو ''غبار خاطر'' کا خط نمبر (۴) ہے اور زمانی ترتیب کے لحاظ سے وہی پہلا خط ہے۔ لیکن یہ خط مولانا اپنی مختلف مصروفیات کے باعث ڈاک کے حوالے نہیں کرا سکے تھے جس کا تذکرہ انہوں نے ۱۰ راگست ۱۹۴۲ء کو تحریر کردہ خط (۵) میں بھی کیا ہے۔

بہر حال کتابی ترتیب کا پہلا خط انتہائی مختصر برقی تار کے مانند ہے جس میں مولانا نے مکتوب الیہ کو خطاب تک بھی نہیں کیا بلکہ خواجہ حافظ شیرازیؒ کے شعر سے آغاز کر کے سوا سطر (۴ر۱۔۱) میں صرف اس بات کا اظہار ہے کہ دل میں بہت سے واقعات ہیں جو میں مکتوب الیہ تک پہونچانا چاہتا ہوں لیکن فرصت کی محتاج زبان کو ان باتوں کے لئے وقت ہی نہیں مل رہا ہے، ذرا وقت ملے تو پھر بات کر کے دل کے غم کو ہلکا کیا جائے۔

☆..... غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

شعر خط نمبر/۱

فارسی شعر
اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشین دل
می بینمت عیان و دعامی فرستمت

دیوان حافظ: حافظ شیرازی (ص ۵۱)

ترجمہ: اے وہ ذات کہ تو نظر سے غائب ہے مگر تو ہمارے دل کا ساتھی، رفیق اور دوست ہے میں تجھ کو کھلی ہوئی آنکھوں سے دیکھتا ہوں، اور تیری سلامتی کے لئے دعاء بھیجتا ہوں۔

''ہمارے اس چھوٹے سے گوشۂ چمن میں ابھی صرف ایک ہی پھول ایسا ہے، جسے اس قسم کے، غیر معمولی پھولوں میں سے شمار کیا جا سکتا ہے، یعنی گلوری اوس سیوپربا (Gloriosa Superba)۔ اس کی پانچ جڑیں گملوں میں لگائی گئی تھیں، چار بارآور ہوئیں۔ اب ان کی شاخیں کلیوں سے لدی ہوئی ہیں۔ ان کا پھول پہلے پنجے کی طرح کھلے گا، پھر پیالہ کی طرح الٹ جائے گا، پھر فانوس کی طرح مدوّر ہونے لگے گا، پھر تھوڑی دیر دم لینے کے لئے رک جائے گا اور پھر دیکھئے، تو جن منزلوں سے گذرتا ہوا آیا تھا، انہی منزلوں سے گزرتا ہوا الٹے پاؤں واپس ہونے لگے گا۔ واپسی میں پہلے فانوس کی اٹھی ہوئی شاخیں پھیل کر ایک پیالہ بنائینگی، پھر اچانک یہ پیالہ الٹ جائے گا، گویا زندگی کے جامِ واژگوں میں اب کچھ باقی نہ رہا۔''

چوتھا خط

''مکتوبِ سفر''

زمانی ترتیب کے اعتبار سے اس مجموعۂ مکاتیب کا یہ پہلا خط ہے، یہ خط ۳/اگست ۱۹۴۲ء کو مولانا نے حالت سفر میں اس وقت لکھا تھا جب وہ بمبئی میل کے ذریعہ کلکتہ سے بمبئی تشریف لے جا رہے تھے۔ مولانا ان دنوں بخار کی شدت میں مبتلا تھے۔ طبیعت اس بات کی متقاضی تھی کہ مکمل آرام کیا جائے لیکن ملک کے سیاسی حالات مولانا مرحوم کو چین سے نہیں بیٹھنے دے رہے تھے۔ اس سے قبل مولانا، دہلی اور لاہور کا سفر کر چکے تھے جہاں انہیں انفلوئنزا کی شکایت ہو گئی تھی۔ اسی حالت میں کلکتہ واپس آئے اور پھر وہاں سے بمبئی کا قصد کیا۔

اس خط میں مولانا مرحوم نے اپنی چائے نوشی، سگریٹ نوشی، ترک سگریٹ نوشی اور پھر سے دوبارہ اختیار کرنے کو بڑے دل چسپ ادبی انداز سے پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں مولانا کی اس عادتِ کریمہ کا بھی پتہ چلتا ہے جو وہ اپنے ساتھیوں بالخصوص اپنے خدام کے ساتھ اختیار کرتے تھے۔ مولانا کے خادم عبداللہ کی ذمہ اریوں میں مولانا کی چائے نوشی کے لوازمات کی مکمل ادائیگی بھی شامل تھی۔ لیکن اپنی آرام طلبی، تساہلی یا کسی اور وجہ سے اگر وہ کسی موقع پر اس فریضہ کو ادا نہیں کر سکا تو مولانا نے اس پر کوئی زجر و توبیخ نہیں کی بلکہ بہت ہی عمدہ پیرائے میں ادبی انداز میں اس کی اس غفلت اور اپنی چشم پوشی کا اشارات میں ذکر کر دیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ اس خط سے مولانا کی اس اولوالعزمی کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو قدرت نے انہیں بھرپور ودیعت کی تھی۔ اس کا اشارہ مولانا نے ۱۹۲۱ء کے اس واقعہ کا تذکرہ کر کے کیا ہے جب مولانا گرفتار کر لئے گئے تھے اور مولانا کو یہ معلوم تھا

کہ قید خانے میں تمباکو نوشی کی اجازت نہیں ہے۔مولانا نے اپنی گرفتاری کے وقت سگریٹ نوشی کی۔جیل کے دروازے پر جا کر چھوڑ دی اور پھر دو سال بعد جب جیل سے چھوٹ کر آئے تو اس عادت کو پھر اختیار کرلیا۔جب مولانا نے سگریٹ نوشی ترک کی تھی اُس وقت ان پر اس کے چھوڑنے کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا۔جب دوبارہ شروع کردی تو اس سے مولانا کی شخصیت پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ترک اور اختیار کی عادت مولانا کی اولوالعزمی کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی بیّن ثبوت ہے کہ مولانا ایک اصول پسند انسان تھے جو کسی بھی حالت میں اصولوں کو توڑنا گوارا نہیں کرتے تھے حالانکہ انگریزوں سے مولانا سخت متنفر تھے لیکن اس کے باوجود وہ ان اصولوں کو توڑنے کے لئے تیار نہیں ہوئے جو سگریٹ نوشی کے تعلق سے جیل کے لئے حکومت نے وضع کئے تھے۔وہ اگر چاہتے تو اپنے بعض ساتھیوں کی طرح خود بھی چھپ چھپا کر جیل میں سگریٹ نوشی کرسکتے تھے۔لیکن مولانا نے ایسا نہیں کیا۔

مولانا کا یہ خط تقریباً ساڑھے سات صفحات پر مشتمل ہے۔اس خط میں فارسی شاعر بیدل دہلوی کی ایک رباعی کے علاوہ فارسی زبان کے آٹھ اشعار اور چھ مصرعے شامل ہیں۔ ایک مصرعہ مولانا الطاف حسین حالی کی فارسی رباعی کا ہے۔ جسے مالک رام صاحب نے تینوں مصرعے درج کرکے توضیحی اشارے میں رباعی کو مکمل کردیا ہے بقیہ مصرعوں کے بھی پہلے یا دوسرے مصرعے درج کرکے انہیں مکمل شعر بنادیا ہے۔اردو زبان کے تین اشعار کے علاوہ استاد ذوق دہلوی کے مصرعہ ”شرب الیہود کرتے ہیں نصرانیوں میں ہم“ کے اول مصرعہ کو مالک رام صاحب نے تحقیق و حوالہ کے ساتھ شعر مکمل کردیا ہے۔عربی زبان کا ایک شعر اور ایک مصرعہ بھی شامل مکتوب ہے۔مالک رام صاحب نے دیوان ابونواس سے پہلا مصرعہ تحقیق کرکے اسے بھی مکمل شعر بنادیا ہے۔

اشعار خط نمبر/ ۴

اردو شعر
شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش
صحرا میں اے خدا، کوئی دیوار بھی نہیں
(دیوانِ غالب ص ۱۳۹)

اردو شعر
رو میں ہے رخشِ عمر، کہاں دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں
(دیوانِ غالب ص ۱۲۵)

فارسی شعر
فیضے عجبے یافتم از صبح بپیند
ایں جادۂ روشن، رہِ میخانہ نہ باشد
(آقا رضی مسرور قزوینی (شمع انجمن ص ۴۳۳)

ترجمہ: صبح سے تم لوگ (جو کچھ) دیکھ رہے ہو اس سے ایک عجیب سا فیض محسوس کر رہا ہوں لیکن یہ روشن راستہ میخانے کا راستہ نہیں ہوتا۔

فارسی شعر
خوشش بادا نسیمِ صبح گاہی
کہ دردِ شب نشیناں را دوا کرد
(دیوان حافظ)

ترجمہ: صبح کے وقت کی ٹھنڈی خوشگوار ہوا مبارک ہو، جس نے رات میں جاگنے والوں کے درد کی دوا کر دی۔

فارسی شعر
کس نمی گویدم از منزلِ آخر خبرے
صد بیاباں بگذشت و دگرے در پیش است
(فیضی) شعر العجم ۳: ۷۰)

ترجمہ: آنے والی منزل کے متعلق کوئی مجھ کو کچھ نہیں بتاتا حالانکہ سینکڑوں جنگلات گذر گئے اور دوسرے بہت سے آگے آنے والے ہیں۔

فارسی رباعی
بیداریِ میانِ دو خواب ست زندگی
گردِ تخیلِ دو سَراب ست زندگی
از لطمۂ دو موج حبابے دمیدہ است
یعنی طلسمِ نقش برآب ست زندگی

(کلیات بیدل ص ۱۳۲)

ترجمہ: دو نیندوں کے درمیان جاگنے کا نام ہی زندگی ہے، یہ ایک ایسا تخیل ہے جو دو سرابوں کے گرد (گھومتی ہے) دو موجوں کے تھپیڑوں سے حباب کی شکل میں جو چیز برآمد ہوئی ہے یعنی پانی پر نقش کا جو طلسم وجود میں آیا ہے اُس کا نام ہی زندگی ہے۔

فارسی شعر
باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

(کلیات سعدی:۱۵)

ترجمہ: بارش کہ جس کی فطرت میں لطافت وسودمندی ہے اس پر کسی کو اختلاف نہیں ہے (اُس سے) باغ میں لالہ اُگتا ہے اور بنجر زمین میں جھاڑ جھنکاڑ، (یعنی چیزوں کی اچھائی یا برائی کا انحصار دینے والے پر نہیں بلکہ لینے والے کی فطرت پر ہے)

فارسی شعر
نہ بہ نقشِ بستہ مشوّشم، نہ بحرف ساختہ سرخوشم
نفسے بیادِ تو می زنم، چہ عبارت و چہ معانیم

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (میرزا عبدالقادر بیدل،۱:۸۷۸)

ترجمہ: نہ تو بندھے ہوئے نقش سے تشویش میں مبتلا ہوں اور نہ ہی حروف کی بناوٹ سے زیادہ خوش ہوں۔ میں تو اپنی جان کو تیری یاد میں غرق کئے ہوئے ہوں پس عبارت اور معانی کچھ معنیٰ نہیں رکھتے۔

عربی شعر
رقّ الزّجاج، ورقّت الخمر
فتشابہا، فتشاکل الامر

(صاحب بن عباد بحوالہ وفیات الاعیان)

ترجمہ: شیشہ کا پتلا ہونا اور شراب کا پتلا ہونا اگرچہ دونوں مشابہ ہیں لیکن معاملات کو پیچیدہ کر دیتے ہیں۔

فارسی شعر ساقی بدہ رطل گراں زاں مے کہ دھقاں پرورد
اندوہ بُرد، غم بشکرد، شادی دہد، جاں پرورد

(دوسرا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان قاآنی:۱۴۸)

ترجمہ: اے ساقی شراب سے بھرا وہ بڑا پیالہ دے جس کا چلن دیہاتیوں کے یہاں ہے۔(وہ شراب) تکلیف کو ختم کرنے والی، غم کو شیریں کرنے والی، خوشیاں دینے والی اور جان پالنے والی ہوتی ہے۔

فارسی شعر پیرِ ماگفت، خطادر قلمِ صنع نہ رفت
آفریں برنظرِ پاک، خطاپوشش باد

(دیوانِ فیضی ص۱۷۴)

ترجمہ: ہمارے پیر نے کہا قدرت کے قلم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے اس کی خطا بخش، پاک نظر، پر آفریں ہو جو ہمیشہ خطاؤں کو چھپانے والی ہے۔

فارسی شعر منِ بیدل حریفِ سعیِ بیجا نیستم زاہد
تو وقطع منازلہا، من ویک لغزش پائے

(کلیات بیدل ۱:۱۷۷)

ترجمہ: اے زاہد! بیدل کا دل بے جا کوششوں کا حریف نہیں تو منزلوں کو طے کرنے والا اور میں ایک ہی قدم میں بہک جانے والا ہوں۔

(غبار خاطر کے متن میں پہلا مصرعہ نہیں ہے) (کلیات بیدل،۱:۱۷۷)

فارسی شعر بیاکہ رونق ایں کارخانہ کم نشود
ززہد ہم چوتوئی، یابفسق ہم چومنی

(دیوان حافظ ص۳۲۶)

ترجمہ: آجا کہ اس کارخانے کی رونق کم نہیں ہوگی نہ تو اس میں تیری پارسائی سے کوئی کام بنیگا اور نہ ہی مجھ جیسے بدکار کی بدکاری سے (کوئی فرق پڑنے والا)۔

فارسی رباعی

سرمفراز، خاکِ پائے ہمہ باش
دلہا مخراش، در رضائے ہمہ باش
باخلق نیا میختن، ازخامی تست
ترکِ ہمہ گیر و آشنائے ہمہ باش

(خواجہ الطاف حسین حالیؔ: کلیاتِ نظمِ حالی،۲:۳۷۵)

ترجمہ: سر کو بلند مت کرو، سب لوگوں کے سامنے عاجزی کا مظاہرہ کرو، کسی کا دل مت دکھاؤ بلکہ سب کی خوشی میں شامل رہو، مخلوق کے ساتھ میل جول نہ رکھنا تمہاری غلطی ہے۔ تمام چیزوں کو چھوڑ کر عوام کے ساتھ آشنا ہو جاؤ۔

(شروع کے تین مصرعے غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہیں)

اردو شعر

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

(دیوان درد ص ۵۲)

فارسی شعر

ہم سمندر باش و ہم ماہی کہ در اقلیم عشق
روئے دریا سلسبیل و قعرِ دریا آتش ست

(کلیات عرفی ص ۲۹۵)

ترجمہ: عشق کی مملکت میں سمندر اور مچھلی کی طرح لازم ملزوم ہو جا۔ دریا کا بیرونی حصہ جنت کی طرح خوشنما اور دریا کی گہرائی جہنم کی آگ کی مانند ہے۔

اردو شعر

پردہ میں چشمِ مست کے سرخوش ہیں جو مدام
شرب الیہود کرتے ہیں نصرانیوں میں ہم

اسلام کی آمد کے بعد مسلمانوں میں شراب حرام ہوگئی۔ یہودی و نصرانی اس کا کاروبار کرتے رہے تو اس کا عرفی نام "شرب الیہود" رکھ دیا گیا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوانِ ذوق: ۱۲۲ مرتبہ آزاد)

عربی شعر الافاسقنی خمراً وقل لی هی الخمر
ولاتسقنی سراً فقد امکن الجهر

(دیوان ابونواس:۲۸)

ترجمہ: سن! مجھے شراب پلا اور یہ کہہ کر پلا کہ یہ شراب ہے۔ مجھے چھپا کر نہ پلا کیونکہ اب کھل کر پینا ممکن ہو گیا ہے۔

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں حاشیے میں ہے)

فارسی شعر خمارِ بادہ ام از توبہ گر پشیماں کرد
خوشم کہ توبۂ من نرخِ بادہ ارزاں کرد

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (ملا محمد رضا نوعی خبوشانی، روز روشن:۷۲۳)

ترجمہ: میں شراب تیار کرنے والا ہوں، توبہ کرنے والے کی وجہ سے میں شرمندہ ہو گیا (اس کے باوجود) میں خوش ہوں کہ میری توبہ نے شراب کے دام سستے کر دیئے۔

فارسی شعر حریفِ صافی و دُردی نہ خطا ایں جاست
تمیزِ ناخوش و خوش می کنی، بلا ایں جاست

(دیوانِ نظیری ص ۴۶)

ترجمہ: صاف شفاف اور تلچھٹ و میل میں مقابلہ کرنا اس جگہ (اگرچہ کہیں بھی) غلط نہیں ہے، (لیکن) تو اچھے اور برے میں امتیاز کرتا ہے تو یہ اس جگہ مصیبت ہے۔

فارسی شعر قصّہا بنوشت خاقانؔی
قلم ایں جارسید و سر بشکست

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات خاقانی:۲:۹۶۷)

ترجمہ: خاقانی نے بہت سے قصے لکھے، اس جگہ پہونچا تو قلم کی نوک ٹوٹ گئی۔

پانچواں خط

''داستانِ بے ستون وکوہ کن''

۷و۸راگست ۱۹۴۲ءکو مولانا نے بمبئی میں کانگریس کے اس تاریخ ساز اجلاس کی صدارت کی تھی جس نے انگریزوں سے ملک چھڑانے کی تحریک کا بگل بجایا تھا۔ تاریخی طور پر یہ تحریک ''انڈیا چھوڑو تحریک'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس قرار داد کے پاس ہونے پر ایوان فرنگ میں زلزلہ آ گیا اور اس نے راتوں رات تمام سیاسی قائدین کی گرفتاری کو اس کا واحد حل جانا۔ مولانا چونکہ اس تحریک کے سرخیل تھے اس لئے مولانا کی گرفتاری اوّلین مرحلے میں رات کے اس حصے میں عمل میں آئی جب مولانا اپنی مصروفیات اور بخار کی وجہ سے تھکے ماندہ بسترِ استراحت پر قدرے دراز ہوئے تھے۔ اس وقت کی اور ان حالات کی منظر کشی مولانا نے ۱۰راگست ۱۹۴۲ءکو تحریر کردہ اس خط میں اس انداز سے کی ہے کہ انہوں نے ''کلفت'' کو ''راحت'' سے بدل دیا ہے۔

مولانا کی حساس طبیعت کو اس بے خوابی سے جس قدر کدورت اور تکلیف ہوئی ہوگی اس کا اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کے آرام واستراحت کے اوقات متعین ہوتے ہیں اور جو وقت کی پیائش ساعتوں سے ناپ کر ایک ایک ساعت کو قیمتی بنانے کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ اس سے قبل والے خط میں مولانا نے جس انفلوئنزا کی شکایت کی تھی وہ اس میں بھی بدستور موجود ہے۔ لیکن مولانا اپنی قلمی جولانیوں سے اس تکلیف کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ قاری الفاظ کی بھول بھلیوں اور برمحل اشعار کی داد دہی میں مصروف ہو کر اس تکلیف کا احساس ہی نہ کرنے پائے جو قید وبند کے ایام میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ ہر دور میں روا رکھی جاتی ہیں۔

دوسرا خط

''مکتوب سرینگر''

''ہاؤس بوٹ، سرینگر'' سے ۲۴/ اگست ۱۹۴۵ء کو تحریر کردہ خط ''مکتوب سرینگر'' کے عنوان سے غبارِ خاطر میں دوسرے مقام پر ہے۔ زمانی ترتیب کے لحاظ سے یہ آخری خط سے پہلا خط ہونا چاہئے۔

اس خط کی ابتداء مکتوب الیہ سے خطاب کے بجائے فارسی شعر سے کی گئی ہے۔ اس کے بعد ''صدیق مکرم'' کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ خط زیادہ تفصیلی نہیں ہے صرف ڈیڑھ صفحہ پر مشتمل ہے۔ اس میں مولانا نے فارسی کے تین اشعار اور ایک مصرعہ، اردو زبان کا ایک مصرعہ اور عربی کا ایک شعر استعمال کیا ہے۔

فارسی اشعار، فیضی کے کلام سے مستعار لئے گئے ہیں۔ کلیم کاشانی کے دیوان سے بھی ایک مصرعہ ماخوذ ہے۔ عربی شعر سمط اللآلی سے لیا گیا ہے جبکہ اردو مصرعہ مصحفی لکھنوی کا ہے۔ غبارِ خاطر کی توضیح وتشریح کرنے والے معروف اردو نقاد ادیب محترم مالک رام صاحب نے مصحفی کا پہلا مصرعہ ''اشارات'' میں درج کر کے شعر مکمل کر دیا ہے۔

اس خط میں اردو کے علاوہ فارسی وعربی کے جو اشعار پائے جاتے ہیں وہ ترجمہ کے ساتھ نیچے درج کئے جا رہے ہیں۔

اشعار خط نمبر/ ۲

فارسی شعر گہے از دست، گاہے از دل و گاہے زپامانم
بُسرعت می روی، اے عمر! می ترسم کہ وامانم

ترجمہ: کبھی ہاتھ سے، کبھی دل سے اور کبھی پیر کی وجہ سے میں عاجز رہ جاتا ہوں،
اے زندگی ذرا تیزی کے ساتھ چل اس لئے کہ میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں میں پیچھے
نہ رہ جاؤں۔

(کس کا شعر ہے یہ معلوم نہیں ہوسکا۔)

فارسی شعر ہزار قافلۂ شوق می کشد شبگیر
کہ بارِ عیش کشا ید بخطۂ کشمیر

(فیضی، شعرالعجم:۳:۳۹)

ترجمہ: شوق کے ہزاروں قافلے (اس شوق میں) رات بھر چلتے رہے کہ وہ کشمیر
کی وادیوں کے عیش کا مزہ اٹھائیں گے۔

اردو شعر سراغِ قافلۂ اشک لیجئے کیونکر
نکل گیا ہے، وہ کوسوں دیارِ حرماں سے

پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔ (مصحفی لکھنوی، جواہر سخن:۲:۶۴۹)

فارسی مصرعہ ماز ندہ ازانیم کہ آرام نگیریم

(دیوان کلیم کاشانی ص ۳۲۶)

ترجمہ: ہم زندہ اس وجہ سے ہیں کہ ہم آرام نہیں کرتے۔

فارسی شعر باچوں توئی معاملہ، برخویش منت ست
از شکوۂ تو شکر گزارِ خودیم ما

غالب (کلیات غالب:۳۶۰)

ترجمہ: آپ جیسے لوگوں کے ساتھ معاملہ اپنے اوپر احسان کرنا ہے۔ آپ کے شکوہ کرنے سے ہم اپنے آپ کو شکر گذار سمجھتے ہیں۔

عربی شعر قلیل منك یکفینی ولٰکن
قلیلك لا یقال لهٔ قلیل

(سمط اللآلی ۱:۴۱)

ترجمہ: آپ کی طرف سے تھوڑا (کہنا) مجھ کو بہت کافی ہے لیکن آپ کے تھوڑے سے کہنے کو بھی تھوڑا نہیں کہا جاسکتا۔

(یہ شعر کس کا ہے معلوم نہیں ہوسکا، البتہ سمط اللآلی جلد ۱ میں ص ۴۱ پر موجود ہے، علاوہ ازیں تصوف کی معروف کتاب شرح التعرف لمذہب التصوف کی جلد ۱ میں ص ۶۲ پر بھی موجود ہے۔)

''زندگی کے بازار میں جنس مقاصد کی بہت سی جستجوئیں کی تھیں، لیکن اب ایک نئی متاع کی جستجو میں مبتلا ہوگیا ہوں، یعنی اپنی کھوئی ہوئی تندرستی ڈھونڈھ رہا ہوں، معالجوں نے وادی کشمیر کی گل گشتوں میں سراغرسانی کا مشورہ دیا تھا۔ چنانچہ گزشتہ ماہ کے اواخر میں گلمرگ پہنچا اور تین ہفتہ تک مقیم رہا۔ خیال تھا کہ یہاں کوئی سراغ پاسکوں گا، مگر ہر چند جستجو کی، متاعِ گم گشتہ کا کوئی سراغ نہیں ملا!'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

تیسرا خط

”مکتوب نسیم باغ“

”نسیم باغ سرینگر“ کے مکتوب مورخہ ۳؍ستمبر ۱۹۴۵ء میں مولانا آزاد نے اپنے مکتوب الیہ کو ان خطوط کے لکھنے کا مقصد و پس منظر قدرے تفصیل سے بیان کیا ہے، ان غیر سیاسی خطوط میں مولانا نے بہت سے حالات کی نشاندہی کی ہے۔ کیونکہ اگست ۱۹۴۲ء میں جب پہلا خط مولانا نے لکھا تھا تو وہ حوالہ ڈاک نہ ہوسکا تھا اس کے ایک ہفتہ بعد مولانا کی گرفتاری کا واقعہ پیش آگیا، مولانا نے اس سلسلے کو اس طرح جاری رکھا کہ جیل میں سے ہی دوسرے تیسرے دن وارداتِ قلبی کو کاغذ قلم کے حوالے کر کے انہیں محفوظ کر لیتے۔ احمد نگر قلعہ میں مولانا جتنے عرصہ نظر بند رہے تو طبیعت اس پر آمادہ رہی لیکن جب وہاں سے بانکوڑا جیل میں منتقل ہو گئے تو طبیعت میں وہ نشاط نہ رہا اور یہ سلسلۂ کلام منقطع ہو گیا۔ اس اثناء میں مولانا اپنی اہلیہ کے انتقال (۹؍اپریل ۱۹۴۳ء) کے باعث شدید ذہنی صدمے سے بھی دوچار ہوئے، اس صدمہ نے بھی خطوط نگاری پر اثر ڈالا۔

اس خط میں ان مکتوبات کے بارے میں وضاحت کردی گئی ہے کہ یہ مجموعہ صرف غیر سیاسی مکاتیب کا ہے۔ مولانا نے اپنے معمولات مثلاً صبح تین بجے اٹھنا اور چائے نوشی وغیرہ کا اشارہ بھی کردیا ہے اور بقیہ خطوط کی ترتیب کے تعلق سے بھی کچھ اشارات اس خط میں کردیے ہیں۔

زمانی ترتیب کے لحاظ سے یہ خط اس مجموعے کا آخری خط ہونا چاہئے کیونکہ یہ خط جیل سے رہا ہونے کے بعد اس زمانے کا ہے جب مولانا اگست ستمبر ۱۹۴۵ء میں کشمیر تشریف لے گئے تھے، لیکن مجموعے کو ترتیب دیتے وقت مولانا نے اس کو تیسرے نمبر پر رکھا ہے۔ یہ خط

تقریباً چار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں فارسی زبان کے چار اشعار، دو مصرعے، عربی زبان کا ایک شعر اور اردو زبان کا غالب کا ایک مصرعہ موجود ہے۔ توضیحی اشارے میں مالک رام صاحب نے اردو و فارسی کے مصرعوں کے بقایا جات کی تحقیق کے ساتھ اشعار کو مکمل کر دیا ہے نیز ان کے حوالے بھی ذکر کر دئے ہیں۔

فارسی و عربی کے اشعار ترجمے کے ساتھ ذیل میں دئے جا رہے ہیں۔ اردو اشعار کے ترجمے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی اس لئے انہیں من و عن پیش کیا جا رہا ہے۔

''۹ / اپریل ۱۹۴۳ء کے حادثہ کے بعد طبع درماندۂ حال بھی رک گئی تھی اور اپنی درماندگیوں میں گم تھی۔ اگرچہ اس کے بعد بھی بعض مصنفات کی تسوید و ترتیب کا کام بدستور جاری رہا، اور قلعۂ احمد نگر کی اور تمام معمولات بھی بغیر کسی تغیر کے جاری رہیں، تاہم یہ حقیقت حال چھپانا نہیں چاہتا کہ قرار و سکون کی جو کچھ نمائش تھی جسم و صورت کی تھی، قلب و باطن کی نہ تھی۔ جسم کو میں نے ملنے سے بچالیا تھا، مگر دل کو نہیں بچا سکا تھا۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر / ۳

فارسی شعر ازما مپرس دردِ دلِ ماکہ، یک زماں
خودرا بحیلہ پیشِ تو خاموش کردہ ایم

(صبری اصفہانی، بہترین اشعار:۲۹۴)

ترجمہ: ہم سے ہمارے دل کے درد کا حال مت پوچھ کیونکہ ہم ایک زمانے سے مختلف حیلوں بہانوں سے اپنے آپ کو تیرے سامنے خاموش کئے ہوئے ہیں۔

فارسی شعر گرچہ دوریم، بیادِ تو قدح می نوشیم
بُعدِ منزل نہ بود در سفرِ روحانی

(دیوانِ حافظ ص ۳۴۸)

ترجمہ: اگرچہ ہم دور ہیں لیکن تیری یاد میں ہم (شراب کا پیالہ) پی رہے ہیں کیونکہ روحانی سفر میں منزل کی دوریاں نہیں ہوتیں۔

عربی شعر کیف الوصول الیٰ سعاد ودونها
قلل الجبال وبينهن حتوف

ترجمہ: سُعاد (محبوب) تک کیسے پہونچا جائے کیونکہ (وہاں تک پہونچنے میں) پہاڑوں کا سلسلہ حائل ہے اوران کے درمیان موت (یقینی) ہے۔

(کس کا شعراور کہاں سے ماخوذ ہے دونوں کا علم نہیں ہوسکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ قدیم عربی شاعر کا شعر ہے)

فارسی شعر ایں رسم و راہِ تازہ زحرمانِ عہدِ ماست
عنقا بروزگار کسے نامہ بَر نہ بود

(دیوانِ نظیری ص ۱۵۰)

ترجمہ: یہ نیا رسم وطریقہ ہمارے عہد کی محرومی کی دلیل ہے۔ کیونکہ عنقا (خیالی پرندہ) زمانے کے ساتھ کسی بھی شخص کا نامہ بر (قاصد) نہیں ہوتا۔

فارسی شعر بگوشم می رسد از دور آوازِ درا امشب

دل دیوانۂ دارم کہ در صحرا ست پنداری

(کلیات غالب ص۵۲۵)

ترجمہ: آج رات میرے کانوں میں دور سے گھنٹیکی آواز پہونچی۔ میں ایک ایسا دیوانہ دل رکھتا ہوں جو صحرا او جنگل میں نصیحت کرنے والا ہے۔

(غبارِ خاطر کے متن میں صرف دوسرا مصرعہ دیا گیا ہے، پہلا مصرعہ تشریح وتوضیح میں مالک رام صاحب نے دیا۔ ان کی یہ بھی تحقیق ہے کہ 'دل دیوانۂ' کے بجائے اصل ''دلِ گم گشتہ یا سر گشتہ ملتا ہے)

فارسی شعر شمۂ از داستانِ عشق شور انگیزِ ماست

ایں حکایتہا کہ از فرہاد و شیریں کردہ اند

(دیوانِ حافظ ص۱۶۶)

ترجمہ: ہمارے شورانگیز عشق کی داستان، اُس داستان کا تھوڑا سا حصہ ہیں جو فرہاداور شیریں کی حکایتوں کے (بارے میں) بیان کی گئی ہے۔

اردو شعر ہے غیب غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود

ہیں خواب میں ہنوز جو جاگے ہیں خواب میں

مرزا اسد اللہ خاں غالب نے متذکرہ بالا شعر میں ایک ایسی حقیقت کو بیان کیا ہے جس سے انسان شب و روز گذرتا ہے بسا اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم چیزوں کی حقیقت کو سمجھ چکے ہیں لیکن یہ صرف ہمارا احساس ہوتا ہے اس کا حقائق کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ آدمی خواب میں بہت سی چیزیں دیکھ کر اپنے کو ان کے قریب محسوس کرتا ہے لیکن جب آنکھ کھلتی ہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اس طریقہ پر وہ حضرات جو کچھ نہ ہونے کے باوجود اپنے کو ''بہت کچھ'' سمجھ رہے ہیں وہ خوابوں کی دنیا میں ہیں۔

پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔ (دیوانِ غالب ص۱۲۶)

فارسی شعر
دوش کز گردشِ بختم گلہ بر روئے تو بود
چشم سوئے فلک و روئے سخن سوئے تو بود

پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔ (کلیاتِ غالب ص۴۲۹)

ترجمہ: کل رات میری پھیری ہوی قسمت کی وجہ سے شکوہ تیری طرف تھا وہ اس طرح کہ نگاہ تو آسمان کی طرف تھی اور خطاب تیری طرف تھا۔

''غور کیجئے تو انسان کی زندگی اور اس کے احساسات کا بھی کچھ عجیب حال ہے۔ تین برس کی مدت ہو یا تین دن کی، مگر جب گذرنے پر آتی ہے تو گذر ہی جاتی ہے۔ گذرنے سے پہلے سوچئے تو حیرانی ہوتی ہے کہ یہ پہاڑ سی مدت کیونکر کٹے گی! گزرنے کے بعد سوچئے، تو یہ تعجب ہوتا ہے کہ جو کچھ گذر چکا، وہ چند لمحوں سے زیادہ نہ تھا۔

رہائی کے بعد جب کانگریس ورکنگ کمیٹی کی صدارت کے لئے ۲۱ جون کو کلکتہ سے بمبئی آیا اور اسی مکان اُسی کمرہ میں ٹھہرا جہاں تین برس پہلے اگست ۱۹۴۲ء میں ٹھہرا تھا، تو یقین کیجئے، ایسا محسوس ہونے لگا تھا، جیسے ۹ اگست اور اس کے بعد کا سارا ماجرا کل کی بات ہے، اور یہ پورا زمانہ ایک صبح شام سے زیادہ نہ تھا۔ حیران تھا کہ جو کچھ گذر چکا، وہ خواب تھا، یا جو کچھ گذر رہا ہے یہ خواب ہے!'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

تازہ تازہ گرفتاری اور وہ بھی ملکی سطح پر اس وقت حکومت وقت نے مولانا کے ساتھ کیا کیا مظالم نہ کیئے ہوں گے۔ مولانا نے اپنے پورے خط میں اس کا احساس بھی نہیں ہونے دیا بلکہ مکتوب الیہ کی توجہ بس اسی پر مرکوز رکھی کہ 'احمد نگر کس نے بسایا؟ کیوں آباد کیا؟ اس کے قلعہ کی آہنی دیواریں کس انداز کی ہیں؟ قلعہ کی پیائش، اس کے چاروں طرف کھودی ہوئی خندق وغیرہ اور اس پر مستزاد یہ کہ احمد نگر کے قلعہ کو دیکھنے کی دیرینہ خواہش کی تکمیل وغیرہ نے گرفتاری کے المیہ کو نثری طربیہ میں تبدیل کر دیا۔

مولانا کا یہ خط تقریباً چودہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان چودہ صفحات میں مولانا نے اپنی گرفتاری پر کسی بھی قسم کے رنج وغم کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی انگریزوں سے دشمنی ورقابت کا کوئی تذکرہ کیا اور نہ ہی اس تکلیف کو ظاہر کیا جو اس قسم کی گرفتاری سے اچھے اچھوں کے چھکے چھڑا دیتی ہے۔

اِس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس گرفتاری نے مولانا کے اس غم کو بھی زائل کر دیا جو وہ گذشتہ کئی دنوں سے بے آرامی اور بخار کی وجہ سے محسوس کر رہے تھے۔ انہوں نے یہاں تک بھی لکھ دیا کہ بخار کا احساس ہی ختم ہو گیا جو کئی دنوں سے پریشان کیئے ہوئے تھا بلکہ کہیں کہیں تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس قید وبند میں بیتنے والے لمحات اپنے علمی مشاغل کو جاری رکھنے کے لئے زیادہ غنیمت تصور کرتے تھے۔ اسی وجہ سے اس خط میں نشاط وسرور کی کیفیت زیادہ پائی جاتی ہے۔

اس خط میں مولانا نے اپنے شعری ذوق کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے برجستگی کے ساتھ فارسی زبان کے بیس اشعار اور آٹھ مصرعے، اردو زبان کے چھ اشعار اور آٹھ مصرعے نیز عربی زبان کے دو اشعار پیش کر کے تینوں زبانوں کی شاعری پر قادر الکلامی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

حواشی کے مرتب مالک رام صاحب نے حوالوں کے ساتھ فارسی کے آٹھ مصرعوں کو مکمل شعر کا قالب عطا کیا ہے۔ اسی طریقہ پر اردو زبان کے آٹھوں مصرعوں کو بھی مالک رام صاحب نے حواشی میں مکمل شعر کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔

اشعار خط نمبر/ ۵

فارسی شعر
ازساز و برگِ قافلہِ بے خوداں مپرس
بے نالہ می رود جرسِ کاروانِ ما

(کلیات بیدل ۱:۱۲۳)

ترجمہ: بے خودمست افراد کے قافلے کے سازوسامان کے بارے میں کچھ مت پوچھو ہمارے قافلے کا گھڑیال بھی کسی آہ وفغاں کی آواز کے بغیر چلا جارہا ہے۔

فارسی شعر
وسعتے پیدا کن اے صحرا کہ امشب در غمش
لشکرِ آہِ من از دلِ خیمہ بیروں می زند

میر ضیاء الدین بدخشی (خزانہ عامرہ ص ۱۷۷)

ترجمہ: اے صحرا اپنے اندر وسعت پیدا کر کیوں کہ آج کی رات اُس (محبوب) کے غم میں دل کے خیمہ سے میری آہوں کا لشکر باہر نکلا جاتا ہے۔

اردو شعر
حالت نہ پوچھئے میرے شیب و شباب کی
دو کروٹیں تھیں عالمِ غفلت میں خواب کی

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (محسن کاکوروی۔کلیات نعت مولوی محمد حسن ص ۲۰۴)

فارسی رباعی
ہرکار کہ درجہاں میسر گردد
ہرگاہ بہ پایاں رسد، ابتر گردد
نیکو نبود ہیچ مرادے بکمال
چوں صفحہ تمام شد، ورق برگردد

(محمد جان قدسی، بزم ایران: ۵۲۹)

ترجمہ: دنیا کا جو بھی کام میسر ہوتا ہے جب وہ اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو بہت زیادہ خراب ہوتا ہے کسی بھی خواہش کا مکمل ہوجانا اچھا نہیں ہوتا کیونکہ جب صفحہ پورا ہوجاتا ہے تو ورق الٹ دیا جاتا ہے۔

(شروع کے تینوں مصرعے غبارخاطر کے متن میں نہیں ہیں)

فارسی شعر
فریبِ جہاں قصۂ روشن است
بہ بیں تاچہ زاید، شب آبستن ست

(ساقی نامہ: دیوان حافظ: ۳۵۸)

ترجمہ: دنیا کی دھوکہ بازی ایک کھلا ہوا معاملہ ہے۔ رات حاملہ ہے۔ دیکھو کیا جنتی ہے؟

اردو شعر
کام تھے عشق میں بہت پر میرؔ
ہم ہی فارغ ہوئے شتابی سے

(کلیات میر ص ۲۰۸)

فارسی شعر
یا وفا، یا خبر وصل تو، یا مرگِ رقیب
بازیِ چرخ ازین یک دوسہ کارے بکند

(دیوان حافظ ص ۱۴۷)

ترجمہ: یا وفا، یا تجھ سے ملاقات یا دشمن کی موت، آسمان کی گردش ان ایک دو تین کاموں میں سے کوئی کام کر دے۔

فارسی شعر
جائے کہ تخت و مسندِ جم می رود بباد
گرغم خوریم خوش نہ بود، بہ کہ مے خوریم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان حافظ ص ۲۳۴)

ترجمہ: جس جگہ جمشید کا تخت اور مسند برباد ہو جاتے ہیں، اگر ہم غم کھائیں گے تو اچھا نہیں ہوگا بہتر یہ ہوگا کہ ہم شراب پئیں (اور ہر غم سے بے فکر رہیں)

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے)

اردو شعر
کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیمِ صبح تیری مہربانی

(طالب علی عیشی، جواہر سخن ۲: ۸۱۸)

فارسی شعر
سحر کرشمۂ وصلش بخواب می دیدم
زہے مراتب خوابے کہ بہ زبیداری ست

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ ص ۵۸)

ترجمہ: میں صبح کو خواب میں اس کے وصل کا کرشمہ دیکھ رہا تھا، سبحان اللہ، نیند کے
مرتبوں کا کیا کہنا جو بیداری سے بہتر ہیں۔

اردو شعر
لاؤ تو قتل نامہ مرا، میں بھی دیکھ لوں
کس کس کی مہر ہے سرِ محضر لگی ہوئی

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (نواب علی محبوب علی خاں والی حیدر آباد)

فارسی شعر
پشت بر کوہ ست طاقتِ تکیہ تا بر رحمتست
کارِ مشکل بود، ما بر خویش آساں کردہ ایم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات غالب ص ۴۹۴)

ترجمہ: (اگر چہ ہماری) پیٹھ پہاڑ پر ہے (لیکن) بھروسہ تیری رحمت پر ہے۔
کام بہت مشکل تھا لیکن اپنے آپ پر ہم نے آسان کر دیا ہے۔

فارسی شعر
صبا وقتِ سحر بوئے ززلفِ یارمی آورد
دلِ شوریدۂ مارا زتو درکار می آورد

(دیوان حافظ ص ۱۴۵)

ترجمہ: صبح کے وقت، صبا یار کی زلف کی خوشبو لا رہی تھی، ہمارے دیوانے دل کو
تیرے کام میں لگا رہی تھی۔

اردو شعر
کمر باندھے ہوئے چلنے پہ یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (میر انشاء، کلام انشاء ص ۱۵۴)

فارسی شعر
درازیِ شب و بیداریِ من، ایں ہمہ نیست
زبختِ من خبر آرید، تا کجا خفتست

(کلیات غالب ص ۴۰۰)

ترجمہ: رات کی طوالت اور میرا جاگنا یہ سب کچھ کوئی بات نہیں ہے، (تم)
میرے نصیب کی خبر لاؤ کہ وہ کہاں تک سویا ہوا ہے۔

فارسی شعر
بنوش مے چو سُبک روحی، اے حریف! مدام
علی الخصوص دریں دم کہ سرگراں داری

(دیوان حافظ ص۲۱۹)

ترجمہ: اے دوست چونکہ تو ہلکی روح والا ہے ہمیشہ شراب پی، بالخصوص اس وقت جبکہ تو (نشہ کی وجہ سے) سر کو بوجھل رکھتا ہے۔

اردو شعر
یا صبحِ دم جو دیکھیے آکر، تو بزم میں
نے وہ سُرور و سُور نہ جوش و خروش ہے

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب ص۱۹۰)

فارسی شعر
خمیازہ سنجِ تہمتِ عیش رمیدہ ام
مے آں قدرنہ بود کہ رنجِ خمار برد

ترجمہ: عیش کی تہمت کی سزا کا خمیازہ (بھگتنے کی وجہ سے) وحشت زدہ بھاگ رہا ہوں۔ حالانکہ شراب اتنی بھی نہیں تھی کہ نشہ کو دور کردیتی۔

(اس شعر کے شاعر اور کہاں سے لیا گیا ہے دونوں کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہوسکیں)

اردو شعر
کبھی خوش بھی کیا ہے جی کسی رندِ شرابی کا
بھڑادے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

(خواجہ میر درد: دیوان درد:۳۱)

فارسی شعر
کس ندانست کہ منزل گہہِ مقصود کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

(دیوان حافظ ص۱۵۷)

ترجمہ: کوئی بھی نہیں جانتا کہ ہماری منزلِ مقصود کا آخری پڑاؤ کہاں ہے۔ بس اتنا ضرور ہے کہ گھنٹہ کی آواز آجاتی ہے۔

فارسی شعر
مرا در منزلِ جاناں چہ امن وعیش، چوں ہردم
جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملھا

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ ص۲۵)

ترجمہ: مجھے محبوب کے پڑاؤ میں کیا امن وعیش؟ جبکہ ہر دم، گھنٹہ اعلان کر رہا ہے
کہ اپنے کجاوے کس لو۔

عربی شعر
فیا دارھا بالخیف، ان مزارھا
قریب ولکن دون ذالک اھوال

(ابوالعلاء معری (شروح سقط الزند۳: ۱۲۲۸)

ترجمہ: مقامِ خیف میں اس کا گھر (کتنی اچھی جگہ ہے) کہ اس کی زیارت گاہ
قریب تو ہے لیکن (وہاں تک پہنچنے میں) بہت سی پریشانیاں ہیں (جو اس تک
پہونچنے نہیں دیتیں) مقصد یہ ہے کہ مشکلات کا سلسلہ ختم نہ ہونے والا ہے۔

فارسی شعر
کس پایمالِ آفتِ فرسودگی مباد
دیروز ریگ بادیہ آئینہ خانہ بود

ترجمہ: زمانے کے نشیب وفراز کی مصیبت کو کسی بھی شخص کو برباد نہیں کرنا چاہئے،
گذشتہ کل جنگل کی ریت گھر کا آئینہ تھی۔

(یہ شعر کس شاعر اور کس جگہ سے ماخوذ ہے معلوم نہیں ہو پایا)

فارسی شعر
کارواں رفتہ و اندازۂ جاہش پیداست
زاں نشانہا کہ بہ ہر راہگذار افتاد ست

(شبلی نعمانی، کلیات شبلی ۳۵)

ترجمہ: کارواں جا چکا ہے اور اس کے پہنچنے کے مقام کا اندازہ ظاہر ہو چکا ہے۔
یہ وہ نشانات ہیں کہ جو ہر مسافر پر واقع ہوتے ہیں۔

فارسی شعر
بیفشاں جرعہ بر خاک و حالِ اہلِ شوکت بیں
کہ از جمشید و کیخسرو ہزاراں داستاں دارد

(دیوان حافظ ۹۹)

ترجمہ: ایک گھونٹ زمین پر لنڈھا دے اور اہل دبدبہ کی حالت پر غور کر اس لئے
کہ وہ اس میں جمشید وکیخسرو کی ہزاروں داستانیں رکھتی ہے۔ (ترجمہ: ۱۲۶)

عربی شعر
ونحن اناسٌ لا توسط بیننا
لنا الصدر دون العالمین او القبر

(ابوفراس الحمدانی، دیوان ابی فراس ۱۶۱)

ترجمہ: ہم عام آدمیوں کے مانند ہیں ہمارے درمیان کوئی واسطہ یا فاصلہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو دل ہے اس میں نہ تو دونوں دنیا اور نہ ہی قبر حائل ہو سکتی۔

فارسی شعر
گاہے گاہے بازخواں ایں دفترِ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گرداغہائے سینہ را

ترجمہ: کبھی کبھی اس پرانے قصہ کو پھر سے پڑھ لے اگر تو اپنے سینے کے داغوں کو تازہ رکھنا چاہتا ہے۔ (کس کا شعر ہے معلوم نہیں ہو سکا۔)

فارسی شعر
ہر چند سیر کردم، جاے چودل ندیدم
بایک جہاں کدورت، بازایں خرابہ جائیست

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (حکیم کاظمائے تونی، خریطۂ جواہر ۱۴۴)

ترجمہ: میں دنیا میں بہت زیادہ گھوما پھرا لیکن اپنے دل کی جگہ نہیں دیکھ پایا۔ ایک دنیا سے نفرت (کے باوجود) پھر بھی اس برباد کا مقام یہی دنیا ہے۔

فارسی شعر
ہاں رہِ عشق ست کج گشتن ندارد بازگشت
جرم را ایں جاعقوبت ہست استغفار نیست

(کلیات عرفی ص ۳۱۷)

ترجمہ: یہ بات تو ہے کہ عشق کا راستہ ٹیڑھا ہے، (اس وادی میں) گھومنا پھرنا دوبارہ گھومنے کا روا نہیں ہے۔ جرم کے لئے اس جگہ سزا ہی ہے، توبہ واستغفار (سے کام چلنے والا) نہیں ہے۔

اردو شعر
ہستی سے عدم تک نفسِ چند کی ہے راہ
دنیا سے گذرنا سفر ایسا ہے کہاں کا

(کلیات سودا ۲:۱۱)

فارسی شعر
درجستجوئے ما نہ کشی زحمت سراغ
جائے رسیدہ ایم کہ عنقانمی رسد

(کلیات بیدل ۱:۶۷۷)

ترجمہ: ہمیں تلاش کرنے کے لئے ڈھونڈنے کی زحمت گوارا نہ کر کیونکہ ہم اس جگہ پہونچ چکے ہیں کہ جہاں عنقا بھی نہیں پہونچتا۔

اردو شعر
سر پر ہجومِ دردِ غریبی سے ڈالیے
وہ ایک مشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے

(دیوان غالب ص۲۳۴)

اردو شعر
کمند پھینک کے جا قصرِ یار پر، اے شوق
یہیں ملیں گے تجھے نالۂ بلند ترے

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلام شاد، شاد عظیم آبادی ص۱۳۹)

اردو شعر
نہ کر اے یاس! یوں برباد میرے خانۂ دل کو
اس گھر میں جلایا ہے چراغ آرزو برسوں

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (امیر مینائی، مرأۃ الغیب:۲۰۱)

اردو شعر
کشتوں کا تیری چشم سیہ مست کے مزار
ہوگا خراب بھی، تو خرابات ہووے گا

(دیوان غالب ۲۳۸)

فارسی شعر
ماگوشہ را نہ بہرِ قناعت گرفتہ ایم
تن پروری بہ گوشۂ خاطر رسیدہ است

ترجمہ: ہم نے تنہائی کو قناعت کی وجہ سے اختیار نہیں کیا ہے بلکہ ہمارا مقصد اپنے دل اور جسم کو آرام پہونچانا ہے۔

اردو شعر
نے تیر کماں میں ہے، نہ صیاد کمیں میں
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے

(دیوان غالب ص۲۳۸)

فارسی شعر
شیریں تر از حکایتِ مانیست قصہ ای
تاریخِ روزگار سراپا نوشتہ ایم

(دیوان نظیری ۳۰۷)

ترجمہ: ہماری کہانی سے زیادہ شیریں کوئی قصہ کہانی نہیں ہے۔ ہم نے زمانے کی سرتاپا مکمل تاریخ کو لکھا ہے۔

فارسی شعر غلط گفتی! چرا سجادۂ تقویٰ گرو کردی
بزہد آلودہ بودم، گرنمی کردم، چہ می کردم؟

(کلیات یغمائے جندقی ص۱۷۴)

ترجمہ: تونے غلط کہا! تونے تقوے کے مصلے کو کیوں گروی کردیا، میں تو پارسائی میں آلودہ تھا، میں اگر یہ نہ کرتا تو کیا کرتا؟

فارسی شعر زشیخِ شہر جاں بُردم بہ تزویرِ مسلمانی
مدار اگر بایں کافر نمی کردم، چہ می کردم

(کلیات یغمائے جندقی:۱۷۴)

ترجمہ: شہر کے کوتوال سے جان بچانے کی خاطر میں نے مسلمان ہونے کا جھوٹ بولا۔ اگر اس جگہ میں کفر کا ارتکاب نہیں کرتا تو کیا کرتا۔

فارسی شعر بہار ار بادہ درساغر نمی کردم، چہ می کردم
زساغر گرد ماغے ترنمی کردم، چہ می کردم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات یغمائے جندقی:۱۷۴)

ترجمہ: بہار کے موسم میں اگر شراب کو پیالے میں بھرنے کا کام نہں کرتا تو کیا کرتا؟ (اور پھر) اس شراب کے پیالے سے اگر میں اپنے دماغ کو تر نہیں کرتا تو کیا کرتا؟

اردو شعر یہ جانتا ہوں کہ تو اور پاسُخ مکتوب
مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب ص۵۶)

چھٹا خط

''مذہب اور سائنس''*

مولانا آزاد مرحوم نے اس چھٹے خط کا کوئی عنوان مقرر نہیں کیا ہے لیکن اس کے بیشتر مباحث زندگی کے ایسے فلسفوں سے تعلق رکھتے ہیں جو جاگتی ہوئی اور زندہ حقیقتیں ہیں۔ خط کے آغاز میں مولانا نے زندگی کے ساتویں حصے کی قید و بند کی مشقتیں گذارنے کی بڑی خوبصورت تاویل کی ہے کہ اگر قید و بند کے حصے کو دنوں میں تقسیم کیا جائے تو ہر ساتواں دن یعنی'یوم سبت کال کوٹھری میں نظر آتا ہے۔ پھر حاشیے میں مولانا نے اس حساب کو مزید پھیلایا تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک کے حساب سے یہ حصہ ساتویں حصہ سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اس وقت کی ترپین سال کی عمر (۱۹۴۵) میں دس سال سات مہینے قید و بند میں گزارے۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ مولانا کی ستر سال کی عمر میں وفات ہونے کے سبب قید کی زندگی کی یہ مدت کم و بیش مولانا کی زندگی کا ساتواں ہی حصہ ہے، گویا انہوں نے اپنی زندگی کی تمام تعطیلات کھلی فضا میں سانس لینے کے بجائے پابندِ سلاسل ہو کر گذار دیں۔

مذکورہ خط میں مولانا نے اپنی زندگی کے بیش قیمت تجربات پیش کئے ہیں۔ ''الہلال'' ''البلاغ'' اور ''دارالارشاد'' جیسے اداروں کے قیام اور پھر ان کے نتیجوں میں آنے والے مصائب و مشکلات کا قدرے جائزہ لیتے ہوئے ان آفات اور پریشانیوں کا رونا نہیں رویا بلکہ بقول شاعر

''چلا جاتا ہوں ہنستا کھیلتا موجِ حوادث سے''

کا نمونہ پیش کیا ہے۔

---

*......غبارِ خاطر میں پیشِ نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

مذہب اور سائنس کے تعلق سے اصولی بحث کرتے ہوئے مولانا نے اپنے مذہبی خیالات کو آزادانہ انداز سے پیش کیا ہے۔ مولانا فلسفہ اور سائنس کی عقلیت سے قریب ہونے کے باوجود دل و دماغ کی تسکین کے لئے مذہب کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ مولانا کا ماننا ہے کہ زندگی بسر کرنے کے یئے صرف ثابت شدہ حقیقتوں ہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عقیدہ کی بھی ضرورت ہے ہم صرف انہیں باتوں پر قناعت نہیں کر سکتے جنہیں ثابت کر سکتے ہیں اور اس لیے مان لیتے ہیں (کہ یہ ثابت شدہ ہیں) ہمیں کچھ باتیں ایسی بھی چاہئیں جنہیں ثابت نہیں کر سکتے لیکن مان لینا پڑتا ہے۔''

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مولانا چونکہ ایک وسیع النظر، کشادہ ذہن، وسیع المطالعہ اور علوم دینیہ کے مبادیات وضروریات سے بہت زیادہ واقف تھے اس لئے انہوں نے مذہب کی صرف وراثت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسے صحیح طریقے سے سمجھا، عقل کی کسوٹی پر پرکھا، زندگی میں پیش آنے والے متضاد حالات اور ان کی کیفیات کو اپنے تجربات کی روشنی میں دیکھا، مذہب ومسالک اور ان کی کوکھ سے جنم لینے والی انسانوں کی متفرق حیثیتوں پر غور کیا تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ موروثی عقائد کے جمود کی وجہ سے وہ اس راہ کا سراغ نہیں پا سکتے جو منزل تک لے جانے والی ہے۔ البتہ جب یہ پردے ہٹ گئے تو پتہ چلتا ہے کہ ''راہ نہ تو دور تھی اور نہ کھوئی ہوئی تھی یہ خود ہماری چشم بندی تھی جس نے عین روشنی میں گم کر دیا تھا'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مذہب خصوصاً مذہب اسلام کی حقانیت کے قائل تھے اور اس پر کاربند بھی تھے لیکن وہ اس بات کے خواہش مند تھے کہ مذہب پر چلنے واے عام انسانوں کو بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ کو پوری طرح ان حقائق کا مشاہدہ کرنا چاہئے جن کی بنیادوں پر مذہب قائم ہے اور پھر مضبوطی کے ساتھ ان عقائد کو ماننا چاہئے جو مذہب کی بنیاد ہیں۔ تبھی عالم انسانیت کے لئے مذہب فائدہ رساں ہوسکتا ہے۔

بہر حال یہ خط فلسفیانہ نوعیت کا ہے جس میں مولانا نے اپنے جو نظریات پیش کئے ہیں ان کی صداقت کو تسلیم کرنے کے باوجود ان سے اختلاف کی گنجائش بھی نکلتی ہے۔

۱۱راگست ۱۹۴۲ء کو لکھے گئے اس چودہ صفحات کے خط میں مولانا نے اپنی نظر مذہب اور عقل کی فلسفیانہ موشگافیوں پر ہی مرکوز رکھی ہے۔

اس خط میں مولانا اپنے حافظے اور شعر فہمی کی فطری صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے پوری برجستگی کے ساتھ فارسی زبان کے اکیس اشعار اور چھ مصرعوں کا استعمال کیا ہے۔عربی زبان کے ۲ اشعار اور اردو کے چھ اشعار حسب ضرورت لائے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں انگریزی زبان کے مشہور شاعر لارڈ ٹینی سن کی نظم ''ان میموریم'' کے پہلے بند کے دو مصرعے بھی مذکورہ خط میں ملتے ہیں۔

مولانا نے بیدل کی فارسی رباعی کا صرف ایک شعر نقل کیا ہے۔ مالک رام صاحب نے حواشی میں اس رباعی کا دوسرا شعر ''بیدل ہمہ را بحال خودمی بینم ، ہر کس بخیال خویش خبطے دارد'' نقل کر کے رباعی کی تکمیل کر دی ہے۔مولانا نے ایک جگہ ایک مصرعہ ''بہر یک گل، زحمت صد خاری باید کشید'' نقل کیا ہے۔ تحقیق کے باوجود مالک رام صاحب اس کا دوسرا مصرعہ لانے سے قاصر رہے۔اس طریقہ پر مالک رام صاحب نے مولانا کے لائے گئے باقی ماندہ پانچ مصرعوں کی تکمیل کر کے انہیں مکمل شعر کی شکل میں پیش کر دیا۔

''وقت کے جو حالات ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، ان میں سے اِس ملک کے باشندوں کے لئے زندگی بسر کرنے کی دو ہی راہیں رہ گئی ہیں، بےحسی کی زندگی بسر کریں، یا احساس حال کی۔ پہلی زندگی ہر حال میں اور ہر جگہ بسر کی جاسکتی ہے، مگر دوسری کے لیے قید خانہ کی کوٹھری کے سوا اور کہیں جگہ نہ نکل سکی۔ ہمارے سامنے بھی دونوں راہیں کھلی تھیں۔ پہلی ہم اختیار نہیں کر سکتے تھے، ناچار دوسری اختیار کرنی پڑی۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/٦

فارسی شعر خضر صد منزل بہ پیشم آمد و نشنا ختم
بازمی خواہم ز سرگیرم رہِ پیمودہ را

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان نظیری نیشاپوری ص ۲۲)

ترجمہ: خضر سو جگہ میرے سامنے آئے لیکن میں نے ان کو نہیں پہچانا۔ اب میں پھر چاہتا ہوں کہ میں طے کردہ راستے کو دوبارہ اختیار کروں۔

فارسی شعر نہ گویمت کہ ہمہ سال مے پرستی کن
سہ ماہ مے خورونہ ماہ پارسائی باش

(دیوان حافظ ص ۲۰۴)

ترجمہ: میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ تمام سال شراب پینے کا عمل کر۔ تو صرف تین ماہ شراب پی اور نو مہینے پارسا رہ۔

فارسی شعر نالہ از بہرِ رہائی نہ کند مرغِ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود

(دیوانِ نظیری: ۱۷۲)

ترجمہ: قید میں رہنے والا پرندہ اپنی رہائی کے لئے کوئی فریاد نہیں کرتا بلکہ وہ اس بات پر افسوس کر رہا ہے کہ وہ ایک مدت سے گرفتار نہیں ہوا۔

فارسی شعر رندِ ہزار شیوہ را طاعتِ حق گراں نہ بود
لیک صنم بہ سجدہ درنا صیہ مشترک نخواست

(کلیات غالب فارسی ص ۳۸۸)

ترجمہ: ہزاروں ہنر رکھنے والے شرابی کو حق کا ماننا کوئی مشکل نہیں تھا۔ لیکن صنم نے پیشانی میں سجدے کا اشتراک نہیں چاہا۔

اردو شعر
ناکردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داد
یارب اگر ان کردہ گناہوں کی سزا ہے

(دیوان غالب ۲۳۵)

اردو شعر
نقصاں نہیں ہے جنوں میں بلا سے ہو گھر خراب
دو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں

(دیوان غالب ص۱۱۹)

اردو شعر
کون ایسا ہے جسے دست ہو دلسازی میں
شیشہ ٹوٹے تو کریں لاکھ ہنر سے پیوند

(کلیات سودا ص۵۴)

فارسی شعر
دل شکستہ دراں کوچہ می کند درست
چنانکہ خودنشناسی کہ ازکجا بشکست

(دیوان نظیری ۱۷)

ترجمہ: اس گلی میں ٹوٹے ہوئے دلوں کو اس طرح درست کیا جاتا ہے کہ تم خود نہیں پہچان سکتے کہ دل کہاں سے ٹوٹا؟

فارسی شعر
تو کریم مطلق و من گدا، چکنی جز ایں کہ نخوانیم
درِ دیگرے بنما کہ من بکجا روم، چو برانیم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات بیدل ۱:۸۷۸)

ترجمہ: اے اللہ آپ پورا پورا کرم کرنے والے ہیں اور میں محتاج ہوں۔ میں کیا کروں؟ میں کہاں جاؤں؟ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتا کہ تو ہی مجھ کو کوئی دوسرا دروازہ دکھا (تاکہ میں اپنے مصائب و مشکلات سے نجات پا جاؤں)

اردو شعر
تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے
تیرا پتا نہ پائیں تو ناچار کیا کریں

(دیوان غالب: ۱۳۰)

عربی شعر
تداویت من لیلیٰ بلیلیٰ عن الھویٰ
کما یتداوی شارب الخمر بالخمر

(الحماسۃ المصریۃ ۲:۱۷۴)

ترجمہ: میں نے راتوں میں لیلیٰ کے ذریعہ خواہشاتِ نفسانیہ کا علاج خود کرلیا،
جیسے شراب پینے والا شراب کے ذریعہ اپنا علاج خود کرلیتا ہے۔

فارسی شعر　　راہے کہ خضر داشت زسرِ چشمہ دور بود
لب تشنگی زراہِ دیگر بردہ ایم ما

(کلیات عرفی ص ۲۷۷)

ترجمہ: وہ راستہ جو خضر رکھتا ہے چشمہ کے کنارے سے دور تھا (اس لئے) ہم
اپنے ہونٹوں کی پیاس دوسرے راستے میں بجھا کر آئے ہیں۔

فارسی شعر　　دردشتِ آرزو نہ بود بیمِ دام ودو
راہے ست کہ ہم زتو خیزد بلائے تو

(کلیات فیضی ۴۹۲)

ترجمہ: آرزو کے جنگل میں قید ہونے کا یا جل جانے کا خوف نہیں ہوتا یہ ایسی راہ
ہے کہ تجھ سے خود تیری بلا کو ٹال دیتا ہے۔

فارسی شعر　　تابغایتِ ما ہنر پنداشتیم
عاشقی ہم ننگ و عارے بودہ ست

(دیوان وحشی بافقی ص ۲۰)

ترجمہ: انتہائی درجہ تک جب ہم کاریگری کو پہچانتے ہیں تو وہ عشق کرنا باعثِ شرم
وحیا ہوجاتا ہے۔

فارسی شعر　　بغیر دل ہمہ نقش و نگار بے معنی ست
ہمیں ورق کہ سیہ گشت مدعا ایں جاست

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے)　　(دیوان نظیری نیشاپوری: ۴۶)

ترجمہ: بغیر دل کے سبھی نقش ونگار بیکار ہیں ورق تو سیاہ ہوگئے (بھر گئے) اور مدعا
دھرا رہ گیا۔

عربی شعر　　عبـا راتـنـا شتیٰ وحسنک واحد
وکـل الـی ذلک الجمـال یشیـر

ترجمہ: ہماری تعبیرات بہت سی ہیں اور تیرا جمال ایک ہے، اور تمام (تعبیرات)
تک پہونچنے کے لئے یہی جمال ایک راستہ ہے۔

فارسی شعر
بر چہرۂ حقیقت اگر ماندہ پردۂ
جرم نگاہ دیدۂ صورت پرست ماست

(دیوان نظیری: ۴۷)

ترجمہ: حقیقت کے چہرے پر اگر پردہ پڑا ہوا ہے تو سمجھ لے کہ ظاہر میں نظر آنے
والی چیزوں کو دیکھنے کا جرم بھی ہماری صورت پرست نگاہ کا قصور ہے۔

فارسی شعر
جلوۂ کاروانِ مانیست بناقہ و جرس
شوقِ تو راہ می برد، دردِ تو زادمی دہد

(غبار خاطر کے متن میں بناقہ کی جگہ بہ نالہ، شوق کی جگہ عشق اور درد کی جگہ شوق لکھا ہوا ہے۔)
(دیوان فیضی ۳۷۶)

ترجمہ: ہمارے قافلے کا جلوہ اونٹنی اور گھنٹہ کے بغیر نہیں ہے۔ تیرا شوق راستہ
طے کراتا ہے اور تیرا درد اس شوق کو بڑھاتا ہے (تیرا عشق راستہ طے کراتا ہے
اور تیرا شوق اس عشق کو بڑھاتا ہے) بریکٹ میں معنی اس صورت میں دیئے گئے
ہیں جبکہ شوق کی جگہ عشق اور درد کی جگہ شوق پڑھا جائے۔)

فارسی شعر
معشوق درمیانۂ جاں مدعی کجاست
گل دردماغ می دمد آسیب خارجی ست

(عرفی، شعرالعجم ۳: ۱۳۱)

ترجمہ: معشوق جان کے درمیان ہے، مدعی کہاں ہے۔ پھول دماغ میں مہک رہا
ہے باہر جو کچھ نظر آرہا ہے وہ صرف جادوئی کیفیت ہے۔

فارسی شعر
دویدن، رفتن، استادن، نشستن، خفتن ومُردن
بقدر ہرسکوں راحت بود، بنگر تفاوت را

(دوسرا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (میرزا صائب)

ترجمہ: دوڑنا، جانا، کھڑے ہونا، بیٹھنا، سونا اور مرجانا، ہر حالت میں ٹھہراؤ، اسی
کے بقدر آرام دہ ہوتا ہے، تو ان کے درمیان کے فرق کو تو دیکھ۔

فارسی مصرعہ بہریک گل، زحمتِ صدخار می باید کشید

(دیوان جامی)

ترجمہ: ایک پھول کے واسطے سو کانٹوں کی تکلیف برداشت کرنی چاہئے۔

فارسی شعر رہرواں را خستگیِ راہ نیست
عشق ہم راہ ست و خود منزل ست

(نشاط اصفہانی، ریاض العارفین: ۵۳۵)

ترجمہ: راہِ عشق پر چلنے والوں کو راستے کی تکلیفوں کا رنج نہیں ہوتا ہے کیونکہ عشق تو خود ہی راستہ ہے اور خود ہی منزل ہے۔

فارسی شعر حریفِ کاوشِ مژگانِ خونریزش نۂ ناصح
بدست آور رگِ جانے و نشتر را تماشا کن

(کلیات شیخ علی حزیں ۶۰۳)

ترجمہ: اس کی خون ٹپکانے والی پلکوں کا مقابل تلاش نہ کرائے نصیحت کرنے والے میری جان کی رگ کو ہاتھ میں لے لے اور نشتر سے تماشا کر۔

فارسی رباعی زاہد بہ نماز و روزہ ضبطے دارد
سرمد بہ مے و پیالہ ربطے دارد
بیدل ہمہ را بحالِ خود می بینم
ہرکس بخیالِ خویش خبطے دارد

ترجمہ: متقی و پارسا شخص نماز، روزہ اور مصلے سے باقاعدہ تعلق رکھتا ہے، جبکہ سرمد اپنا تعلق شراب اور پیالے سے رکھتا ہے۔ اے بیدل میں ہر کسی کو اپنے حال پر دیکھتا ہوں جبکہ ہر شخص اپنے خیال میں پاگل پن رکھتا ہے۔

(غبارِ خاطر کے متن میں صرف پہلا شعر دیا گیا ہے حواشی میں مالک رام صاحب نے دوسرا شعر نقل کرنے کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ کلیاتِ بیدل میں یہ رباعی نہیں ملی۔)

فارسی شعر نہ داغ تازہ می کارد، نہ زخمِ کہنہ می خارد
بدہ یارب! دلے کیں صورتِ بیجاں نمی خواہم

(کلیات عرفی شیرازی: ۳۲)

ترجمہ: نہ تو تازہ داغ کوئی کام دیتا ہے اور نہ ہی پرانا زخم تکلیف پہونچاتا ہے یا اللہ تو مجھ کو دل عطا کر کیونکہ میں یہ بے جان صورت نہیں چاہتا۔

فارسی شعر
دریں چمن کہ ہوا داغِ شبنم آرائی ست
تسلّیے بہ ہزار اضطراب می بافند

(کلیات بیدل ۱:۶۱)

ترجمہ: اس چمن میں جو شبنم آرائی کے داغ کی خواہش ہے یہ بس ایک تسلی ہے جو ہزارہا بے چینیوں کو جنم دیتی ہے۔

اردو شعر
دامن اُس کا تو بھلا دور ہے، اے دستِ جنوں
کیوں ہے بیکار، گریباں تو مرا دور نہیں

(مفتی صدرالدین خان آزردہ، خم خانۂ جاوید ۱:۵۹)

فارسی شعر
بامن آویزشِ او الفتِ موج ست و کنار
دمبدم بامن و ہر لحظہ گریزاں از من

(دیوان کلیم: ۲۹۴)

ترجمہ: میرے ساتھ اُس کا ملنا موج اور کنارے کے ملنے کے مانند ہے ہر وقت وہ میرے ساتھ ہے اور ہر لحہ وہ مجھ سے بھاگتا ہے۔

اردو شعر
آجائے ایسے جینے سے اپنا تو جی تنگ
آخر جئے گا کب تلک، اے خضر! مرکہیں

(دیوان درد: ۵۳)

فارسی شعر
آنکہ اودر کلبۂ احزاں پسر گم کردہ یافت
تو کہ چیزے گم نہ کردی از کجا پیدا شود

(دیوان نظیری: ۱۷۹)

ترجمہ: اے وہ شخص جو غمزدوں کے چھوٹے سے گھر میں اپنے گم کیے ہوئے بیٹے کو پا چکا ہے (جب) تو نے کوئی بھی چیز گم نہیں کی (تو) کہاں سے مل جائے۔

فارسی شعر
موجیم کہ آسودگیِ ماعدمِ ماست
مازندہ ازا نیم کہ آرام نگیریم

(دیوان کلیم کاشانی: ۳۲۶)

ترجمہ: ہم وہ موج ہیں کہ ہماری زندگی ہمارے نہ ہونے میں ہے۔ ہم زندہ صرف اسی وجہ سے ہیں کہ ہم آرام نہیں کرتے۔

فارسی شعر خاکِ کویش خود پسند افتاد درجذبِ سجود
سجدہ از بہرِ جرم نہ گذاشت درسیمائے من

(کلیاتِ غالب:۳۴۳)

ترجمہ: اس کی گلی کی خاک خود پسند ہونے کے باوجود سجدوں کی کشش میں گر گئی میری پیشانی میں جرم کے واسطے سے سجدہ کا کوئی نشان نہیں چھوڑا۔

فارسی شعر تحقیقِ حالِ مازنگہ می تواں نمود
لختے زحالِ خویش بہ سیما نوشتہ ایم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوانِ نظیری:۳۰۸)

ترجمہ: ہمارے حالات کے متعلق نگاہوں سے کچھ نہیں دیکھ سکتے۔ حالانکہ ہم نے اپنے حال کا ایک ایک واقعہ پیشانی پر لکھ رکھا ہے۔

فارسی شعر ساقی بہ ہمہ، بادہ زیک خُم دہدٗ امّا
درمجلسِ او مستیِ ہریک زشرا بے ست

ترجمہ: ساقی ان تمام اوصاف کے باوجود شراب کے ایک مٹکے سے شراب دیتا ہے کیونکہ اس کی مجلس میں ہر ایک آدمی کی مستی یا مدہوشی شراب کے نشہ کی وجہ سے ہے۔

فارسی شعر زخارِ زارِ محبت دل ترا چہ خبر
کہ گل بجیب نہ گنجد قبائے تنگ ترا

(دیوانِ نظیری:۱۰)

ترجمہ: محبت بھرے دل کی کانٹوں بھری وادی کے تعلق سے تجھ کو کیا خبر؟ کہ گریبان میں لگنے والا پھول تیری قبا میں نہیں سما سکتا۔

ساتواں خط

''لذتِ سحر خیزی''[1]

مولانا مرحوم کا بچپن سے ہی صبح سویرے اٹھنے کا معمول تھا۔ اس معمول کو بنانے کے لئے انہیں اپنی طبیعت پر جبر بھی کرنا پڑا۔ نیند جیسی لذت آمیز چیز سے تعلقات میں کشیدگی پیدا کرنا اور وہ بھی بچپن اور جوانی کے ان ایام میں جبکہ دنیا کی ہر شے کو قربان کر کے نیند کو عزیز تر رکھا جاتا ہے، کارے دارد والا معاملہ ہے لیکن ارادے کی پختگی اور عہد کی پابندی کا جو لوگ قرار و پاس رکھتے ہیں وہ اس بیش قیمت چیز پر ہزار ہا نیند کو قربان کر دیتے ہیں۔ بیدار مغز، مولانا ابوالکلام آزاد انہیں افراد میں سے تھے۔ جنہوں نے قوم و ملت کو جگانے کی غرض سے عملی طور پر اپنی نیند کو قربان کر دیا۔ سحر خیزی کی اس عادت نے مولانا کی اولوالعزمی کو مزید جلا بخشی۔ بقول آزاد ''دنیا کے لئے سونے کا جو وقت سب سے بہتر ہوا وہی میرے لئے بیداری کی اصل پونجی ہوئی، لوگ ان گھڑیوں کو اس لئے عزیز رکھتے ہیں کہ میٹھی نیند کے مزے لیں۔ میں اس لئے عزیز رکھتا ہوں کہ بیداری کی تلخ کامیوں سے لذت یاب ہوتا رہوں''۔ اس عادت سے مولانا کو جو فائدے حاصل ہوئے اس میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ وہ ان اوقات میں غور و فکر کے عادی ہو گئے جب دنیا سوئی ہوئی ہوتی ہے اور کوئی خلل انداز نہیں ہوتا۔ جتنا سکون اس وقت میسر ہوتا ہے اور جتنے اطمینان کے ساتھ ایسے لمحات کو کارآمد کیا جا سکتا ہے اس میں مولانا نے کوئی بخل نہیں کیا بلکہ اس سے پورا پورا فائدہ حاصل کیا۔

مولانا کو یہ عادت بچپن میں گھریلو ماحول سے ملی تھی اور اس کو انہوں نے تاعمر اپنی ترقی

---

[1] ۔۔۔۔۔غبار خاطر میں پیش نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

وتیز گامی کے لئے ضروری سمجھتے ہوئے سفر وحضر، غلامی وآزادی، قید ورہائی میں ہر ہر طرح سے اپنا معمول بنالیا۔

اس معمول کے تذکرے کے ساتھ مولانا نے صبح کے وقت میں قلعہ میں انگریزی سپاہیوں کے ذریعہ جو کارگذاریاں عمل میں لائی جاتی ہیں ان کی چشم دید شہادت پیش کی ہے۔ اس خط کے تحریر کے وقت مولانا کو جیل میں ایک ہفتہ کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اس ایک ہفتہ میں وہ اس قید خانے کے عادی ہو گئے تھے جیل کا اسٹاف بھی مولانا کا مزاج شناس ہو گیا تھا۔ مولانا نے اس پر مشقت زندگی میں بھی نہ تو اپنے اوپر انگریزوں کا رعب طاری ہونے دیا اور نہ ہی وہ ان سے دہشت زدہ یا سراسیمہ ہوئے بلکہ وقت بے وقت وہ جیل اسٹاف یہاں تک کہ بڑے بڑے افسران کو ہی مرعوب کرتے رہے، اسی وجہ سے کلکٹر اور سِول سرجن تک مولانا کے سامنے سرِ نیاز خم کیے رہے۔ ایک موقع پر جب مولانا کے معائنہ کی ضرورت پیش آئی اور ان سے سینہ دکھانے کی درخواست کی گئی تو مولانا نے اسے یہ کہہ کر اس کی درخواست کو ٹھکرا دیا کہ ''سینہ دیکھنے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ ضرورت دماغ دیکھنے کی ہے، اگر تمہارے پاس کوئی ایسا آلہ ہو جس سے دماغ دیکھا جا سکے تو اسے کام میں لایئے۔''

اس کے بعد انسپکٹر آف پریزن کی طرف سے کچھ بندشیں بڑھادی گئیں جنہیں مولانا نے بسروچشم قبول کیا لیکن ان کی کسی رعایت کا فائدہ اٹھانا گوارہ نہیں کیا۔

۱۵/اگست ۱۹۴۲ء کو لکھا گیا مولانا کا یہ خط تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ہے جس میں فارسی کی ایک رباعی کے علاوہ اٹھارہ اشعار اور تین مصرعے، اردو کے تین اشعار اور عربی زبان کے ایک شعر کا برمحل استعمال کیا گیا ہے۔ مہری رباعی کے ایک مصرعہ ''درِ ہر کس کہ زدم، بے خبر وغافل بود'' کو حواشی میں اولین تینوں مصرعے پیش کر کے مالک رام صاحب نے مکمل رباعی کر دیا ہے۔

اشعار خط نمبر ۷

فارسی شعر

مارا زبانِ شکوہ زبیدادِ چرخ نیست
از ما خطے بہ مہر خموشی گرفتہ اند

(دیوان طالب آملی:۱۱۳۳)

ترجمہ: آسمان کے ظلم وستم سے ہم کو کوئی شکایت نہیں ہے۔ ہماری طرف سے ایک لکیر خاموشی کی مہر کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

فارسی اشعار

دریں زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل ست
صراحی مئے ناب و سفینۂ غزل ست
جریدہ رو کہ گذر گاہِ عافیت تنگ ست
پیالہ گیر کہ عمرِ عزیز بے بدل ست

(دیوان حافظ:۶۲)

ترجمہ: اے دوست! اس زمانے میں اگر کوئی چیز خرابی سے خالی ہے تو وہ خالص شراب کی صراحی اور غزل کی کتاب ہے۔ تنہا چل! کہ عافیت کا راستہ تنگ ہے اور پیالہ تھام لے اس لئے کہ پیاری عمر بے بدل ہے۔

فارسی شعر

چل سال رنج و غصہ کشیدیم و عاقبت
تدبیرِ ما بدست شرابِ دو سالہ بود

(دیوان حافظ:۱۵۶)

ترجمہ: چالیس سال تک ہم نے رنج وغصہ برداشت کیا لیکن انجام کار، ہماری تدبیر دو سالہ شراب کے ہاتھ میں تھی۔

اردو شعر

ہے اعتماد مرے بختِ خفتہ پر کیا کیا
وگرنہ خواب کہاں چشمِ پاسباں کے لئے

(کلیات مومن:۱:۲۵۳)

فارسی شعر دائم کسے بقافلہ بودست پاسباں
بیدار شو کہ چشمِ رفیقاں بخواب شد

(دیوان نظیری:۱۴۵)

ترجمہ: ہمیشہ کے لئے ہر شخص اپنی زندگی کے قافلے کا محافظ و نگراں ہوتا ہے۔
بیدار ہو جا کیونکہ (اس وقت) دوستوں کی آنکھوں میں نیند آگئی ہے۔

فارسی شعر خلق را بیدار باید بود زآبِ چشمِ من
ویں عجب کاں دم کہ می گریم کسے بیدار نیست

(شیخ سعدی دیوان سعدی شیرازی ۳۹۴)

ترجمہ: میری آنکھ کے آنسو سے مخلوق کو بیدار ہو جانا چاہئے۔لیکن عجیب بات یہ
ہے کہ جس وقت میں رو رہا ہوں کوئی بھی شخص بیدار نہیں ہے۔

فارسی شعر زندہ درعالمِ تصویر ہمیں نقاش ست
خوابِ غفلت ہمہ را بُردہ و بیدار یکے ست

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (ملا درکی قُمی) خریطۂ جواہر:۱۰۸

ترجمہ: دنیا میں اسی مصور کی تصویر زندہ رہنے والی ہے (جو کہ اس وقت جب)
سب تو غفلت کی نیند میں سوتے ہوں اور وہ تنہا جاگتا ہو۔

فارسی شعر خوش زمزمۂ گوشۂ تنہائیِ خویشم
از جوش و خروشِ گل و بلبل خبرم نیست

(رضی دانش)

ترجمہ: میری اس تنہائی کے گوشے میں گایا جانا والا گیت بڑا پیارا ہے۔گل اور
بلبل کے جوش وخروش کی مجھے کوئی خبر نہیں ہے۔

فارسی شعر ازاں بہ دیرِ مُغانم عزیز می دارند
کہ آتشے کہ نہ میرد، ہمیشہ در دلِ ماست

(دیوان حافظ:۳۹)

ترجمہ: آتش پرست، آتش کدہ میں مجھے اس وجہ سے عزت سے رکھتے ہیں کہ جو
آگ کبھی نہ بجھنے والی ہے وہ ہمیشہ ہمارے دل میں لگی ہوئی ہے۔

فارسی شعر
سینۂ گرم نہ داری مطلب صحبتِ عشق
آتشے نیست چو در مجمرہ ات عودمخر

(کلیاتِ عرفی:۳۸۶)

ترجمہ: تو اگر سینے کو گرم نہیں رکھتا تو عشق کی صحبت کا (کیا) مطلب؟ کیونکہ کوئی آگ ایسی نہیں ہے خواہ وہ کسی چھوٹے سے برتن میں (کیوں نہ) جلائی جائے کہ لکڑی آگ کو نہ پکڑے۔

فارسی شعر
مرو بخواب کہ حافظؔ بہ بارگاہِ قبول
وِردِ نیم شب و درسِ صبحگاہ رسید

(دیوان حافظ:۱۰۰)

ترجمہ: اے حافظؔ اس وقت نہ سو! کہ تو مقبولیت کی بارگاہ میں آدھی رات کے وظیفے اور صبح کے وقت کے درس سے پہونچ گیا ہے۔

عربی شعر
اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھویٰ
فصادف قلباً فارغاً فتمکنا

(یہ کس کا شعر ہے اور کہاں سے لیا گیا ہے معلوم نہیں ہوسکا)

ترجمہ: مجھکو اس کی خواہش اُس وقت سے بھی پہلے دی گئی ہے جبکہ میں خواہش کو پہچانتا بھی نہیں تھا۔ پس دل فارغ ہوگیا اور دونوں (دل وخواہش) کو قرار آگیا۔

فارسی رباعی
ستم ست گر ہوست کشد کہ بہ سیرِ سرو وسمن درآ
تو زغنچہ کم نہ دمیدۂ درِ دل کشا، بہ چمن درآ
پےِ نافہ ہائے نجستہ بو،مپسند زحمتِ جستجو
بخیالِ حلقۂ زلفِ اوگرہے خور و بہ ختن درآ

(کلیاتِ بیدل ا:۸۴)

ترجمہ: اے محبوب! اگر تیری ہوس سرو وسمن کی سیر پر آمادہ کرتی ہے تو یہ ظلم ہے۔ (تیرا مقام) کشادہ دل میں کھلنے والی کلی سے کم نہیں ہے۔ تو چمن میں داخل ہوجا۔ بہت سے نافوں کی بہترین پسندیدہ خوشبو (کے باعث) تو تلاش کی

زحمت گوارا نہ کر۔ تو اپنے محبوب کی زلف کے حلقوں کی جمال میں ایک گرہ لگا اور خُتن (چین کا وہ شہر جہاں سے مشک لاتے ہیں) میں داخل ہو جا۔

فارسی شعر
این کہ می گویند، آن بہتر ز حسن
یارِ ما این دارد و آں نیز ھم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ: ۲۴۵)

ترجمہ: لوگ کہتے ہیں کہ آن، حسن سے بہتر ہے۔ ہمارا دوست یہ بھی رکھتا ہے اور وہ بھی۔

فارسی شعر
زبسکہ در دلِ تنگم خیالِ آں گل بود
نفیر خوابِ من امشب صفیرِ بلبل بود

(یہ شعر کس کا ہے اور کہاں سے ماخوذ ہے معلوم نہیں ہو سکا۔)

ترجمہ: بہت سی وجوہات کی بنا پر میرے تنگ دل میں اس پھول کا خیال آ جاتا ہے۔ آج کی رات میرے خواب کی فریاد، بلبل کی اس آواز کی مانند تھی جو دوسرے پرندوں کو بلاتی ہے۔

فارسی رباعی
حل ہر نکتہ کہ بر پیرِ خرد مشکل بود
آزمودیم، بیک جُرعۂ مے حاصل بود
گفتم، از مدرسہ پرسم سببِ حرمتِ مے
درِ ہر کس کہ زدم، بے خبر و غافل بود

(اولین تینوں مصرعے غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہیں) (مہری رباعی۔ آتش کدۂ آزر ۳۶۰)

ترجمہ: وہ نکتہ جس کو حل کرنا ہر بڑے چھوٹے کے لئے مشکل تھا وہ ہم آزما چکے ہیں وہ صرف شراب کے ایک گھونٹ کا حاصل کرنا تھا۔ میں نے کہا کہ میں شراب کی حرمت کے بارے میں مدرسے میں جا کر پوچھتا ہوں۔ وہاں جس شخص سے بھی میں نے پوچھا وہ (شراب کی حرمت کے بارے میں، یا شراب کے نشے کی وجہ سے) بے خبر اور غافل تھا۔

فارسی شعر
بگذر مسیح! از سرِ ما کشتگانِ عشق
یک زندہ کردنِ تو بہ صد خوں برابر ست
(شریف خاں شیرازی بحوالہ توزک جہاں گیری ص ۱۱۱)

ترجمہ: اے مسیح چھوڑ ان باتوں کو! عشق میں ہم قتل ہونے والوں کی جان کو (دوبارہ زندہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس مقام پر) ایک کو زندہ کرنا سو آدمیوں کے خون کے برابر ہے۔

اردو شعر
زباں جلائی، کئے قطع ہاتھ پہنچوں سے
یہ بندوبست ہوئے ہیں میری دعا کے لئے
(یادگارِ داغ: ۲۵۳)

فارسی شعر
نقابِ چہرۂ امید باشد گردِ نومیدی
غبارِ دیدۂ یعقوب آخر توتیا گردد
(دیوان صائب: ۲۳۱)

ترجمہ: امید کے چہرے کی نقاب ناامیدی کی گرد ہوتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں کا غبار بالآخر سرمہ ہو جاتا ہے۔

فارسی شعر
زتیغِ بے نیازی تاتوانی، قطعِ ہستی کن
فلک تا افگند از پا ترا، خود پیش دستی کن
مرزا احسن اللہ مخاطب بہ ظفر خاں احسن (شمع انجمن ۵۴)

ترجمہ: بے نیازی کی تلوار سے اپنی (ممکنہ) قدرت تک اپنی ہستی کو ختم کر دے۔ جب تک کہ آسمان تجھے چلنے سے عاجز کرے خود آگے بڑھ کر اقدام کر۔

اردو شعر
دامن اس کا تو بھلا دور ہے اے دستِ جنوں
کیوں ہے بیکار، گریباں تو میرا دور نہیں
(مفتی صدرالدین آرزدہ، آثار الصنادید: ۵۳۹)

فارسی اشعار
دی پیرِ مے فروش کہ ذکرش بخیر باد
گفتا: شراب نوش و غم دل ببر زیاد"
گفتم: بیادمی دہدم بادہ نام و ننگ"

گفتا: قبول کن سخن و ہرچہ باد، باد'
''بے خار گل نہ باشد و بے نیش نوش ہم
تدبیر چیست؟ وضعِ جہاں ایں چنیں فتادؔ'
''پُرکن زبادہ جام و دمادم بگوشِ ہوش
بشنو ازو حکایتِ جمشید و کیقبادؔ'

(دیوانِ حافظ:۱۳۔۱۴۱)

ترجمہ: گذشتہ کل ایک شراب بیچنے والے بوڑھے نے، کہ اس کا ذکر خیر سے ہو، یہ کہا، کہ ''شراب پی اور غم بھلا دے۔'' میں نے کہا کہ ''شراب میری عزت و آبرو کو برباد کردے گی''، اس نے کہا ''بات مان لے جو ہو سو ہو، کانٹے بغیر پھول اور ڈنک کے بغیر شہد نہیں ہوتا''، تدبیر کیا ہے؟ زمانے کا انداز یہی ہے۔ شراب سے پے در پے جام پُر کر (اور پھر) ہوش کے کان کھول کر اُس سے جمشید و کیقباد کا قصہ سن!

''میری ابھی دس گیارہ سال کی عمر ہوگی کہ یہ باتیں کام کر گئی تھیں۔ بچپنے کی نیند سر پر سوار رہتی تھی، مگر میں اس سے لڑتا رہتا۔ صبح اندھیرے میں اٹھتا، اور شمعدان روشن کر کے اپنا سبق یاد کرتا۔ بہنوں سے منتیں کیا کرتا تھا کہ صبح آنکھ کھلے، تو مجھے جگا دینا۔ وہ کہتی تھیں، یہ نئی شرارت کیا سوجھی ہے۔ اس خیال سے کہ میری صحت کو نقصان نہ پہنچے، والد مرحوم روکتے، لیکن مجھے کچھ ایسا شوق پڑ گیا تھا کہ جس دن دیر سے آنکھ کھلتی، دن بھر پشیمان سا رہتا۔ آنے والی زندگی میں جو معاملات پیش آنے والے تھے، یہ ان سے میرا پہلا سابقہ تھا۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

آٹھواں خط

''لطفِ چائے نوشی''؎

۱۹/اگست ۱۹۴۲ء کو قلعہ احمد نگر سے لکھے مکتوب کی شروعات مولانا نے اپنے صبح سویرے اٹھنے کے معمولات سے کی ہے۔ چائے نوشی کا جو ذوق اللہ تعالیٰ نے مولانا کو عطا کیا تھا وہ بہت کم لوگوں کے حصے میں آتا ہے۔ انگریزوں نے ہندوستانیوں کو چائے کا چسکا لگا دیا لیکن جس لطف کے ساتھ مولانا نے اپنی چائے نوشی کا ذکر اپنے خطوط میں جس طرح سے کیا اُس کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔

مولانا نے غبار خاطر میں چائے نوشی کا تذکرہ جہاں کہیں بھی کیا ہے وہ مولانا کو بلا کا ''مے نوش'' ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اور پھر ذکر بھی اس انداز سے کہ اس پر مے خانے کی وہ تمام تعبیرات صادق آتی ہیں جو عربی، فارسی اور اردو شاعری میں ''خمریات'' کے ضمن میں قدیم و جدید شعراء نے پیش کی ہیں۔

سحر خیری اور اس میں چائے کی ایک چسکی مولانا کے نشہ کو دو آتشہ کر دیتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طبیعت میں شگفتگی اور بذلہ سنجی ایسے اوقات میں زیادہ بڑھ جاتی ہے جب وہ چائے پینے کے بعد بات کو آگے بڑھاتے ہیں۔

مذکورہ خط سابقہ خط کا تتمہ کہا جائے تو نامناسب نہیں ہوگا۔ سابقہ خط میں مولانا نے جس انسپکٹر جنرل کا ذکر کیا تھا اس میں اسی کو تھوڑا آگے بڑھاتے ہوئے اپنی شوخ مزاجی کا ذکر اس واقعہ سے کیا ہے جب انہوں نے میجر ایم سینڈک کو ''چیتہ خان'' کا لقب عطا کیا اور یہ لقب اس کے اصل نام سے زیادہ مشہور ہو گیا۔

؎.....غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

چیتہ خان کے آنے پر جیل کے نقشے کی جو منظر کشی مولانا نے پیش کی ہے وہ مولانا کی شگفتہ مزاجی کا بہترین نمونہ ہے۔ قلعہ میں قید زندگی کی طرز رہائش، انگریزوں کے ذریعہ سامان کی تلاش کا طریقۂ کار اور اس سے پیدا شدہ ذہنی الجھنوں پر شکوہ و ماتم کے بجائے اس کو اس خوبصورت انداز سے پیش کیا ہے کہ یہ قید کی سرگذشت نہیں بلکہ شب و روز کی ادبی ڈائری معلوم ہونے لگتی ہے۔

مذکورہ خط میں مولانا نے فارسی زبان کے نو اشعار اور دس مصرعوں نیز اردو زبان کے چھ اشعار اور چھ مصرعوں کو درمیانِ تحریر نہایت خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ فارسی و اردو مصرعوں کی تکمیل حوالوں کے ساتھ محترم مالک رام صاحب نے حواشی میں کردی ہے۔

”قلعہ کی جس عمارت میں ہم رکھے گئے ہیں، یہاں غالباً چھاؤنی کے افسر رہا کرتے تھے۔ گاہ گاہ جنگی قیدیوں کیلئے بھی اسے کام میں لایا گیا ہے۔ جنگ بوئر کے زمانے میں جو قیدی ہندوستان لائے گئے تھے، ان کے افسروں کا ایک گروہ یہیں رکھا گیا تھا۔ گذشتہ جنگ میں بھی ہندوستان کے جرمن یہیں نظر بند کیے گئے، اور موجودہ جنگ میں بھی اطالوی افسروں کا ایک گروہ جو مصر سے لایا گیا تھا، یہیں نظر بند رہا۔

چیتہ خان کہتا ہے کہ ہمارے آنے سے پہلے یہاں فوجی افسروں کی ٹریننگ کی ایک کلاس کھولی گئی تھی۔ کل میرے کمرے میں الماری ہٹا کر اس نے دکھایا کہ ایک بڑا سیاہ بورڈ دیوار پر بنا ہے۔ میں نے جی میں کہا، غالباً اسی لئے ہمیں یہاں لاکر رکھا گیا ہے کہ ابھی درسگاہِ جنون و وحشت کے کچھ سبق باقی رہ گئے تھے“ (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/۸

فارسی رباعی
چو تخمِ اشک بہ کلفت سر شتہ اندمرا
بہ نا امیدیِ جاوید کِشتہ اندمرا
زآہِ بے اثرم داغِ خامِ کاریِ خویش
زآتشے کہ نہ دارم، برشتہ اندمرا

(کلیات بیدل ۱:۵۲)

ترجمہ: میرے آنسو مجھ کو بیج کی طرح رنج وغم سے ملائے ہوئے ہیں، ناامیدی کے باوجود وہ ہیشگی کا بیج میرے اندر بوئے ہوئے ہیں، آہ وافسوس میں، اور اپنی ناتجربہ کاریوں کی وجہ سے میرے آنسو بے اثر ہیں اسی وجہ سے میں وہ آگ نہیں رکھتا جو مجھ کو بھون دے۔

اردو شعر
کبھی حکایتِ رنجِ گراں نشیں لکھیے
کبھی شکایتِ صبر گریز پا کہیے

(دیوان غالب:۲۲۲)

فارسی شعر
من ازیں رنجِ گراں بار چہ لذت یابم
کہ بہ اندازۂ آں صبر و ثباتم دادند

(مالک رام کی تحقیق کے مطابق یہ شعر عرفی کی کلیات میں موجود نہیں ہے)

(عرفی۔ بحوالہ شعر العجم ۳:۱۹)

ترجمہ: میں نے اس بوجھل رنج وغم سے کس قدر لذت پائی ہے اس کا اندازہ جو لوگ کرسکتے ہیں وہ میرے صبر وقرار کی داد دیتے ہیں۔

فارسی شعر
منکر نشوی گر بغلط دم زنم از عشق
ایں نشہ بہ من گر نہ بود، باد گرے ہست

(کلیات عرفی:۲۸۳)

ترجمہ: اگر غلطی سے بھی عشق کا ارتکاب ہو جائے تو اس سے منکر نہ ہو کیونکہ یہ کام
اگر مجھ سے نہیں ہو گا تو دوسرے سے تو ہو گا۔

اردو شعر
اب لکھیں گے شکوۂ بیدادہم دل کھول کر
نام اس کا آسماں ٹھہرالیا تحریر میں

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (نواب یوسف علی خاں ناظم رام پوری، کلیات ناظم: ۸۸)

فارسی شعر
درسوختہ پنہاں نتواں داشتن آتش
ما ہیچ نہ گفتیم و حکایت بدر افتاد

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات سعدی: ۴۰۹)

ترجمہ: پوشیدہ جلے ہوئے حصے میں آگ نہیں رکھنا چاہئے۔ ہم کچھ نہیں کہتے
لیکن ہمارا قصہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہو چکا ہے۔ (زمانے میں
پھیل گیا ہے)

فارسی شعر
نمی خواہد کسے خود راغبار آلودِ بیدردی
اگر ما دردِ دل داریم، زاہد دردِ دیں دارد

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات بیدل ۱: ۲۶۳)

ترجمہ: کوئی بھی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ اپنے آپ کو بے دردی سے غبار آلود کرے
اگر ہم دل کا درد رکھتے ہیں تو زاہد یعنی متقی و پارسا شخص بھی دین کا درد رکھتا ہے۔

اردو شعر
ہم سا کوئی گمنام، زمانے میں نہ ہوگا
گم ہو وہ نگیں جس پہ کھدے نام ہمارا

(کلیات ناسخ دیوان دوم: ۹)

فارسی شعر
دریں تعلیم شد عمر و ہنوز ابجد ہمی خوانم
نہ دانم کے سبق آموز خواہم شد بہ دیوانش

(دیوان خاقانی: ۱۹۲)

ترجمہ: اسی (عشق و دیوانگی) کی تعلیم کے حصول میں عمر پوری ہو گئی اور ابھی
صرف اس (تعلیم کی) ابجد سیکھی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کی دیوانگی کے کتنے
سبق اور سیکھنے چاہئیں۔

اردو شعر
ہر داغ معاصی مرا اس دامنِ تر سے
جوں حرفِ سرِ کاغذِ نم اٹھ نہیں سکتا

(دیوان ذوق:۵۲)

اردو شعر
ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پروبال نے مجھے

(دیوان غالب:۱۷۷)

اردو شعر
شبنم خرابِ مہر، کتاں سینہ چاکِ ماہ
لو اور بھی ستم زدۂ روزگار ہیں

(کلیات مومن:۱۶۵۱)

فارسی شعر
زہرہ سازی خوش نمی سازد، مگر عودش بسوخت
کسی نمی دارد ذوق مستی مے گساراں راچہ شد

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۱۷۳)

ترجمہ: زہرہ اپنا ساز نہیں رکھتی شاید اس کی سارنگی جل گئی ہے۔ مستی کا کسی کو شوق نہیں ہے شرابیوں کا کیا ہوا؟

فارسی شعر
چگویم از دل و جانے در بساطِ منست
ستم رسیدہ یکے، نا امید وار یکے

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات غالب ۵۲۸)

ترجمہ: اپنے دل اور جان کا حال کیاں کہوں کہ وہ میرے قبضے میں ہے ایک ستم رسیدہ مظلوم ہے اور ایک ہی نا امید وار بھی ہے۔

فارسی شعر
تا منفعل ز رنجشِ بیجانہ بینمش
می آرم اعترافِ گناہِ نا بودہ را

(دیوان نظیری:۸۲)

ترجمہ: میں اس کو بے جا رنجش کی وجہ سے شرمندہ نہیں دیکھتا میں اپنے ان گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں جو مجھ سے سرزد نہیں ہوئے۔

فارسی شعر

به بیسا مانیم وقت است، اگر شورِ جنوں گرید
اگر دستے کنم پیدا، نمی یابم گریباں را

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات بیدل ۱:۹۴)

ترجمہ: ہم بے سروسامان ہیں وقت ہے کہ ہماری دیوانگی کی شہرت ہوجائے (لیکن مسئلہ یہ ہے کہ) اگر میں ہاتھ نکالوں تو گریبان کو نہیں پاتا۔ یعنی اپنا گریبان پھاڑ کر دیوانگی کی تشہیر کرنا چاہتا ہوں لیکن گریبان ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے ہاتھ کچھ نہیں کر پا رہا ہے۔

فارسی شعر

صبا به خوش خبری ہد ہد سلیمان ست
که مژدهٔ طرب از گلشنِ سبا آورد

(دیوان حافظ:۱۱۰)

ترجمہ: صبا، خوش خبری میں سلیمانؑ کے ہد ہد کی طرح ہے کیونکہ یہ مستی کی خوشخبری سبا کے گلشن سے لائی ہے۔

فارسی شعر

لله الحمد که آں نقش که خاطر می خواست
آخر آمد زپسِ پردهٔ تقدیر پدید

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان جامی:۳۰۳)

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں کہ وہ نقش جو دل چاہتا تھا بالآخر تقدیر کے پردے کے پیچھے سے ظاہر ہوگیا۔

اردو

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر ہی میرا رنگ زرد تھا

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب:۴۵)

اردو

ہمارے خوں بہا کا غیر سے دعویٰ ہے قاتل کو
یہ بعد از انفصال اب اور ہی جھگڑا نکل آیا

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات مومن ۱:۲۷)

فارسی عربی شعر الا یا ایھا الساقی ادر کاسا و نا ولھا
که عشق آساں نمود اوّل ولے افتاد مشکلہا

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ)

ترجمہ: سن اے ساقی! پیالے کا دور چلا اور شراب دے کیونکہ ابتداً تو عشق آسان نظر آیا لیکن اس میں بہت سی مشکلیں آن پڑیں۔

فارسی شعر خسروا ست و شبِ افسانہ و یارو ہر بار
قدرے گریدو ہم بر سرِ افسانہ رود

(پہلا مصرعہ غبار خاطر میں نہیں ہے) (امیر خسرو خریطۂ جواہر:۱۰۳)

ترجمہ: وہی خسرو ہے، وہی رات ہے اور ہر مرتبہ کی طرح وہی دوست کا افسانہ ہے تھوڑی دیر روئے اور پھر افسانہ کی طرف چل پڑے۔

اردو شعر رہے ہیں جمع کوچۂ جاناں میں خاص و عام
آباد ایک گھر ہے جہانِ خراب میں

(پہلا مصرعہ غبار خاطر میں نہیں ہے) (کلیات مومن ۱:۱۶۹)

فارسی شعر ایں دلیل از جبری آورد، اُواز اختیار
ایں سخن ہم درمیاں ماندہ ست امرِ بین بین

(خزانۂ عامرہ:۳۳۸)

ترجمہ: یہ دلیل زور زبردستی سے لائی گئی ہے اور وہ اختیار سے۔ یہ بات دونوں کے درمیان ایک ایسا معاملہ ہے جو بین بین ہے۔

قومے بہ جدّ و جہد گرفتند وصلِ دوست
قومے دگر حوالہ بہ تقدیر می کنند

(غبار خاطر کے متن میں دونوں مصرعوں میں فصل کیا گیا ہے) (دیوان حافظ:۱۱۷)

ترجمہ: کچھ لوگ دوست کا وصل کوشش سے حاصل کر لیتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کو تقدیر کے حوالے کر دیتے ہیں۔

فارسی شعر گناہ اگرچہ نہ بود اختیارِ ما حافظ
تو در طریقِ ادب کوش و گو گناہِ من ست

(دیوان حافظ:۴۷)

ترجمہ: اے حافظ! اگرچہ گناہ ہمارے اختیار میں نہ تھا لیکن تو ادب کا طریقہ اختیار کر اور کہہ دے کہ میرا گناہ ہے۔

فارسی شعر اے دل! اندر بندِ زلفش از پریشانی منال
مرغِ زیرک چوں بہ دام افتد تحمل بایدش

(دیوان حافظ:۲۰۳)

ترجمہ: اے دل! اس کی زلف کے پھندے میں پریشانی سے نالاں نہ ہو۔ دانا پرندہ جب جال میں پھنس جائے تو اس کو بردباری کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

اردو شعر سراغِ قافلۂ اشک لیجئے کیوں کر
نکل چکا ہے وہ کوسوں دیارِ حرماں سے

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (مصحفی، جواہر سخن ۲:۶۴۹)

اردو شعر پنجۂ شانہ سے تو زلف گرہ گیر نہ کھینچ
دل سے دیوانے کو مت چھیڑ، یہ زنجیر نہ کھینچ

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات مومن ۱:۷۹)

فارسی شعر کردہ ام توبہ واز توبہ پشیماں شدہ ام
کافرم، باز نہ گوئی کہ مسلماں شدہ ام

ترجمہ: میں توبہ کر چکا ہوں اور توبہ سے شرمندہ ہوں، میں کافر ہوں پھر کوئی یہ نہ کہہ دے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔

اردو شعر پہلے ڈالی ہے سرِ رشتۂ امید میں گانٹھ
پیچھے ٹھونکی ہے بُنِ ناخنِ تدبیر میں کیل

(دیوان غالب:۲۶۴)

نواں خط

''حکایتِ بادہ وتریاک''

شراب اور افیون اگرچہ دونوں ہی نشہ آور ہیں لیکن دونوں کے نشہ میں بہت سی باتیں متضاد ہیں۔ مثلاً شراب کے نشے سے انسان کے اندر مستی، جوش وخروش آتا ہے افیون کے نشے سے تساہلی، کاہلی واضحلال آتا ہے، شراب کا نشہ کھٹی اور چٹ پٹی چیزوں سے دوآتشہ ہوتا ہے اور مٹھائی اس نشے کی دشمن ہوتی ہے جبکہ افیون کے نشے میں ترنگ لانے کے لئے میٹھا لازمی ہے اور اُس کے نشے کے خاتمے کے لئے کھٹی اور چٹ پٹی چیزوں کا استعمال کیا جاتا ہے۔

مولانا کا یہ خط جو ۲۷ راگست ۱۹۴۲ء کو قلعہ احمد نگر سے لکھا گیا ہے ''حکایتِ بادہ تر وتریاک'' (شراب اور افیون کا قصہ) کے عنوان سے لکھنے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان دونوں نشہ آور چیزوں کی متضاد کیفیات کے باوجود نشے میں دونوں چیزوں کا اشتراک اس بات کی علامت ہے کہ ایک انسان کی دو متضاد کیفیات ہوسکتی ہیں۔ لیکن اس کی فطرت نہیں بدل سکتی۔ قید خانے سے باہر مولانا کی زندگی کا رنگ ڈھنگ الگ تھا اور قید خانے سے باہر کی زندگی کا الگ۔ قید خانے سے باہر کی زندگی مولانا ایک اصول اور ضابطے کے مطابق وقت کی پابندی کے مدنظر گذارتے تھے جن میں ان کی خانگی ضروریات کی تکمیل بھی ہوتی تھی اور بیرون خانہ کی دیگر علمی وسیاسی مصروفیات بھی، قید خانے کی زندگی بَس ''زندگی نام ہے مر مر کے جئے جانے کا'' کی تصویر پیش کرتی ہے۔ جہاں آدمی بہت کچھ کرنے کی خواہشات کے پروان چڑھنے کے باوجود کچھ بھی نہ کرنے کی پوزیشن میں رہتا ہے۔

مذکورہ خط میں مولانا مرحوم نے دونوں قسم کی زندگیوں کے معمولات کی طرف اشارہ

کر کے قید خانے کی زندگی کے دو متضاد فلسفوں، رواقیہ (Stoics) اور لذتیہ (Epicureans) کا مرکب بنا کر اسے المیے کے کاک ٹیل سے تشبیہ دی ہے جس میں دونوں بوتلیں انڈیل دی گئی ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک طے شدہ بات ہے کہ اس قسم کے مشروب کا تیار کرنا ہر عام و خاص کے بس کی بات نہیں یہ صرف پرانے مشاق تجربہ کار شرابیوں کا ہی کام ہے۔ ورموتھ (Vermouth) اور جن (Gin) جیسی ظاہری شراب پینے والے افراد زندگی کی اس تلخ حقیقت کے گھول کو کہاں پی سکیں گے۔ اس کے ساتھ مولانا نے مخاطب کے ذہن میں پیدا شدہ اس سوال کا بھی جواب دیا ہے کہ قید خانہ کی زندگی میں لذتیہ عشرت اندوزیوں کا کیا موقع؟ مولانا کی نظر میں اصل عیش دماغ کا عیش ہے جسم کا نہیں۔

قید خانے کی اس زندگی کے غم و آلام بھلا کر ان مقید ایام کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے آپ نے اس پر خطر و بے کیف زندگی کو بھی سرور و نشاط کا رنگ دے دیا۔ یہاں کے معمولات میں آپ نے چائے نوشی کے اس معمول کا ایک مخصوص انداز سے تذکرہ کیا ہے جو صبح تین سے چار بجے تک اٹھ کر اس سے شغل کرنے کا رہا ہے۔ چائے نوشی کو مے نوشی کے انداز میں تبدیل کر کے میخانہ کے اوقات کی تعیین کے ساتھ ان بیشتر اصطلاحات کا استعمال کیا ہے جو قدیم و جدید شعراء و ادباء نے مختلف زبانوں کی تہذیب و ثقافت اور ادب و شاعری کو پروان چڑھانے کے لئے اس مدہوش و بے ہوش کرنے والی شے کی تعریف و توصیف میں بیان کی ہیں۔

مولانا کے فلسفۂ زندگی کو اختصار کے ساتھ سمجھنے کے لئے یہ خط کافی رہ نمائی کرتا ہے۔ ہر حالت میں خوش رہنا، المیہ کو طربیہ بنا کر زندگی کی تلخیوں کو شراب نما چائے کے پر سرور و وجد آفریں گھونٹوں میں گھول کر پی جانا اور پھر ہر حالت میں مست و بے خود رہنا یہ خلاصۂ کلام ہے اس گفتگو کا جو مولانا مرحوم نے اس خط میں مکتوب الیہ کو مخاطب کر کے اپنی محبوس زندگی کے ماحصل کے طور پر پیش کی ہے۔ مذہب، فلسفہ اور اخلاق کے جو مطالب دنیا والوں نے اخذ کئے ہیں ان کی مولانا نے بھرپور تردید کرتے ہوئے خشک اور تنگ نظر زندگی کو پر مسرت زندگی کے متضاد بتایا ہے۔

بارہ صفحات پر مشتمل اس خط میں زندگی کے جتنے حقائق کو اجاگر کیا گیا ہے وہ ایک ضخیم کتاب کا مواد فراہم کرتا ہے۔ مذکورہ خط میں فارسی کی ایک رباعی کے علاوہ ۱۲۹ اشعار اور دو مصرعے پیش کئے گئے ہیں جبکہ اردو کے بھی چار اشعار کا برمحل استعمال کیا گیا ہے۔ شارح غبار خاطر مالک رام صاحب نے مصرعوں کی تحقیق کر کے انہیں مکمل شعر کی شکل میں حواشی میں پیش کر دیا ہے۔

''یہ عجیب بات ہے کہ مذہب، فلسفہ اور اخلاق۔ تینوں نے زندگی کا مسئلہ حل کرنا چاہا؛ اور تینوں میں خود زندگی کے خلاف رجحان پیدا ہو گیا۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک آدمی جتنا زیادہ بجھا دل اور سوکھا چہرہ لے کر پھریگا، اتنا ہی زیادہ مذہبی، فلسفی اور اخلاقی قسم کا ہوگا۔ گویا علم اور تقدس، دونوں کے لئے یہاں ماتمی زندگی ضروری ہوئی۔ زندگی کی تحقیر اور توہین صرف یونان کے کلبیہ (Cynics) ہی کا شعار نہ تھا، بلکہ رواقی (Stoics) اور مشّائی (Peripatetic) نقطۂ نگاہ میں بھی اس کے عناصر برابر کام کرتے رہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ افسردہ دلی اور ترش روئی فلسفیانہ مزاج کا ایک نمایاں خط و خال بن گئی۔ اخلاق سے اگر اس کے مذہب طمانیت و مسرت (Eudemonism) اور مادیاتی مذہب عشرت (Hedonism) کے تصورات مستثنیٰ کر دیجیے، تو اس کا عام طبعی مزاج بھی فلسفیانہ سرکہ روئی سے خالی نہیں ملے گا۔ مذہب اور روحانیت کی دنیا تو زہد خشک اور طبع خنک کی اتنی گرم بازاری ہوئی کہ اب زہد مزاجی اور حق آگاہی کے ساتھ کسی ہنستے ہوئے چہرے کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ دینداری اور ثقالتِ طبع تقریباً مرادف لفظ بن گئے ہیں۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/۹

فارسی شعر
ہم سمندر باش و ہم ماہی کہ در اقلیمِ عشق
روئے دریا سلسبیل و قعرِ دریا آتش است

(کلیات عرفی:۲۹۵)

ترجمہ:عشق کی مملکت میں سمندر اور مچھلی کی طرح لازم وملزوم ہو جا۔ دریا کا بیرونی حصہ جنت کی طرح خوشنما اور دریا کی گہرائی جہنم کی آگ کے مانند ہے۔

فارسی شعر
لباسِ صورت اگر واژ گوں کنم، بینند
کہ خرقۂ خشنم مایۂ طِلا باف است

(کلیات عرفی:۲۹۴)

ترجمہ:اگر میں نحوست کو کسی صورت کا لباس عطا کر دوں تو لوگ دیکھیں گے کہ میرا سخت ترین پرانا پھٹا ہوا گدڑی کا کپڑا سونے سے بُنا ہوا قیمتی مال ومتاع ہے۔

فارسی شعر
تا کے چو موجِ بحرِ بہر سو شِتافتن
درعینِ بحر پائے چو گرداب بند کن

(دیوان نظیری:۳۲۰)

ترجمہ:دریا کی موجوں کی (آوازیں) کب تلک ہر طرف سے سنتے رہو گے۔تم اس بھنور کی طرح ہو جاؤ جو عین دریا کے اندر ٹھہرا ہوا ہوتا ہے۔

فارسی شعر
آوارۂ غربت نتواں دید صنم را
وقت است دگر بت کدہ سازند حرم را

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات غالب:۲۰۶)

ترجمہ:سفر میں گھومنے پھرنے کی وجہ سے مسافر بت خانے کو نہیں دیکھ سکا اب یہ وقت کی بات ہے کہ وہ حرم کو دوسرا بت خانہ بنا رہے ہیں۔

فارسی شعر
دل کہ جمع ست، غم از بے سروسامانی نیست
فکرِ جمعیت اگر نیست، پریشانی نیست

(دیوان نظیری:۸۷)

ترجمہ: دل ایک مجموعہ ہے جس کو بے سروسامانی کا کوئی غم نہیں ہے۔ اگر لوگوں کو فکر نہیں ہے تو کوئی پریشانی نہیں ہے۔

فارسی اشعار

حاصلِ کارگہِ کون و مکاں ایں ہمہ نیست
بادہ پیش آر کہ اسبابِ جہاں ایں ہمہ نیست
پنج روزے کہ دریں مرحلہ مہلت داری
خوش بیاسالے زمانے کہ زماں ایں ہمہ نیست

(دیوان حافظ: ۶۹۔۷۰)

ترجمہ: کون ومکان کے کارخانے کا خلاصہ، یہ سب کچھ نہیں ہے۔ شراب لا، اس لئے کہ دنیا کے اسباب یہ سب کچھ نہیں ہیں۔
اس مرحلے میں جو تجھے پانچ دن کی مہلت ملی ہے، آرام سے کچھ دن گذار لے کیوں کہ زمانہ یہ سب کچھ نہیں ہے۔
(مذکورہ دونوں اشعار حافظ کی ایک ہی غزل کے قدرے فصل کے ساتھ ملتے ہیں)

عقل رانیست سرِ عربدہ ایں جا با نقل
پنبہ را آشتی ایں جابہ شرار افتاد است

(شبلی نعمانی، کلیات شبلی: ۲۷)

ترجمہ: اس جگہ عقل کی لڑائی نقل اور روایت کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ اس وقت روئی کی آگ کے ساتھ صلح ہوگئی ہے (کہ آگ میں ڈالے جانے کے باوجود روئی جلے گی نہیں)

فارسی شعر

ہر وقتِ بدکہ روئے دہد آبِ سیل داں
ہر نقشِ خوش کہ جلوہ کند موجِ آب گیر

(دیوان نظیری: ۱۹۷)

ترجمہ: ہر برے وقت میں جو چہرہ بہنے والا پانی دیتا ہے تو یہ جان لو کہ وہ ایسا بہترین نقش ہے جو تالاب کی موج میں بھی اپنا جلوہ بکھیرتا ہے۔

فارسی شعر

ہر وقت خوش کہ دست دہد، مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجامِ کار چیست

(دیوان حافظ: ۵۳)

ترجمہ: جو اچھا وقت میسر آجائے اسے غنیمت جان، کسی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ انجام کار کیا ہے۔

فارسی شعر
چناں افیوں ساقی در مئے افگند
حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

(دیوان حافظ:۱۸۰)

ترجمہ: ساقی نے شراب میں افیون اس طرح ڈالی کہ دشمنوں کو نہ تو سر کی خبر رہی اور نہ ہی دستار کی۔

فارسی شعر
بادۂ آں درخورِ ہر ہوش نیست
حلقۂ آں سخرۂ ہر گوش نیست

(مثنوی رومی دفتر پنجم:۱۹۶)

ترجمہ: اس شراب (کا پینے والا) کسی بھی طرح ہوش میں آنے کے لائق نہیں ہے ہر کسی کے کان کو اس کے تمسخر کی برداشت نہیں ہے۔

اردو شعر
ملے جو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طولِ مدعا کے لئے

(گلزار داغ:۲۵۳)

اردو شعر
کہیں تجھ کو نہ پایا گر چہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈھا
پھر آخر دل ہی میں پایا، بغل ہی میں سے تو نکلا

(دیوان ذوق:۶۳)

فارسی شعر
نہ باصحرا سرے دارم نہ باگلزار سودائے
نہ ہر جا می روم، از خویش می جوشد تماشائے

(کلیات بیدل ا:۱۱۹۶)

ترجمہ: نہ تو میں جنگلوں میں سر مارتا ہوں اور نہ ہی ہر چمن یا باغ میں پاگل پن کا مظاہرہ کرتا ہوں، نہ ہی میں ہر جگہ جاتا ہوں۔ اپنے آپ سے جو کچھ (میرے اندر سے) ابلتا ہے بس اسی کا تماشا ہے۔

اردو شعر
محرم نہیں ہے تو ہی نوا ہائے راز کا
یاں، ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

(دیوان غالب:۵۰)

فارسی شعر
بغیرِ دل ہمہ نقش و نگار بے معنی ست
ہمیں ورق کہ سیہ گشت، مدعا ایں جاست

(دیوان نظیری:۲۷)

ترجمہ: دل کے بغیر دنیا کے تمام نقش و نگار بے کار ہیں۔ ورق تو سیاہ ہو گئے اور مدعا باقی رہ گیا۔

اردو شعر
مجھے یہ ڈر ہے دلِ زندہ! تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

(دیوان درد:۹۶)

فارسی شعر
از صد سخنِ پیرم یک حرف مرا یاد ست
عالم نہ شود ویراں تا میکدہ آباد ست

(دولت خاں قاقشال سمرقندی، روز روشن:۲۲۳)

ترجمہ: اپنے استاد کی سو باتوں میں سے مجھے صرف ایک بات یاد ہے کہ دنیا تب تک برباد نہیں ہوگی جب تک میکدہ آباد ہے،

فارسی اشعار
دیدمش خرم و خنداں قدحِ بادہ بدست
واندراں آینہ صد گونہ تماشا می کرد
گفتم، ''ایں جامِ جہاں بیں بتو کے داد حکیم؟''
گفت ''آں روز کہ ایں گنبدِ مینامی کرد''

(دیوان حافظ:۱۳۶)

ترجمہ: میں نے اس کو ہاتھ میں پیالہ لئے ہوئے خوش اور ہنستا ہوا دیکھا اور اس آئینہ میں وہ سینکڑوں چیزیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ تجھے خدا نے دنیا میں یہ پیالہ کب دیا؟ اس نے کہا اس دن جبکہ وہ یہ بڑا گنبد (دنیا) بنا رہا تھا۔

فارسی شعر
خورشیدِ مے زمشرقِ ساغر طلوع کرد
گر برگِ عیش می طلبی، ترکِ خواب کن

(دیوان حافظ:۲۸۱)

ترجمہ: شراب کا سورج ساغر کے مشرق سے نکل آیا ہے۔ اگر عیش کا سامان چاہتا ہے تو نیند کو ختم کر دے۔

فارسی شعر
ما در پیالہ عکسِ رخ یار دیدہ ایم
اے بے خبرز لذتِ شربِ مدام ما

(دیوان حافظ:۲۷)

ترجمہ: اے ہماری ہمیشہ شراب پینے کی لذت سے بے خبر شخص! ہم نے پیالے میں یار کے رخ کا عکس دیکھا ہے۔

فارسی شعر
خوش تراز فکرِ مے و جام چہ خواہد بودن
تابہ بینم، سر انجام چہ خواہد بودن

(دیوان حافظ:۲۸۵)

ترجمہ: شراب اور جام کے خیال سے بہتر اور کیا خیال ہوگا۔ آخر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟

فارسی اشعار
شرابِ تلخ دہ ساقی کہ مرد افگن بود زورش
کہ تا یک دم بیاسایم زدنیا و شرو شورش
کمندِ صیدِ بہرامی بیفگن، جامِ مے بردار
کہ من پیمودم ایں صحرا، نہ بہرام ست نے گورش

(دیوان حافظ:۲۰۹)

ترجمہ: میں ایسی تلخ شراب چاہتا ہوں کہ جس کا زور مرد افگن ہوتا کہ دنیا اور اس کے شوروشر سے ذرا آرام پاؤں۔
شکار کی بہرامی کمند پھینک دے، جام جم اٹھالے اس لئے کہ میں نے یہ جنگل ناپا ہے نہ بہرام ہے اور نہ ہی اس کا جنگلی گدھا۔

فارسی شعر
بازم بہ کُلبہ کیست، نہ شمع و نہ آفتاب
بام و درم زذرّہ وپروانہ پُرشدہ ست

(دیوان نظیری:۶۳)

ترجمہ: میرے چھوٹے سے گھر کی مسافت کتنی ہے؟ نہ تو وہاں شمع ہے اور نہ آفتاب ہے۔ میرے بام ودر ذرات سے اور پروانوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

فارسی شعر
ناصحم گفت کہ جُز غم چہ ہنر دارد عشق
گفتم! ''اے خواجہٗ عاقل! ہنرے بہتر ازیں''

(دیوان حافظ:۲۸۵)

ترجمہ: مجھ سے ناصح نے کہا کہ عشق، غم کے سوا اور کیا ہنر رکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ اے عقلمندوں کے سردار اور (کون سا) ہنر اس سے بہتر ہے۔

فارسی شعر
نہ ہر درختِ تحمل کند جفائے خزاں
غلامِ ہمتِ سروم کہ ایں قدم دارد

(دیوان حافظ:۱۲۸)

ترجمہ: ہر درخت خزاں کے ظلم کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ میں سرو کی ہمت کا غلام ہوں جو یہ ثابت قدمی رکھتا ہے۔

فارسی شعر
چو مہمانِ خراباتی، بعشرت باش باِرنداں
کہ دردِ سر کشی جاناں، گرایں مستی خمار آرد

(دیوان حافظ:۱۲۶)

ترجمہ: جب تو شراب خانے کا مہمان ہے تو رندوں کے ساتھ عیش اڑا۔ اگر مستی نے خمار پیدا کیا تو تجھے دردِ سر ہو جائے گا۔

فارسی شعر
دَر محفلِ خود راہ مدہ ہمچو منے را
افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (حسابی نظری: بہترین اشعار،۵۶۱)

ترجمہ: اپنی محفل میں ہم جیسے لوگوں کو کوئی راستہ نہ دے۔ کیونکہ افسردہ دل شخص محفل کو بھی غم زدہ ورنجیدہ کر دیتا ہے۔

فارسی شعر
بدیدارِ تودل شادند باہم دوستانِ تو
تراہم شادماں خواہم، چو روئے دوستاں بینی

(کلیات عرفی:۲۱۳)

ترجمہ: تیرے دیکھنے سے تیرے دوست سب آپس میں خوش ہو جاتے ہیں۔ میں تجھے اس وقت خوش دیکھنا چاہتا ہوں جب تو دوستوں کی شکل دیکھے۔

فارسی شعر
اسبابِ طرب را بیر از مجلسِ بیروں
زاں پیش کہ ناگاہ ثقیلے رسد از در
(دیوان قاآنی:۳۲۱)

ترجمہ: خوشی کے سامانوں کو باہری مجلس سے دشمنی ومخالفت ہوتی ہے۔ وہ اس وجہ سے کہ اندر سے اچانک کوئی بوجھ نہ پہونچ جائے۔

فارسی شعر
ہرچہ دچہ جملہ بہ آفاق دریں جاحاضر
مومن و ارمنی وگبرو نصارا و یہود
(نظامی گنجوی، شعر العجم ۱:۳۰۴)

ترجمہ: جو کچھ بھی تمام دنیا میں ہے وہ اس جگہ موجود ہے۔ ایمان والے، آتش پرست، مجوسی،، نصاریٰ اور یہودی سبھی یہاں موجود ہیں۔

فارسی شعر
در مجلسِ مازاہد! زنہار تکلف نیست
البتہ تومی گنجی، عمامہ نمی گنجد

ترجمہ: اے زاہد! ہماری مجلس میں کبھی بھی کسی قسم کا تکلف نہیں ہے۔ البتہ تو تو (ہماری محفل میں) سما سکتا ہے (لیکن) تیرا عمامہ نہیں سما سکتا۔

(کس کا شعر ہے اور کہاں سے ماخوذ ہے معلوم نہیں ہو سکا۔)

فارسی رباعی
دریں دو ہفتہ کہ چوں گل دریں گلستانی
کشادہ روئے تراز رازِ ہائے مستاں باش
تمیزِ نیک وبدِ روزگار کارِ تونیست
چوچشمِ آئینہ، درخوب وزشت حیراں باش
(کلیات صائب تبریزی:۲۲۴)

ترجمہ: ان دو ہفتوں میں جبکہ چمن میں پھول کھل رہے تھے۔ مست لوگوں کے بہت سے راز جان لینے کی وجہ سے زیادہ تر لوگوں کے چہرے کھل اٹھے تھے۔ زمانے کے اچھے اور برے لوگوں میں امتیاز کرنا تیرا کام نہیں ہے۔ آئینہ کی آنکھ کی طرح اچھے اور برے میں حیران ہو جا۔

دسواں خط

''مشاغل اسیری''؎

قلعہ احمد نگر سے ۲۹ / اگست ۱۹۴۲ء کے اس مکتوب میں مولانا نے قید و بند کی سرگذشت کے ضمن میں اپنے سخت ترین آزمائشی دور کا ذکر بایں طور کیا ہے کہ اس سے قبل انہیں عزیزوں دوستوں سے ملنے کے مواقع اور مخفی خط و کتابت کی آزادی تھی لیکن اس مرتبہ یہ آزادی بھی سلب کر لی گئی۔ اخبارات وغیرہ پڑھنے کی جو اجازت پہلے ملی ہوئی تھی اس مرتبہ وہ بھی جاتی رہی گویا کہ تمام دنیا سے ظاہری تمام رشتوں کو یکسر منقطع کر کے پابند سلاسل کر دیا گیا۔

مولانا، گوشہ نشینی اور تنہائی کے شیدائی ضرور تھے لیکن دنیا سے تمام تعلقات کو مکمل طور پر ختم کر کے کنج خلوت میں بیٹھنا انہیں ذرا مرغوب نہیں تھا۔ بچپن سے ہی ان کی طبیعت کھیل کود کے مقابلے مطالعہ کی طرف راغب رہتی تھی۔ لڑکپن کے دنوں میں ان کی سب سے بہترین رفیق وہ کتابیں تھیں جنہیں پڑھنے کے لئے وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کی تلاش میں رہتے تھے۔ کلکتہ کے ڈلہوزی اسکوائر اور ایڈن گارڈن جیسے سیر تفریح کے مقامات میں بھی انہوں نے اپنے لئے وہ گوشے منتخب کر لئے تھے جہاں وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر رہ کر اپنا وقت مطالعہ میں گذار دیتے۔ احمد نگر قلعہ میں قید کا تجربہ اس لئے انہیں نیا معلوم ہو رہا تھا کہ چونکہ وہ بغیر کسی تیاری کے راتوں رات اچانک قید کر لئے گئے تھے اس لئے یہاں پر انہیں وہ دوست مہیا نہیں تھے جو اس سے قبل جیل کی سلاخوں کے پیچھے ان کی فرمائش کے مطابق کتابوں کی صورت میں مہیا کر دیئے جاتے تھے۔ کتابوں کے بغیر ایسے

؎.....غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلاعنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

شخص پر کیا بیت رہی ہوگی جس کی عمر کے چون سالوں میں سے کم و بیش بیالیس سال ہر حالت میں کتاب کی رفاقت میں بسر ہوئے ہوں، اس کا تصور ہی لرزہ خیز ہے۔

اس خط میں مولانا نے اپنی خاندانی مشیخیت کا بھی سرسری ذکر کیا ہے، کیونکہ مولانا، جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے وہ بزرگوں کا خاندان تھا۔ عرصۂ دراز سے عوام و خواص آستانے سے وابستہ تھے۔ خاندانی پیشوائی، نفسیاتی طور پر اپنے ساتھ جو امراض لے کر آتی ہے، انہیں بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، مولانا خداداد ذہانت و فطانت اور اپنی خواہشاتِ نفسانی پر پوری گرفت رکھنے کی وجہ سے نہ صرف ان امراض سے متنفر تھے بلکہ وہ اس سلسلے سے بھی زیادہ اُنسیت نہیں رکھتے تھے، جو عقیدتمندانہ پرستاریوں کا سبب بنتے ہیں۔ اس کا ایک فائدہ مولانا کو یہ ضرور ہوا کہ مرجعیت کا مقام حاصل نہ ہونے کے باعث انہیں خلوت وتنہائی میں بہت سی حقیقتوں کو سوچنے، سمجھنے، پرکھنے اور برتنے کا موقع ملا اور ان کی ترغیب ان بے جان و بے زبان کتابوں کی طرف ہوگئی جو ہر حالت میں فائدہ ہی پہونچاتی ہیں۔ حالانکہ مولانا طبیعت کی اس افتاد کو اپنے لئے بہتر نہیں سمجھتے تھے کہ آدمی صحبت و اجتماع کی جگہ خلوت وتنہائی میں راحت محسوس کرے، لیکن وہ اس امر سے بھی پوری طرح واقف تھے کہ عمر کے اس حصہ میں عادتوں کو چھوڑنا یا اختیار کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ مولانا کی اس عادت نے بہت سے ہم عصروں کو مولانا کے متعلق اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ وہ مغرور و متکبر ہیں۔

بہرحال قید و بند کی اس پر مشقت زندگی میں مولانا نے بیس دن بغیر کتابوں کے مطالعہ کے گذارے اس اثناء میں آپ نے انسپکٹر جنرل کو خط لکھ کر کتابیں یا اخبار منگانے کی اجازت چاہی تھی اس کے جواب میں مولانا کو اخبارات منگانے اور قریبی رشتہ داروں کو خط لکھنے کی اجازت مل گئی۔ اس سے مولانا کو بہت راحت ملی، ٹائمز آف انڈیا کے گذشتہ بیس روز کے اخبارات نیز روزمرہ کی خبروں سے انہیں ملک میں پیدا ہونے والی سیاسی ہلچل سے کافی حد تک واقفیت ہوئی۔ لیکن چونکہ یہ خطوط سیاسی نوعیت کے نہیں ہیں اس لئے مولانا نے قصداً ان پہلوؤں سے احتراز کیا۔

تقریباً گیارہ صفحات کا مولانا کا یہ خط فارسی کے اکیس اشعار، تین مصرعوں، اردو کے ۷ اشعار دو مصرعے اور عربی زبان کے ایک شعر پر مشتمل ہے۔ فارسی، اردو و عربی اشعار کے حوالوں کی تحقیق، حواشی میں مالک رام صاحب نے کرتے ہوئے فارسی و اردو کے مصرعوں کو بھی مکمل شعر کی صورت عطا کردی ہے۔

''لوگ لڑکپن کا زمانہ کھیل کود میں بسر کرتے ہیں، مگر بارہ تیرہ برس کی عمر میں میرا یہ حال تھا کہ کتاب لے کر کسی گوشہ میں جا بیٹھتا اور کوشش کرتا کہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہوں۔ کلکتہ میں آپ نے ڈلہوزی اسکوائر ضرور دیکھا ہوگا، جنرل پوسٹ آفس کے سامنے واقع ہے، اسے عام طور پر لال ڈگی کہا کرتے تھے۔ اس میں درختوں کا ایک جھنڈ تھا کہ باہر سے دیکھئے تو درخت ہی درخت ہیں؛ اندر جائیے تو اچھی خاصی جگہ ہے اور ایک بینچ بھی بچھی ہوئی ہے۔ معلوم نہیں، اب بھی یہ جھنڈ ہے کہ نہیں۔ میں جب سیر کے لئے نکلتا، تو کتاب ساتھ لے جاتا اور اس جھنڈ کے اندر بیٹھ کر مطالعہ میں غرق ہو جاتا۔ والد مرحوم کے خادم خاص حافظ ولی اللہ مرحوم ساتھ ہوا کرتے تھے۔ وہ باہر ٹہلتے رہتے اور جھنجھلا جھنجھلا کر کہتے ''اگر تجھے کتاب ہی پڑھنی تھی، تو گھر سے نکلا کیوں؟'' یہ سطریں لکھ رہا ہوں اور ان کی آواز کانوں میں گونج رہی ہے۔ دریا کے کنارے ایڈن گارڈن میں بھی اس طرح کے کئی جھنڈ تھے۔ ایک جھنڈ جو برمی پگوڈا کے پاس مصنوعی نہر کے کنارے تھا، اور شاید اب بھی ہو، میں نے چن لیا تھا۔ کیونکہ اس طرف لوگوں کا گذر بہت کم ہوتا تھا۔ اکثر سہ پہر کے وقت کتاب لے کر نکل جاتا اور شام تک اس کے اندر گم رہتا۔ اب وہ زمانہ یاد آجاتا ہے تو دل کا عجیب حال ہوتا ہے۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/۱۰

فارسی شعر
این رسم و راہِ تازہ حرمانِ عہدِ ماست
عنقا بہ روزگار کسے نامہ برنہ بود
(دیوان نظیری نیشاپوری:۱۰)

ترجمہ: یہ نیا رسم و رواج ہمارے عہد کی محرومی کی دلیل ہے کیونکہ عنقا (خیالی پرندہ) زمانے میں کسی کا بھی نامہ بر (قاصد) نہیں ہوتا۔

(یہ شعر خط ۳ رمیں بھی آچکا ہے)

رمیدی از دیدہ بے تامل گذشتی آخر بصد تغافل
اگر نہ دیدی تپیدن دل، شنیدنی بودنا لہٗ ما

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات بیدل ۱:۱۱)

ترجمہ: تو بے سوچ سمجھے آنکھوں کے سامنے سے بھاگ جا۔ غفلتوں کی سینکڑوں (مثالیں ہیں) جو تو نے چھوڑ دی ہیں۔ اگر تو نے ہمارے دل کا جلنا نہیں دیکھا تھا تو ہماری آہ وفغاں کو تو سنا تھا۔

فارسی شعر
بہ فسانۂ ہوسِ طرب، تہی از خودیم و پراز طلب
چہ دمد ز صنعتِ صفرِ نے بجز اینکہ نالہ فزوں کند
(کلیات بیدل:۴)

ترجمہ: خوشیوں اور آرام و آسائش کی خواہشات کے ساتھ ہم اپنی خودی سے خالی اور خواہشات سے بھرے ہوئے ہیں۔ بانسری کے سوراخوں کے بنانے سے کیا فائدہ سوائے اس کے کہ وہ نالے کو بڑھایا کرتے ہیں۔

اردو شعر
احباب چارہ سازی وحشت نہ کر سکے
زنداں میں بھی خیال بیاباں نورد تھا

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب:۴۵)

فارسی شعر
رغبتِ جاہ چہ و نفرت اسباب کدام
زیں ہوسہا بگذر یا نگذر، می گذرد

(کلیات بیدل ۱:۶۵۱)

ترجمہ: عہدے ومرتبہ کی خواہش کیا؟ اور نفرت کے سامان کہاں؟ ان خواہشات سے گذر یا نہ گذر خو بخود گذر جائے گا۔

اردو شعر
قید میں بھی تیرے وحشی کو رہی زلف کی یاد
ہاں، کچھ اک رنج گرانباریِ زنجیر بھی تھا

(دیوان غالب:۷۲)

عربی شعر
کان لم یکن بین الحجون الی الصفا
انیس، ولم یسمو بمکة سامو ا

(عمرو بن الحارث بن عمرو بن مضاض وفیات الاعیان ۱:۳۰۱) (معجم البلدان ۵:۱۸۶)

ترجمہ: (ہم اس شخص کی طرح ہیں جس کا) مکہ (جیسے متبرک مقام پر) جہاں حجون اور صفا جیسی پہاڑیاں واقع ہیں کوئی ہمدرد وغم گسار نہ ہو (ایسا شخص) مکہ میں نہ تو اپنی شناخت قائم رکھ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اسے پہچان سکتا ہے۔

اردو شعر
سجدے پہ سر قلم ہو، دعا پر زباں کٹے
گویا نہ وہ زمیں ہے نہ آسماں ہے اب

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات مومن ۱:۶۷)

فارسی شعر
خمارِ ما ودرِ توبہ و دلِ ساقی
بیک تبسم مینا شکست و بست و کشاد

(ماثر الاحرا ۳۱:۶۴۴)

ترجمہ: ہمارا نشہ اور توبہ کا دروازہ اور ساقی کا دل، شراب کی بوتل کی ایک مسکراہٹ سے ٹوٹ گیا اور بند (دروازے) کھل گئے۔

اردو شعر
نقصاں نہیں جنوں میں، بلا سے ہو گھر خراب
دو گز زمیں کے بدلے بیاباں گراں نہیں

(دیوانِ غالب:۱۱۹)

فارسی شعر
در خرا باتم نہ دید ستی خراب
بادہ پنداری کہ پنہاں می زنم

(کلیات غالب:۳۴۰)

ترجمہ: میری فالتو اور بکواس باتوں میں تو نے کوئی بگاڑ نہیں دیکھا۔ تو جس شراب کی نصیحت کرتا ہے وہ میں چھپ کر پیتا ہوں۔

فارسی شعر
عالمِ بے خبری، طرفہ بہشتے بوداست
حیف صد حیف کہ مادیر خبردار شدیم

(دیوان فروغی بسطامی:۱۴۴)

ترجمہ: بے خبری کی دنیا جنت کے تحفوں میں سے ایک تحفہ ہے، افسوس صد افسوس کہ ہم کو دیر سے خبر ہوئی۔

فارسی شعر
ہمہ شہر پر زخوباں، منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ نفسِ بدخو نکند بکس نگاہے

ترجمہ: تمام شہر معشوقوں سے بھرا ہوا ہے لیکن میں صرف (اپنے) چاند کے خیال میں گم ہوں اور چاند کا خیال رکھتا ہوں۔ میں کیا کروں کہ میری بری طبیعت کسی کی بھی طرف نگاہ نہیں کرتی۔

فارسی شعر
علاجِ دردِ ضمیری نہ شد، نمی دانم
کہ گفتہ بود کہ دردش دواپذیر مباد

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (ضمیری اصفہانی، بہترین اشعار:۳۱۲)

ترجمہ: ضمیری کے درد کا علاج نہیں ہوا میں نہیں جانتا۔ (اس کے بارے میں تو) کہا جاتا تھا کہ اس کا درد کبھی بھی دوا کو قبول نہیں کرتا۔

فارسی شعر
خواہی کہ عیبہائے تو روشن شود ترا
یک دن منا فقانہ نشیں در کمین خویش

(کلیات عرفی:۳۹۹)

ترجمہ: اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے تمام عیوب تجھ پر کھل جائیں تو ایک دن ذرا سی دیر کے لئے اپنی ہی گھات میں منافقانہ انداز سے بیٹھ جا۔

اردو شعر
دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

(دیوان غالب:۱۳۰)

فارسی شعر
کعبہ را ویراں مکن، اے عشق کانجا یک نفس
گہہ گہے پس ماندگانِ راہِ منزل می کنند

(دیوان فیضی فیاضی:۵۶)

ترجمہ: اے عشق کعبہ کو ویران نہ کر کیونکہ اس جگہ پر ایک ذات ایسی ہے جو کبھی کبھی پیچھے رہنے والوں کو منزل کا راستہ دکھاتی ہے۔

فارسی شعر
مانبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب
شعرِ خود خواہشِ آں کرد کہ گردد فن

(کلیات غالب:۳۵۹)

ترجمہ: اے غالب ہم اس مرتبہ سے خوش نہیں تھے۔ شعر نے خود اس بات کی خواہش کی کہ فن ہو جائے۔

فارسی شعر
حسدِ تہمتِ آزادیِ سروم بگداخت
کیں مرادیست کہ بر تہمتِ آں ہم حسدست

(کلیات عرفی:۲۹۷)

ترجمہ: آزادی کی تہمت کے حسد نے میرے سرو کو پگھلا دیا، کہ یہ وہ خواہش ہے کہ ہر تہمت پر بھی یہاں پر حسد (کیا جاتا) ہے۔

اردو شعر
کی ہم نفسوں نے اثرِ گریہ میں یہ تقریر
اچھے رہے آپ اس سے، مگر مجھ کو ڈبو آئے

(دیوان غالب:۱۸۴)

فارسی شعر
حریفِ صافی و دردیِ مئے، خطا اینجاست
تمیزِ ناخوش و خوش می کنی، بلا اینجا ست

(دیوان نظیری:۴۶)

ترجمہ: صاف شفاف شراب اور تلچھٹ میں رہنے والی گدلی شراب کا کوئی مقابلہ

نہیں اس جگہ یہ مقابلہ کرنا غلط ہے۔ تو اس جگہ اچھے اور برے میں کوئی تمیز کرتا
ہے (یہ درست نہیں) یہ جگہ اس کی کہاں ہے؟

فارسی شعر قطرہ از تشویشِ موجِ آخر نہاں شد در صدف
گوشہ گیریِ ہائے خلق از انفعالِ صحبت ست

(کلیات بیدل عنصر سوم:۲۳۷)

ترجمہ: دوسری موج کے خوف سے بالآخر قطرہ سیپ کے اندر جا کر چھپ گیا،
مخلوق کا تنہائی کی راہ پکڑ لینا ملنے جلنے کی شرمندگی کی وجہ سے ہے۔

فارسی شعر طاقت برخاستن از گردِ نمناکم نہ ماند
خلق پندارد کہ مے خورست ومست افتادہ است

(غنیمت کنجاہی دیوان غنیمت:۹۱)

ترجمہ: نمناک حلقہ سے میری اٹھنے کی طاقت نہیں رہی۔ عوام نصیحت کر رہے ہیں
کہ شراب پیا ہوا ہے اور مست ہو کر گر گیا ہے۔

اردو شعر دماغِ عطرِ پیراہن نہیں ہے
غمِ آوارگی ہائے صبا کیا

(دیوان غالب:۵۹)

فارسی شعر دوریِ وصلش، طلسمِ اعتبارِ ماشکست
ورنہ ایں عجز کہ می بینی، غبارِ ناز بود

(کلیات بیدل،۱:۵۷۶)

ترجمہ: اس سے ملاقات کے فاصلے نے ہمارے اعتبار کا طلسم توڑ دیا۔ ورنہ یہ
عاجزی جو تو دیکھ رہا ہے۔ یہ ہمارے ناز ونخروں کا غبار تھی۔

فارسی شعر خوش فرشِ بوریا و گدائی و خوابِ امن
کیں عیش نیست درخورِ اورنگ خسروی

(دیوان حافظ:۳۱۸)

ترجمہ: بوریئے کا صاف، اچھا فرش، گدائی اور اطمینان کی نیند خوب ہے اس لئے
کہ یہ عیش شاہی تخت کے بھی لائق نہیں ہے۔

فارسی شعر
آیینۂ نقش بندِ طِلسم خیال نیست
تصویرِ خود بہ لوحِ دگرمی کشیم ما

(کلیات بیدل۱:۹۳)

ترجمہ: آئینہ خیالات کے طلسم کا تصویر لینے والا نہیں ہے۔ ہم خود اپنی تصویر کو دوسری لوح پر کھینچ کر (محفوظ کر) رہے ہیں۔

فارسی شعر
در جنوں بیکار نہ تواں زیستن
آتشم تیز ست وداماں می زنم

(کلیات غالب:۳۴۰)

ترجمہ: دیوانگی کے عالم میں بیکار زندہ نہیں رہنا چاہئے، میری آگ تیز ہے اور میں دامن بھی رکھتا ہوں۔

اردو شعر
بیکاری جنوں میں ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی

(دیوان غالب:۲۲۶)

اردو شعر
ہے ایک خلق کا خوں، اشکِ خونفشاں پہ میرے
سکھائی طرز اُسے دامن اٹھا کے آنے کی

(کلیات مومن۱:۱۹۷)

فارسی شعر
دیوانگاں ہزار گریباں دریدہ اند
دستِ طلب بہ دامنِ صحرا نمی رسد

(کلیات بیدل۱:۴۶۶)

ترجمہ: دیوانوں نے ہزار ہا دامن پھاڑ دیے ہیں۔ خواہش کا ہاتھ صحرا کے دامن تک نہیں پہونچا۔

فارسی شعر
ماقصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایتِ مہرو وفا مپُرس

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۱۹۹)

ترجمہ: ہم نے سکندر اور دارا کا قصہ نہیں پڑھا ہے۔ہم سے محبت و وفا کی حکایت
کے سوا کچھ مت پوچھو۔

فارسی شعر شررِ نالہ بہ غربالِ ادب می بیزم
کہ بہ گوشِ تو مبادا رسد آوازِ درشت

(مآثر الامراء،۲:۶۲۹)

ترجمہ: آہ و فغاں کی تیزی کو بھی ادب کی چھلنی میں چھانتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ
تیرے کانوں تک بری آواز پہونچے۔

فارسی شعر بگذر مسیح از سرِ ما کشتگانِ عشق
یک زندہ کردن تو بہ صد خون برابرست

شریف خان شیرازی بحوالہ توزک جہانگیری (یہ شعر خط ۶ میں بھی آیا ہے)

ترجمہ: اے مسیح ان باتوں کو چھوڑ، عشق میں مارے جانے والے ہماری جانوں کو
(دوبارہ زندہ کرنا مناسب نہیں) کیونکہ اس مقام پر کسی ایک کو زندہ کرنا سو
آدمیوں کو مارنے کے برابر ہے۔

''طبیعت کی اس افتاد نے ایک بڑا کام یہ دیا کہ زمانے کے بہت سے حربے میرے لئے بیکار ہو گئے۔لوگ اگر میری طرف سے رخ پھیرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ دل گلہ مند ہو، اور زیادہ سے زیادہ منّت گزار ہونے لگتا ہے کیونکہ ان کا جو ہجوم لوگوں کو خوشحال کرتا ہے، میرے لیے بسا اوقات نا قابل برداشت ہو جاتا ہے۔ میں اگر عوام کا رجوع اور ہجوم گوارا کرتا ہوں، تو یہ میرے اختیار کی پسند نہیں ہوتی، اضطرار و تکلف کی مجبوری ہوتی ہے۔ میں نے سیاسی زندگی کے ہنگاموں کو نہیں ڈھونڈھا تھا؛ سیاسی زندگی کے ہنگاموں نے مجھے ڈھونڈھ نکالا۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

گیارھواں خط

''بچپن سے پچپن تک''[۱]

۱۲ر اکتوبر ۱۹۴۲ء کو مولانا نے یہ خط اُس دن لکھا جب آزاد ہوا میں سانس لینے والے افراد عید الفطر کی خوشیوں سے سرشار ایک دوسرے کے بغل گیر ہو کر مبارکباد پیش کر رہے تھے اور وہ تصویر یار میں عید کی مبارکباد کو قلم کے ذریعہ کاغذ پر ثبت کر کے اسے ایک تاریخی مرقع بنا رہے تھے۔

اس خط میں مولانا نے اپنی طالبعلمی کے ابتدائی ایام، بچپن میں قوت حافظہ وراثتی و روایتی تعلیم دلانے کے لئے ان کے والد مرحوم کی کوششیں، مشفق اساتذہ وغیرہ کا بطور خاص تذکرہ کیا ہے۔ مولانا کی قوت حافظہ کا عالم یہ تھا کہ تیس چالیس برس پہلے پڑھی ہوئی کتابیں بھی انہیں اس طرح از بر رہتی تھیں کہ کسی دوسرے کو وہ چند ماہ بعد بھی یاد نہیں رہی ہوں گی۔ ان کی یادداشت کے خانوں میں یہ تک محفوظ تھا کہ جس چیز کو وہ اپنے حافظہ کی بنا پر پیش کرنے جا رہے ہیں وہ کس کتاب کے کس صفحہ پر اور صفحہ کی ابتدائی، درمیانی یا آخری سطروں میں کس جگہ تھی۔ اس ضمن میں مولانا نے تیس برس قبل پڑھی ہوئی حکیم صدرائے شیرازی کے کلام سے ایک شعر پیش کیا ہے۔ جو آپ نے تیس برس پہلے پڑھا تھا۔ اس شعر کی وضاحت کرتے ہوئے بے فصل کے میووں کی قدر افزائی پر کلام کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ''بازار میں ہمیشہ وہی جنس رکھی جاتی ہے جس کی مانگ ہوتی ہے اور چونکہ مانگ ہوتی ہے اس لئے ہر ہاتھ اسی کی طرف بڑھتا ہے اور ہر آنکھ اسے قبول کرتی ہے مگر میرا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ جس جنس کی بھی مانگ ہوئی میری دوکان میں جگہ نہ پا سکی۔''

۱۔۔۔۔۔ غبار خاطر میں پیش نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

مولانا نے بچپن ہی سے اپنی طبیعت کی انفرادیت پر سیر حاصل گفتگو کی۔ اس منفرد مزاج کے باعث مذہب، ادب اور سیاست میں کہیں بھی ان کو کوئی ہم قدم نہیں مل سکا۔ وہ جس میدان بھی گئے انہوں نے اپنی منزل اپنے بوتے پر تلاش کی۔ حالانکہ یہ انفرادیت مولانا کے خمیر میں رچی بسی تھی کیونکہ وہ جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے اس کا حال بھی منفرد ہی تھا، دادھیال اور نانیہال دونوں ہی سلسلوں کا اپنا ایک انداز تھا۔ جو صدیوں سے خاندانی روایت کو نسلاً بعد نسلٍ محفوظ رکھتے ہوئے مولانا تک پہونچا تھا۔ یہ وقار و شرف ایک سرمایہ تھا جس کی حفاظت کی ذمہ داری مولانا کو منتقل ہوئی تو آپ نے اس میں اپنے فطری مزاج سے مزید چار چاند لگا دیئے۔ عقائد و افکار میں مولانا کے آباؤ اجداد ایک خاص مسلک اپنائے ہوئے تھے اور سختی سے اسی پر جمے ہوئے تھے اس جمود کو توڑ کر اپنے آپ کو پیری مریدی کے اس حصار سے باہر نکالا جس میں ان کا خاندان صدیوں سے جکڑا ہوا تھا۔

بچپن سے ہی آپ کے ان تیوروں نے والد صاحب مرحوم کو بھی اس فکر میں مبتلا کر دیا تھا کہ اس عبقری صفت بچے کی پرورش و پرداخت کا کیا انتظام ہوگا؟ کیونکہ اس کا انہیں بھرپور اندازہ تھا کہ رسمی علوم کی واجبی تکمیل اس بچے کے لئے کوئی معنیٰ نہیں رکھتی، اپنی نظروں سے اوجھل کر کے اسے تعلیمی مشغولیات میں لگانا انہیں گوارا نہیں تھا نتیجتاً تعلیم کی تمام تر ذمہ داری اپنے اوپر لیتے ہوئے مولانا کے والد نے از خود لائق و فائق اساتذہ کو مامور کیا کہ وہ ان کے لاڈلے کی تعلیم کا انتظام گھر پر ہی کریں۔

صرف چودہ پندرہ برس کی عمر میں اس وقت کے مروجہ دینی، مذہبی و عصری علوم کے علاوہ بیشتر وہ خارجی کتابیں بھی مولانا نے اپنے ذہن کی چار دیواری میں قید کر لیں جن کا تذکرہ قدیم بزرگوں کی محفلوں میں سنا جاتا تھا۔

مولانا نے اپنی تعلیم کو موروثی عقائد کے رنگ میں سرتا سر ڈوبی ہوئی ماننے کے باوجود تقلید اور توارث سے اجتناب کرتے ہوئے اعتقاد کی بنیاد علم و نظر پر رکھنے کی کوشش کی۔ اسی کوشش نے مولانا کی زندگی کا رخ تبدیل کرنے میں بہت بڑا کام کیا۔

اس خط سے مولانا کی ابتدائی زندگی کے بہت سے وہ نقوش واضح ہو جاتے ہیں جس

میں ان کی تعلیمی زندگی کے علاوہ تربیتی نظام کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ اور پھر اس پر مولانا کی اپنی انفرادی شناخت جو ہر کام کو نئے طرز سے کرنے اور از خود اس کی راہیں تلاش کرنے کے عادی تھے۔ مولانا کی بچپن کی یہ عادتیں ان کے اندر پیدا شدہ اس انقلابی جوہر کا پتہ بتا رہی تھیں جس سے ملک وملت کے مستقبل کی وابستگی تھی۔

مولانا کا مذکورہ خط مولانا کی فطرت، نفسیات، عادات و سیرت فہمی میں بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ مولانا نے اپنے شعری ذوق کی تسکین کرتے ہوئے اس سنجیدہ ترین خط میں فارسی زبان کا یک قطعہ، چوبیس اشعار اور چار مصرعے، اردو زبان کا ایک شعر، ایک مصرعہ اور عربی زبان کا ایک شعر اور ایک مصرعہ اس طریقے پر پیش کئے ہیں کہ وہ مضمون کی ضرورت محسوس ہونے لگتے ہیں۔

''جہاں تک طبیعت کی سیرت اور عادات وخصائل کا تعلق ہے، میں اپنی خاندانی اور نسلی وراثت سے بیخبر نہیں ہوں۔ ہر انسان کی اخلاقی اور معاشرتی صورت کا قالب نسل و خاندان کی مٹی سے بنتا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ میری عادات و خصائل کی مورتی بھی اسی مٹی سے بنی۔ ہر خاندان اپنی روایتی زندگی کی ایک انفرادیت پیدا کر لیتا ہے اور وہ نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی رہتی ہے۔ میں صاف محسوس کرتا ہوں کہ اس روایتی زندگی کے اثرات میرے خمیر میں رچ گئے ہیں اور میں ان کی پکڑ سے باہر نہیں جا سکتا۔ میری عادات وخصائل، چال ڈھال، طور طریقہ، امیال و اذواق......سب کے اندر خاندان کا ہاتھ صاف صاف دکھائی دے رہا ہے۔ یہ خاندانی زندگی کی روایتیں مجھے میرے ددھیال اور ننھیال، دونوں سلسلوں سے ملیں؛ اور دونوں پر صدیوں کی قدامت اور تسلسل کی مہریں لگی ہوئی تھیں؛ وہ بہر حال میرے حصے میں آنی تھیں، ان کے قبول کرنے یا نہ کرنے میں میری خواہش اور پسند کو کوئی دخل نہ تھا۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/۱۱

فارسی اشعار

اے غائب از نظر کہ شدی ہم نشینِ دل
می گویمت دعا و ثنا می فرستمت
درراہِ دوست مرحلۂ قرب و بعد نیست
می بینمت عیان و دعا می فرستمت

(دیوان حافظ:۵۱)

ترجمہ: اے نظر سے غائب! کہ تو دل کا ہم نشین ہے میں تجھے دعا دیتا ہوں اور تیرے پاس تعریف بھیج رہا ہوں۔
عشق کے راستے میں دوری اور نزدیکی کا معاملہ نہیں۔ میں تجھے کھلم کھلا دیکھ رہا ہوں اور تجھ کو دعا بھیج رہا ہوں۔ (پہلا شعر خط ۱ میں بھی آیا ہے۔)

فارسی شعر

خمیازہ سنجِ تہمتِ عیش رمیدہ ایم
مے آں قدر نہ بود کہ رنجِ خمار برد

(نامعلوم)

ترجمہ: عیش کی تہمت کی سزا کا خمیازہ (بھٹکنے کی وجہ سے) وحشت زدہ بھاگ رہا ہوں۔ حالانکہ شراب اتنی بھی نہیں تھی کہ نشہ دور کر دیتی۔

فارسی شعر

کم لذتم و قیمتم افزوں زشمار ست
گوئی ثمرِ پیشتر از باغِ وجود م

(حکیم مسیح الزماں صدرا شیرازی، مآثر الامراء،۱:۵۷۹)

ترجمہ: میں اگر چہ ذائقہ کے اعتبار سے کم تر ہوں لیکن میری قیمت شمار سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ میرے وجود کے باغ سے پہلے ہی پھل کی قیمت بتا دے۔

سبک زجاش بگیری کہ بس گراں گہرست
متاعِ من کہ نصیبش مباد ارزانی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات عرفی)

ترجمہ: (میرے پیالے سے) یہ ہلکا سا جو گھونٹ تو نے لیا ہے بہت قیمتی موتی ہے۔ میرا کل ساز سامان یہ ہے کہ اس کا نصیب کبھی سستا نہیں ہو سکتا۔

فارسی شعر قماشِ دست زدِ شہر وِدِہ زمن مطلب
متاعِ من ہمہ دریائی ست یا کانی

(کلیات عرفی)

ترجمہ: شہر کے لوٹے ہوئے مال اسباب میں سے میرے مطلب کا سامان مجھ کو دے۔ میرا مال و اسباب یا تو دریائی (نایاب موتی ہیں) یا کانوں کے ذخیروں سے نکلے ہوئے بیش قیمت ہیرے جواہرات

فارسی شعر درکوئے ما شکستہ دلی می خرند وبس
بازارِ خود فروشی ازاں سوے دیگر ست

(دیوان حافظ: ۴۹)

ترجمہ: ہمارے علاقے میں ٹوٹے ہوئے دل خریدے جاتے ہیں اور بس، اپنے آپ کو بیچنے والا بازار اس سے دوسری طرف ہے۔

فارسی شعر بارفیقانِ زخود رفتہ سفر دست نداد
سیرِ صحرائے جنوں حیف کہ تنہا کردیم

(میر عبدالرحمٰن گرامی روز ورش: ۵۸۴)

ترجمہ: خود فراموش رفیقوں کے ساتھ ہم نے کبھی سفر نہیں کیا۔ افسوس یہ کہ دیوانگی کے صحرا کی سیر ہم نے تنہا کی ہے۔

فارسی شعر آں نیست کہ من ہم نفساں رابگزارم
با آبلہ پایاں چہ کنم، قافلہ تیز ست

(کلیات فیضی: ۲۲۸)

ترجمہ: یہ حق دوستی نہیں ہے کہ میں ساتھیوں کو چھوڑ دوں، چھالہ پڑے ہوئے پیروں کیساتھ کس طرح سفر کروں؟ قافلہ تیز ہے۔

فارسی شعر خارہا از اثرِ گرمیِ رفتارم سوخت
منتے برقدم راہروان ست مرا

(کلیات غالب: ۳۵۸)

ترجمہ: بہت سے کانٹے میری رفتار کی گرمی کے اثر سے جل گئے۔ ساتھ چلنے والوں کے ہر ہر قدم پر میرا احسان ہے۔

فارسی شعر
ایما و اشارت نہ باندازۂ راز ست
ایں رشتہ بہ انگشت نہ پیچی کہ دراز ست

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات عرفی:۳۱۴)

ترجمہ: اشارے وکنایے راز کے طریقے سے نہیں ہیں۔ اس دھاگے کو انگلی پر مت لپیٹ کہ یہ بہت لمبا ہے۔

عربی مصرعہ
عن المرء لا تسئل وسَل عن قرینہٖ
فکل قرین بالمقارن یقتدی

(دوسرا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (عدی بن زید، جمہرۃ اشعار العرب:۱۰۳)

ترجمہ: کسی انسان سے اس کی اپنی ذات کے بارے میں مت پوچھو بلکہ اس کے عہد کے بارے میں معلوم کرو، کیونکہ ہر عہد اپنے عہد سے وابستہ افراد کی رہنمائی کرتا ہے۔

فارسی شعر
فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہ ہرزہ نیست
ہم قصۂ عجیب و حدیثِ غریب ہست

(دیوان حافظ:۶۴)

ترجمہ: یہ حافظ کی ساری فریاد آخر بکواس نہیں ہے یہ نادر قصہ اور ایک عجیب و غریب بات بھی ہے۔

فارسی قطعہ
اے بلبلِ بلند بانگ! در باطن ہیچ
بے توشہ چہ تدبیر کنی وقت بسیچ
روئے طمع از خلق بپیچ ار مردی
تسبیح ہزار دانہ، بردست مپیچ

(آخری تینوں مصرعے غبار خاطر کے متن میں نہیں ہیں) (کلیات سعدی:۱۱۸)

ترجمہ: اے بلند آواز بلبل، باطن میں بھی کچھ ہے؟ ارادے کے وقت بغیر توشے کے کیا کرتا ہے؟ مخلوق سے لالچ کا مونہہ موڑ لے اگر تو مرد ہے۔ ہزار دانوں کی تسبیح ہاتھ میں مت گھما۔

فارسی شعر تو طریقِ صلوٰۃ کے دانی
گرنہ خوانی خلاصۂ کیدانی

(نامعلوم)

ترجمہ: تو نماز کا طریقہ کیسے جانتا ہے؟ اگر تو نے ''خلاصہ کیدانی'' نہیں پڑھا۔

فارسی شعر ہیچ گہہِ ذوقِ طلب از جستجو بازم نہ داشت
دانہ می چیدم دراں روزے کہ خرمن داشتم

(دیوان کلیم کاشانی:۲۶۸)

ترجمہ: تلاش اور جستجو کے ذوق نے مجھے کبھی بھی باز نہیں رکھا۔ میں اس دن بھی دانہ چگتا ہوں جس دن کہ کھلیان رکھتا ہوں۔

فارسی شعر ازاں کہ پیر وی خلق گمرہی آرد
نمی رویم براہے کہ کارواں رفتست

(راقم مشہدی، شعرالعجم:۵:۳۰۲)

ترجمہ: جس انسان کی پیروی کرنے سے گم راہی ہو۔ اس راستے پر ہمیں نہیں چلنا چاہئے کیونکہ کارواں رواں دواں ہے۔

فارسی شعر جاں زتن بردی و درجانی ہنوز
دردہا دادی و درمانی ہنوز

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (امیر خسرو، شعرالعجم ۲:۱۵۴)

ترجمہ: جان تن سے جدا ہو گئی لیکن ابھی بھی گناہوں میں مبتلا ہوں۔ تو نے بہت سی تکلیفیں دیں لیکن ابھی بھی علاج اور تیمارداری کر رہا ہوں۔

فارسی شعر چہ مستی است نہ دانم کہ روبما آورد
کہ بود ساقی واین بادہ ازکجا آورد

(دیوان حافظ:۱۰۹)

ترجمہ: مجھے معلوم نہیں کہ یہ کیسی مستی ہے جو ہم میں رونما ہوئی ہے کہ ساقی کون تھا؟ اور شراب کہاں سے لایا تھا۔

عربی شعر　　اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھوىٰ
فصادف قلبا فارغاً فتمکنا

(ماخوذ از ابن قیم کی کتاب الداء والدواء: ۲۲۵)

ترجمہ: مجھ کواس کی خواہش اس وقت بھی پہلے دی گئی ہے جبکہ میں یہ جانتا بھی نہ تھا کہ خواہش کیا ہوتی ہے؟ بس دل فارغ ہو گیا اور دونوں (دل وخواہش) کو قرار آ گیا۔ (یہ شعر خطبے میں بھی آیا ہے)

فارسی شعر　　بوئے آں دود کہ امسال بہ ہمسایہ رسید
زآتشے بود کہ درخانۂ من پار گرفت

(اوحدی اصفہانی، شعرالعجم: ۵: ۱۱۶)

ترجمہ: اس دھویں کی خوشبو جواس سال پڑوسی کو پہونچی اس آگ کی وجہ سے تھی جو میرے گھر میں پار ہو گئی۔

فارسی شعر　　کارِ زلفِ تست مشک افشانی، لمّا عاشقاں
مصلحت را تہمتے برآہوئے چیں بستہ اند

(دیوان حافظ)

ترجمہ: مشک بکھیرنے کا کام صرف تیری زلفوں کا ہے لیکن عاشق لوگ مصلحتاً چین (میں پائے جانے والے) ہرن کے نافے پر تہمت لگا دیتے ہیں۔

اس شعر کے متعلق حواشی میں مالک رام صاحب نے لکھا ہے کہ "دیوان حافظ کے ایرانی نسخوں میں یہ شعر نہیں ملا۔ نواب رحمت اللہ کے ایک قلمی نسخے میں یہ شعر لفظی اختلاف کے ساتھ ملتا ہے۔ لیکن راقم کے پیش نظر دیوان حافظ کا وہ نسخہ بھی ہے جس کا اردو ترجمہ قاضی سجاد حسین صاحب نے کیا ہے اور جو سب رنگ کتاب گھر دہلی سے ۱۹۷۳ء میں چھپا ہے۔ اس میں یہ شعر اس طرح ہے

کارِ زلف تست عطّاری مشک افشا نیے
مصلحت راتہمتے برنافۂ چیں بستہ اند

(دیوان حافظ مترجمہ قاضی سجاد صاحب ص ۱۸۴)

ترجمہ: عطاری اور مشک افشانی صرف تیری زلف کا کام ہے مصلحتاً چین کے نافے پر تہمت لگائی جاتی ہے۔

فارسی قطعہ

سگِ آستانم، اما ہمہ شب قلادہ خایم
کہ سرِ شکار دارم نہ ہوائے پاسبانی
عجب ست، اگر نہ باشد خضرے بہ جستجویم
کہ فتادہ ام بہ ظلمت، چوزُلالِ زندگانی

(دیوان نظیری:۵۰۲)

ترجمہ: میں چوکھٹ کا کتا ہوں لیکن تمام رات پٹہ ڈالے رہتا ہوں کیونکہ میں نہ تو شکار کا لالچ رکھتا ہوں اور نہ ہی چوکیداری کی خواہش۔ تعجب کی بات ہے اگر میری جستجو کی منزل کوئی خضر نہ ہو میں زندگی بخش صاف ستھرے پانی کی طرح ظلمت وتاریکی میں پڑا ہوا ہوں۔

فارسی شعر

بہ وصلش تا رسم، صد بار برخاک افگند شوقم
کہ نوپروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم

(دیوان نظیری:۲۹۳)

ترجمہ: اس سے ملنے کی تمنا بس ایک رسم تک محدود ہے۔ میں اپنے شوق کو سو بار خاک میں ملا چکا ہوں۔ ابھی میں نیا نیا اڑنا سیکھ رہا ہوں اور ایک بلند آشیانہ کی شاخ پر ٹھکانہ رکھتا ہوں۔

فارسی شعر

دربیاباں گربہ شوقِ کعبہ خواہی زدقدم
سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

(دیوان حافظ:۱۹۰)

ترجمہ: اگر کعبہ کے شوق میں تو بیاباں میں قدم رکھنا چاہتا ہے۔ تو اگر (تجھے) ببول کا کانٹا (بھی) جھڑکیاں دے تو غم نہ کر۔

اردو شعر

کام تھے عشق میں بہت پر میرؔ
ہم توفارغ ہوئے شتابی سے

(کلیات میر: دیوان اول:۲۰۸)

فارسی شعر

آینہ نقش بندِ طلسمِ خیال نیست
تصویرِ خود بلوحِ دگرمی کشیم ما

(کلیات بیدل،۱:۹۳)

ترجمہ: آئینہ ہمارے خیالات کے طلسم کا نقش بند نہیں ہے۔ اپنی تصویر ہم دوسری تحریر پر کھینچتے ہیں۔

(یہ شعر خط ۱۰ میں بھی آ چکا ہے)

فارسی شعر
طبعے بہم رساں کہ بسازی بعالمے
یا ہمتے کہ ازسرِ عالم تواں گزشت

(دیوان کلیم: ۱۲۳)

ترجمہ: اپنی طبیعت کے لئے وہ سامان فراہم کر جو اسے دنیا کے حالات کے موافق کر دے۔ یا پھر یہ ہمت کر کہ دنیا کے (حادثات) سے طاقت کے ساتھ گذر جا۔

فارسی شعر
پشت برکوہست طاقت تکیہ تابررحمتست
کارِ مشکل بود، ما برخویش آساں کردہ ایم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر میں نہیں ہے) (کلیات غالب: ۴۹۴)

ترجمہ: پیٹھ پہاڑ پر ہے لیکن ہمارے بھروسے کا سہارا تیری رحمت پر ہے۔ ہمارا کام مشکل تھا لیکن اسے ہم نے اپنے اُوپر آسان کر دیا ہے۔

فارسی شعر
وقت عرفی خوش، کہ نکشودند گردَر بررخش
بردرِ نکشودہ ساکن شد درِ دیگر نہ زد

(کلیات عرفی: ۳۳۴)

ترجمہ: عرفی خوشی کی بات یہ ہے کہ اگر ہم گھوڑے کے لئے دروازہ نہ کھولتے تو وہ دوسرے کا دروازہ نہ کھلواتا بلکہ ساکن ہو جاتا دوسرے دروازے پر نہ جاتا۔

اردو شعر
صبح آیا جانبِ مشرق نظر
اک نگارِ آتشیں رُخ سَر کھُلا

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوانِ غالب: ۲۵۷)

فارسی اشعار
عیدست و نشاط و طرب و زمزمہ عام ست
مے نوش، گنہ برمن اگر بادہ حرام است!

از روزہ اگر کوفتۂ، بادہ رواگیر
ایں مسئلہ حل گشت زساقی کہ امام است

(کلیات غالب:۲۳۳،۲۳۲)

ترجمہ: عید ہے، خوشی کی محفل ہے۔ گیت اور راگ عام طور پر ہو رہے ہیں۔
شراب پی، اگر اس موقع پر بھی شراب حرام ہوئی تو گناہ مجھ پر ہوگا۔
اگر تو روزے سے اکتا گیا ہے تو شراب کو اختیار کر، یہ مسئلہ ساقی سے حل ہو جائے گا کیونکہ وہی امام ہے۔

یہ دونوں شعر الگ الگ ہیں، دونوں ایک ہی قصیدے کے ہیں، جو بہادر شاہ ظفر کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ پہلا شعر مطلع ہے، دوسرا قصیدہ کے درمیان سے ماخوذ ہے۔

''انسان کی دماغی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی روک، اس کے تقلیدی عقائد ہیں۔ اسے کوئی طاقت اس طرح جکڑ بند نہیں کر سکتی، جس طرح تقلیدی عقائد کی زنجیریں کر دیا کرتی ہیں۔ وہ ان زنجیروں کو توڑ نہیں سکتا، اس لیے کہ توڑنا چاہتا ہی نہیں۔ وہ انہیں زیور کی طرح محبوب رکھتا ہے۔ ہر عقیدہ، ہر نقطۂ نگاہ جو اسے خاندانی روایات اور ابتدائی تعلیم و صحبت کے ہاتھوں مل گیا ہے، اس کے لئے ایک مقدس ورثہ ہے۔ وہ اس ورثہ کی حفاظت کرے گا۔ مگر اسے چھوڑنے کی جرأت نہیں کریگا۔ بسا اوقات موروثی عقائد کی پکڑ اتنی سخت ہوتی ہے کہ تعلیم اور گردوپیش کا اثر بھی اسے ڈھیلا نہیں کر سکتا۔ تعلیم دماغ پر ایک نیا رنگ چڑھا دیگی، لیکن اس کی بناوٹ کے اندر نہیں اترے گی۔ بناوٹ کے اندر ہمیشہ نسل، خاندان اور صدیوں کی متوارث روایات ہی کا ہاتھ کام کرتا رہے گا۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

بارہواں خط

''کارخانۂ عالم اور خدا کا وجود''[1]

مورخہ ۱۷/۱۷ اکتوبر ۱۹۴۲ء کو پسِ دیوارِ زنداں لکھے گئے پیش نظر خط کے مضامین زیادتر فلسفانہ نوعیت کے ہیں۔

اس خط کی ابتداء بھی سابقہ کئی خطوط کی طرح آخیر شب یا قبل از صبح چائے نوشی کے اس دور سے ہوتی ہے جس کی ایک چسکی مولانا کی زندگی میں طرب ونشاط لانے کے لئے کافی تھی۔ اس نشاط انگیز عالم میں مولانا نے خدا کی ہستی پر بحث کرتے ہوئے مختلف مثالوں سے اس کارخانۂ عالم کے چلانے والے کو وجود کے ثابت کیا ہے۔

انسٹائن کی کتاب ''دی ایویشن آف فزکس'' کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے سائنسی حقیقت کے بارے میں بتایا کہ اس نے سائنس کے حقائق کی تلاش کرنے کی سرگرمیوں کو انگلستان کے مشہور مصنف سرآرتھر کانن ڈایل کی جاسوسی کہانیوں کے فرضی کردار شرلاک ہومز کی سراغرسانیوں سے تشبیہ دی ہے۔

زندگی اور حرکت کے کارخانے کے بارے میں سوسوالات قائم کر کے انسان کے وجود اور اس وجود کے اندر پیدا شدہ سوالات کے سوچنے اور سمجھنے کا فلسفہ ایک ایسا معمہ ہے جو انسان کی تمام تر ترقیات کے باوجود ابھی تک حل نہیں ہوسکا۔

یورپ اور امریکہ کے مفکروں کے تازہ ترین تاثر کا مطالعہ کر کے آپ نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مذہب اور خدا کی ہستی کے متعلق اپنے منصوبوں پر وہ از سرِ نو غور کرنے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ انسان کے اپنے وجود کے اندر خود بہت سے ایسے سوالات

---

[1] ....غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلاعنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کوئی ایسی ذات ہے جو اس کے نظام کے چلانے پر آمادہ ہے۔ اس کی جسمانی، روحانی منازل اور پھر ان کا نشوونما یہ کسی بھی انسان کے بس کی بات نہیں اور پھر صرف ایک انسان کی زندگی کے ارتقاء کے ہی نہیں بلکہ دنیا میں کروڑہا کروڑ انسانوں کی زندگی کے لامتناہی مسائل، اور صرف انسانوں ہی میں نہیں بلکہ حیوانات اور دوسری تمام مخلوقات کا ایک حیاتی ومماتی نظام کے فلسفہ کو اشارات میں ذکر کرنے کے بعد اس کا خلاصہ اس صورت میں کیا ہے کہ ''خدا کی ہستی کا عقیدہ انسان کی ایک فطری ضرورت کے تقاضے کا جواب ہے اور چونکہ فطری تقاضے کا جواب ہے اس لئے اس کی جگہ انسان کے اندر پہلے سے موجود ہونی چاہئے جب تک ہم خدا کے موجود ہونے کا عقیدہ مکمل طور پر تسلیم نہیں کریں گے تب تک ہم زندگی کے فلسفے کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ کائنات کے نظام کو چلانے کے لئے عقل، شعور، حواس نامی جن مادوں کی ضرورت ہے وہ مادے انسان کے اندر کس نے پیدا کئے؟ اور کیوں پیدا کئے؟ ان سب سوالات پر غور کرکے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہی کہ یہ نظام بے مقصد نہیں بلکہ انتہائی با مقصد ہے، جو لوگ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں وہی زندگی کے فلسفہ کو سمجھ پاتے ہیں اور جو اپنے کو عقلِ کل تصور کرکے اس کی گہرائی تک نہیں پہونچتے وہ فلسفہ کی بھول بھلیوں میں کھو کر اصل مقصد سے بہت دور چلے جاتے ہیں اور جب ان کی سمجھ میں کائنات کے نظام کی مقصدیت واضح نہیں ہوتی تو وہ خدا کے وجود کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں۔''

الغرض یہ خط مولانا کے فلسفیانہ مباحث کے ساتھ ساتھ ان کے عقیدۂ توحید کو بھی سمجھنے میں معاون ومددگار ثابت ہوتا ہے۔

مولانا کا یہ فلسفیانہ رنگ اس کے بعد کے دو خطوں میں بھی پوری طرح ظاہر ہوتا ہے۔ فارسی کی ایک رباعی، ۱۳؍اشعار اور چار مصرعوں سے مولانا نے خط کے مضمون کو مدلل کیا ہے۔ چار مصرعوں کے بقایا جات حسب سابق مالک رام صاحب نے تحقیقی حوالوں کے ساتھ مکمل کرکے انہیں شعر کی صورت میں موزوں کر دیا ہے۔

اشعار خط نمبر / ۱۲

فارسی شعر
از بہر چہ گویم ''ہست'' از خود خبرم چوں نیست
وز بہر چہ گویم ''نیست'' با او نظرے چوں ہست

ترجمہ: کس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ ''ہے'' جبکہ میں اس سے باخبر ہوں کہ ''نہیں ہے'' اور کس وجہ سے میں کہتا ہوں کہ ''نہیں ہے'' جبکہ اس کی نظر میں (میرا وجود) ہے۔''

فارسی شعر
می کشد شعلہ سرے از دلِ صد پارۂ ما
جوشِ آتش بود امروز بہ فوارۂ ما

(فیضی شعر العجم ۳:۶۶)

ترجمہ: ہمارے سو ٹکڑے ہوئے دل کے ایک کنارے سے آگ نکل رہی ہے، اور اس آگ کا جوش آج فوارے کی طرح ابل رہا ہے۔

فارسی شعر
بادہ خواہی، باش تا از خُم بروں آرم کہ من
ایں کہ در جام و سُبو دارم مہیا آتش ست

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات عرفی شیرازی: ۲۹۵)

ترجمہ: تو شراب چاہتا ہے تو (تیار) ہو جا تا کہ میں مٹکے سے وہ شراب نکال کر لاؤں (جو پی جا سکے) (کیونکہ) یہ شراب جو میں جام و سبو میں رکھتا ہوں یہ تو آگ سے تیار ہوئی ہے۔ (یہ ہر شخص کے پینے کے لائق نہیں ہے)

فارسی شعر
تا تازہ و تر زنم رقم را
در بادہ کشیدہ ام قلم را

(داستان نل و دمن: ۴۲)

ترجمہ: میں اپنے لکھنے کو (اس طرح) تر و تازہ کر رہا ہوں کہ قلم کو شراب میں ڈبو کر لکھ رہا ہوں۔

فارسی شعر باده فرستم بحریفاں دگر
ازمیِ دوشین قدرے تند

(کلیات شبلی:۵۳)

ترجمہ: اپنے مخالفین کے لئے ایسی شراب بھیج رہا ہوں جو گائے بھینس کے دودھ سے تھوڑی تیز تر ہے۔

فارسی شعر آں کہ ایں نامۂ سربستہ نوشتہ است نخست
گرہِ سخت بہ سر رشتۂ مضمون زدہ است

(بابا فغانی شیرازی، دیوان فغانی ۴۳)

ترجمہ: کیونکہ یہ مہر بند خط پہلی مرتبہ لکھا گیا ہے اس لئے مضمون زدہ حصے پر سخت گرہ لگادی گئی ہے۔

فارسی شعر ماز آغاز وز انجامِ جہاں بیخبریم
اول و آخر ایں کہنہ کتاب افتاد ست

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان کلیم:۱۱۹)

ترجمہ: ہم دنیا کے آغاز وانجام سے بے خبر ہیں۔ یہ پرانی کتاب شروع سے آخر تک اسی طرح پڑی ہوئی ہے۔

فارسی شعر مُردم در انتظار دریں پردہ راہ نیست
یاہست و پردہ دار نشانم نمی دہد

(دیوان حافظ:۹۷)

ترجمہ: میں انتظار میں مرگیا اور اس پردے میں راستہ نہیں ہے۔ یا ہے اور پردہ دار مجھے اسکا پتہ نہیں دیتا۔

فارسی رباعی اسرارِ ازل رانہ تو دانی و نہ من
ویں حرفِ معمہ نہ تو خوانی ونہ من
ہست ازپسِ پردہ گفتگوئے من وتو
چوں پردہ برافتد، نہ تو مانی و نہ من

(رباعیات عمر خیام:۱۲۱) :

ترجمہ: اس کائنات کے بھیدوں کو نہ تو جانتا ہے اور نہ ہی میں۔ یہ ایک ایسا معمہ حرف ہے جو نہ تو پڑھتا ہے اور نہ ہی میں۔ میری اور تیری بات پردے کے پیچھے سے ہو رہی ہے۔ جب پردہ اٹھ جائے گا تو نہ تو رہے گا اور نہ میں۔

فارسی شعر دریں میدانِ پُر نیرنگ حیران ست دانائی
که یک ہنگامہ آرائی وصد کشور تماشائی

(دیوان نظیری:۳٦۸)

ترجمہ: اس رنگارنگ میدان میں عقل حیران ہوتی ہے کہ ہنگامہ کی جگہ صرف ایک ہے اور تماشائی سو اقلیم (یعنی سینکڑوں دنیائیں) ہیں۔

فارسی شعر بامن آویزشِ اوالفتِ موج ست و کنار
دمبدم بامن و ہر لحظہ گریزاں ازمن

(دیوان کلیم:۲۹۴)

ترجمہ: میرے ساتھ اس کا ملنا جلنا موج اور کنارے کے ملنے کی طرح ہے کہ وقت وقت پر وہ میرے ساتھ ہے اور ہر لمحہ مجھ سے بھاگتا بھی ہے۔

فارسی شعر چنداں کہ دست و پازدم، آشفتہ ترشدم
ساکن شدم، میانۂ دریا، کنارشد

(کلیات عرفی:۱٦)

ترجمہ: ہر چند کہ میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں لیکن اور ہی زیادہ پریشان ہوں۔ میں بیچ دریا میں ہی رک گیا (پھر بھی اپنی جدوجہد کے باعث) کنارے پر پہونچ گیا ہوں۔

فارسی شعر حدِ حسنِ تو بادراک نشاید دانست
ایں سخن نیز بہ اندازۂ ادراکِ من ست

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات عرفی:۳۱۱)

ترجمہ: تیرے حسن کی انتہا کو عقل کے ذریعہ نہیں جانا جاسکتا یہ بات بھی میری عقل کے اندازے کے مطابق ہے۔

فارسی شعر نہ باندازۂ بازوست کمندم، ہیہات
ورنہ باگوشۂ بامیم سروکارے ہست

(کلیات عرفی:۲۸۹)

ترجمہ: افسوس کہ میری کمند، بازو (طاقت) کے اندازے کے مطابق نہیں ہے۔
اور نہ ہی مجھ کو اپنے گھر کی چھت کے کونے سے کوئی تعلق ہے۔

فارسی شعر
تراز کنگرۂ عرش می زنند صفیر
ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد ست

(دیوان حافظ: ۳۷)

ترجمہ: تجھ کو تو وہ عرش کے کنگرے سے آوازیں دے رہے ہیں۔ میں نہیں جانتا
کہ تو اس جال میں کس طرح پھنس گیا۔

فارسی شعر
درہیچ پردہ نیست، نہ باشد نوائے تو
عالم پُرست از تو وخالیست جائے تو

(کلیات صائب: ۷۵۰)

ترجمہ: (اگرچہ عالمِ) معدوم میں کوئی پردہ نہیں ہے (وہاں ہر ایک کو دوسرے کا
حال معلوم ہے)۔ (بس) تیری آواز (وہاں تک پہونچنے والی) نہیں ہے
کیونکہ یہ دنیا (بظاہر) تجھ جیسے (انسانوں سے) بھری ہوئی ہے لیکن تیری جگہ
خالی ہے (یعنی حقائق پر نظر رکھنے والے انسان بہت کم ملتے ہیں)۔

فارسی اشعار
اے تیر غمت را دلِ عشاق نشانہ
خلقے بتو مشغول و تو غائب زمیانہ
گہہ معتکف دیرم وگہہ ساکنِ کعبہ
یعنی کہ ترا می طلبم خانہ بخانہ

(خیالی بخاری، روز روشن: ۳۰۷)

ترجمہ: اے تیر! تیرے غم کا نشانہ عاشقوں کا دل ہے۔ ایک مخلوق تیرے ساتھ
مشغول ہے اور تو درمیان سے غائب ہے۔
میں کبھی کلیسا میں اعتکاف کر رہا ہوں اور کبھی کعبہ میں ٹھہر کر (تجھے تلاش کر رہا
ہوں) یعنی کہ میں تجھ کو جگہ جگہ ڈھونڈ رہا ہوں۔

تیرہواں خط

"لیس کمثلہٖ شئی"٭

۷ار اکتوبر ۱۹۴۲ء کو لکھے ہوئے بارہویں خط میں مولانا نے جن نظریات پر فلسفانہ بحث کی تھی وہ اس بحث کو ادھوری محسوس کررہے تھے اسی لئے اس سے اگلے ہی دن ۸ار اکتوبر ۱۹۴۲ء کو آپ نے تیرہویں خط میں ان نظریات پر مزید روشنی ڈالنا ضروری سمجھا، اس طریقہ پر یہ خط کل کے خط کا تتمہ، تکملہ یا ضمیمہ معلوم ہوتا ہے۔

اس خط میں مولانا، بات آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ'' جب خدا کا وجود ماننے بغیر ہمارے سامنے کوئی چارہ نہیں رہا تو یہ کیا بات ہے کہ انسان، خدا کے ماوراء تعقل (یعنی عقل وفہم میں نہ آنے والی ذات) اور غیر شخصی تصور پر قناعت نہیں کرسکا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت کو بلندی کے ایک نصب العین کی ضرورت ہے جب تک یہ نصب العین نہیں ہوگا وہ حقیقت کی تلاش میں بھٹکتا ہی رہے گا۔

ہندوستان میں جنم لینے والے ہندو مذہب کے ماننے والے مختلف نظریات کے نتیجہ میں برہما (ذاتِ مطلق) کے تصور کو ایشور (ذاتِ متشخص) میں دیکھ کر اور پھر پتھروں کی مورتیاں تراش کر ان کی پرستش کر کے اپنے دل ودماغ کو تسکین پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہودی مذہب میں خدا کو ایک قاہر وجابر شہنشاہ کی صورت میں دیکھ کر اور اس خدا کو صرف اسرائیل کے گھرانے میں قید کر کے مذہبی سکون فراہم کیا جاتا ہے۔ عیسائی مذہب میں اس خدا کو باپ کا درجہ دیا جاتا ہے یہ سب وہ مذہبی تصورات ہیں جو مختلف اوقات میں اپنے ارتقائی درجے کو پہونچے لیکن کوئی بھی نظریہ اسلام کے نظریۂ تنزیہ " لیس کمثلہ

٭......غبارِ خاطر میں پیشِ نظر خط بلاعنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

شــئ" (اس کی مثال کسی بھی چیز سے دینا ممکن نہیں) کو نہیں پہونچ سکا۔ اس میں تشبیہ کی ایسی عام اور قطعی نفی کر دی گئی کہ ہمارے تصوری تشخص کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔"

اس بحث کا خلاصہ ہم اس طرح بھی کر سکتے ہیں کہ بنیادی بات خدا کو ماننا اور پھر اس خدا کو ذاتِ مطلق ماننا اور اس ذات مطلق کو ایسا ماننا کہ جس کی مثال کسی بھی چیز سے نہ دی جا سکے یہ ہمارے عقیدے کی بنیاد ہے اس کے ساتھ مولانا نے اپنے اس نظریہ کو قرآن کی چند دوسری آیات جن میں خدا کی ذات کے مشاہدے کے لئے نظری آنکھوں سے دیکھنے کی نفی، باری تعالیٰ کا خود اپنے بارے میں یہ فیصلہ دینا کہ "تم مجھے نہیں دیکھ سکتے" اللہ کے لئے مثالیں نہیں پیش کی جا سکتی" وغیرہ سے اپنے دعوے کو مدلل کیا ہے۔

بلندی کے جس نصب العین کو مولانا نے انسان کی ضرورت بتایا تھا اس کی تکمیل اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ انسان ایک ایسے خدا کو اپنا معبود بنائے جو ذات وصفات میں تنہا اور لاشریک ہو۔ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ اگر معبود میں وہ تمام صفات یکجا نہ ہوں جو انسان کی ظاہری آنکھوں میں نہ سما سکتی ہوں اور نہ ہی اس کی عقل کے دائروں میں سمٹ سکتی ہوں تو اس کی معبودیت لاحاصل ہوگی۔ معبود کو ایک مانتے ہوئے اسے برحق ہر جگہ حاضر و ناظر اور سمیع وبصیر ماننا ہی اسلام کے اعتقاد کی بنیاد مانا گیا ہے۔

مولانا نے اس ضمن میں بہت سے ان فرقوں کے اعتقادات کا سرسری تذکرہ بھی کیا ہے جو اسلام میں رہنے کے باوجود اسلام کی بنیادی فکر سے متصادم رہے اور ان قوموں کا بھی جنہوں نے باطل فرقوں کے بطلان کو ثابت کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف کر دیا۔

مذکورہ خط میں سائنس وفلسفہ کی اصطلاحات کی کثرت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مولانا محض ایک عالم دین، ادیب، دانشور، مفکر اور مصنف ہی نہیں تھے بلکہ وہ موجودہ سائنس کے رموز واشارات، تعبیرات واصطلاحات، سے بھی بخوبی واقف تھے اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ مولانا کی شخصیت قدیم وجدید علوم کا چلتا پھرتا مرقع تھی۔

تیرہ صفحات پر مشتمل مذکورہ خط میں مولانا مرحوم نے ایک فارسی رباعی وفارسی زبان کے دس اشعار ایک مصرعہ اور اردو زبان کے دو اشعار کا استعمال کیا ہے۔

اشعار خط نمبر/ ۱۳

فارسی شعر
برچہرۂ حقیقت اگر ماند پردۂ
جرمِ نگاہِ دیدۂ صورت پرستِ ماست

(دیوان نظیری:۴۷)

ترجمہ: اگر تو نے حقیقت کے چہرے پر پردہ ڈال دیا ہے تو یہ (کسی کا قصور نہیں بلکہ) ہماری اس نگاہ کا جرم ہے جو صورت پرست ہے۔

فارسی شعر
مشکل حکایتیست کہ ہر ذرہ عین اوست
امّا نمی تواں کہ اشارت بأوکنند

(دیوان بابا فغانی شیرازی:۱۱۰۰)

ترجمہ: اس کہانی کو (ثبوت کے طور پر) بیان کرنا اگرچہ مشکل ہے کہ ہر ذرہ، اسی کی ذات کا پرتو ہے لیکن لوگوں کا اس کی طرف اشارہ کرنا بھی مشکل امر ہے۔

اردو شعر
کرے کیا کعبہ میں جو سر بتخانہ سے آگہ ہے
یہاں تو کوئی صورت بھی ہے واں اللہ ہی اللہ ہے

(دیوانِ ذوق:۲۴۸)

فارسی رباعی
ناکردہ گناہ درجہاں کیست، بگو
وانکس کہ گنہ نکرد، چوں زیست، بگو
من بدکنم وتو بد مکافات دہی
پس فرق میان من وتوچیست، بگو

(پہلا شعر غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (رباعی عمر خیام:۱۳۴)

ترجمہ: دنیا میں ایسا شخص کون ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو؟ ذرا بتایئے تو اور (یہ بھی بتایئے کہ) وہ شخص جس نے گناہ نہ کیا ہو کیسے زندہ ہے؟ میں برا کام کرتا ہوں اور تو بھی اس بدعملی کی سزا دیتا ہے تو پھر میرے اور تیرے درمیان کیا فرق ہے

ذرا بتاؤ تو سہی۔

فارسی شعر
زباں بند و نظر باز کن کہ منعِ کلیم
اشارت ازادب آموزیِ تقاضائی ست

(کلیات عرفی:۲۸۴)

ترجمہ: اپنی زبان کو بند کرلو اور نظروں کو پھیرلو کہ کلیم (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو روکنے کا اشارہ کرنا بھی ادب سکھائے جانے کا تقاضا ہے۔

اردو شعر
ہرچند، ہو مشاہدۂ حق میں گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

(دیوان غالب:۹۱)

فارسی شعر
آہ ازاں حوصلۂ تنگ وازاں حسنِ بلند
کہ دلم را گلہ از حسرتِ دیدارِ تو نیست

(کلیات عرفی:۳۲۱)

ترجمہ: اُس اعلیٰ حسن کی (تعریف) میں حوصلے کی تنگی پر افسوس ہے۔ کیونکہ میرے دل میں تیرے دیدار کی حسرت کا گلہ نہیں ہے۔

فارسی شعر
درپردہ ای و برہمہ کس پردہ می دری
باہر کسے و باتو کسے راوصال نیست

(اوحدی اصفہانی، شعر العجم، ۵:۱۱۶)

ترجمہ: تو خود تو پردے میں ہے مگر دوسرے لوگوں کو بے پردہ کررہا ہے (یعنی ان کے بھیدوں کو ظاہر کررہا ہے)۔ تیرا ہر کسی کے ساتھ اور ہر ایک شخص کا تیرے سے ملنا ممکن نہیں ہے۔

فارسی شعر
دل کشتۂ یکتائیِ حسن است، وگرنہ
درپیشِ تو آیینہ شکستن ہنرے بود

(کلیات بیدل ۱:۳۸۸)

ترجمہ: تو نے دل کا خون کیا۔ یہ تیرے حسن کا انوکھا کمال ہے ورنہ تیرے سامنے آئینے کا ٹوٹ جانا ایک زبردست کمال ہے۔

فارسی شعر تلقینِ درسِ اہلِ نظر یک اشارت ست
کردم اشارتے و مکرّر نمی کنم

(دیوان حافظ:۲۶۶)

ترجمہ: اہل نظر کے درس کی تعلیم ایک اشارے سے ہے۔ مں نے ایک اشارہ کردیا ہےاوردوبارہ نہیں کروں گا۔

فارسی شعر پایم بہ پیش از سرِ ایں کو، نمی رود
یاراں خبردہید کہ ایں جلوہ گاہِ کیست؟

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان نظیری نیشاپوری:۲۶)

ترجمہ: میرے قدم اس گلی سے آگے نہیں بڑھتے ۔اے دوستو! مجھے بتلاؤ تو کہ یہ کس کی جلوہ گاہ ہے۔

فارسی شعر تو نظر بازنۂ ورنہ تغافل نگہ ست
تو زباں فہم نۂ ورنہ خموشی سخن ست

(ظہور ترشیزی، دیوان نورالدین ظہوری:۴۶)

ترجمہ: تو صحیح طریقے سے دیکھنے والا نہیں ہے ورنہ یہ غفلت برتنا ہی دیکھنا ہے۔ نہ تو زبان سمجھنے والا ہے ورنہ اس خاموشی میں ہی بہت سی باتیں کہی گئی ہیں۔

فارسی شعر خلقے نشانِ دوست طلب می کنند و باز
از دوست غافل اند بچندیں نشاں کہ ہست

(اوحدی مراغی، شعرالعجم،۵:۳۷)

ترجمہ: لوگ دوست کا پتہ معلوم کرتے ہیں اور پھر دوست سے اس طرح غافل ہوجاتے ہیں کہ (انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا) کہ وہ ہے (یا نہیں)

چودھواں خط

''اسلام اور مسیحی سازشیں''☆

اسلام کے آنے کے بعد مسیحیوں سے عالمی سطح پر جو مقابلہ آرائی شروع ہوئی تھی وہ تا ہنوز ختم نہیں ہوئی، کبھی کبھی اس میں تھوڑی کمی یا توقف ضرور ہوا لیکن یہ سلسلہ رکا نہیں تاریخی حوالوں سے گذشتہ دو صدی قبل تک بلادِ عرب سے لے کر یوروپ تک لڑی جانے والی ان جنگوں کو ''صلیبی جنگ'' کا نام دیا جاتا ہے۔

مولانا آزاد کے کسی قیدی ساتھی نے ''ایوری مینس لائبریری'' کی کچھ کتابیں مطالعہ کے لئے منگوائی تھیں ان میں ایک کتاب مولانا کے مطالعہ میں آگئی یہ ایک فرانسیسی مجاہد ''ژے آن دو ژوان ویل'' (Jean De Joinville) نے پانچویں صلیبی حملہ کی سرگذشت کے نام سے اس وقت اپنی یادداشتوں کو قلمبند کر کے کتابی شکل میں مرتب کیا تھا جبکہ اس کی عمر پچاس برس تھی۔ کم وبیش اس جنگ کے پچاس برس گذرنے کے بعد اس نے اپنی محفوظ یادداشتوں کو تحریری شکل دی، اس کے کئی زبانوں میں ترجمے کئے گئے۔ انگریزی زبان میں بھی کئی ترجمے ہوئے لیکن سب سے عمدہ ترجمہ ایوری مینس لائبریری کا مانا جاتا ہے جو مولانا کے مطالعہ میں آگیا۔ اس سے قبل بھی آپ اس کتاب کا مطالعہ کر چکے تھے۔

اس کتاب میں دمیاط کا عارضی قبضہ، قاہرہ کی طرف اقدام، ساحلِ نیل کی لڑائی، صلیبیوں کی شکست، سینٹ لوئس کی گرفتاری اور زرِ فدیہ کے معاہدہ ورہائی کی تاریخ کے وہ مشہور واقعات ہیں جو مولانا کے علم میں پہلے سے بھی تھے۔ کیوں کہ یہ سب تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

☆..... غبارِ خاطر میں پیشِ نظر خط بلاعنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

مولانا نے تاریخی حوالوں سے اس کے بہت سے واقعات پر تفصیلی گفتگو کی ہے لیکن بطور خاص آپ نے مسیحیوں کی ان کوششوں کو اجاگر کیا ہے جو انہوں نے مسیحیت کے فروغ کے لئے اندرونِ خانہ سنجیدگی کے ساتھ کیں۔ مسلمانوں کے ابتدائی عہد میں مسلمانوں کی مذہبی واخلاقی حالت اپنے عروج پر تھی جبکہ مسیحی حضرات اس معاملہ میں نہایت پستی کی طرف گامزن تھے، اس عہد کے متعدد عالموں اور صوفیوں کے حالات میں ایسی تصریحات ملتی ہیں کہ صلیبی علماء وراہب ان کے پاس آتے اور ان سے بہت کچھ حاصل کرتے بعض مشرف بہ اسلام بھی ہوتے لیکن اکثر وبیشتر ایسے تھے کہ جوان حالات سے اپنے گروہ کے حالات کا مقابلہ کرتے وہ مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی برتری دکھا کر عیسائیوں کو غیرت دلاتے کہ وہ اپنی نفس پرستیوں اور بدعملیوں سے باز آئیں اور مسلمانوں کی دیندارزندگی سے عبرت پکڑیں۔

مسیحی مذہب میں نیک مقصد کے لئے مصلحت آمیز جعلی روایت گڑھ لینا کوئی معیوب نہیں تھا، مولانا فرماتے ہیں کہ ''مسیحی مذہب کے ابتدائی عہد میں جن لوگوں نے حواریوں کے نام سے طرح طرح کے نوشتے گڑھے تھے اور جنہیں آگے چل کر کلیسا نے غیر معروف مدفون نوشتوں میں شمار کیا تھا وہ یقیناً بڑے مقدس اور دیندار آدمی تھے، تاہم یہ دینداری انہیں اس بات سے نہ روک سکی کہ حواریوں کے نام سے نوشتے تیار کرلیں۔''

اس سے موازنہ کرتے ہوئے تاریخ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جن لوگوں نے بیشمار جھوٹی حدیثیں ''اسلام کی خدمت'' سمجھ کر بنانے کا کام کیا انہیں بھی آپ نے ان کی دینداری، واعظانہ، زاہدانہ اور مقدسانہ حیثیت سے شہرت پانے کے باوجود مذہب اسلام کے لئے سب سے زیادہ خطرناک گروہ تسلیم کیا۔

آپ نے تصوف کی حقیقت اور اس کے ذریعہ اسلام کی خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے ان کمزوریوں کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو اس راہ سے اسلام میں داخل ہوئیں۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ جن صلیبیوں کو مسلمانوں کے خیالات سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا وہ مسلمان صوفیوں کے اقوال کو اسلام کے مذہبی افکار سمجھنے لگے اور انہوں نے اس کی تشہیر اسی انداز سے کردی جس کی وجہ سے اسلام کی روح مجروح ہوتی نظر آتی۔

ژے آن دو ژوان ویل (Jean De Joinville) نے اپنی کتاب میں مسلمانوں کے تعلق سے جن واقعات کا ذکر کیا ہے ان پر مولانا نے مضبوط گرفت کی ہے اور تاریخی حوالوں سے ان غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو مصنف نے اپنی کتاب میں بڑے کروفر سے بیان کئے ہیں، خواہ وہ لابریتان نامی بادشاہ کا وہ واقعہ ہو جو اس نے ایک عورت کے داہنے ہاتھ میں آگ کا برتن اور بائیں ہاتھ میں پانی کی صراحی لے جاتے ہوئے دیکھ کر ان کے بارے میں پوچھا تھا یا دی اولڈ مین آف دی ماؤنٹین یعنی "کوہستان الموت کے شیخ الجبال" کا واقعہ، آپ نے دونوں واقعات کی توجیہات اور توضیحات دونوں بھرپور انداز سے کی ہیں۔ اس اختصاری تبصرے میں اس پر سیر حاصل بحث کرنا ممکنات میں سے نہیں ہے ان واقعات کی تفصیل کے لئے قارئین کو مذکورہ خط کا مطالعہ کرنا ہی ہوگا۔

ژواین ویل نے شیعہ سنی اختلافات سے نہ صرف واقفیت حاصل کی بلکہ اس کی غلط تشریح بھی کی، مولانا نے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے عام مسلمانوں کو ان مسیحی سازشوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو وہ مسلمانوں میں اختلاف ڈلوا کر دن بہ دن بڑھا رہے تھے۔ ژواین ویل نے شیعہ حضرات کے تعلق سے یہ صراحت کی ہے کہ "وہ محمد ﷺ کی شریعت پر نہیں چلتے بلکہ علی کی شریعت پر چلتے ہیں۔" اس میں بہت سی بے ہودہ باتوں کے تذکرے کے بعد آپ نے ویل کے اس نتیجہ کو ذکر کیا ہے کہ "جو لوگ اب علی کی شریعت پر عامل ہیں (شیعہ) وہ محمدؐ کے ماننے والوں کو بے دین سمجھتے ہیں اسی طرح پیروانِ محمدؐ (سنی) پیروانِ علی کو بے دین کہتے ہیں۔"

مولانا نے ژواین ویل کے ان خیالات کو کلیسائی حلقوں کی تعبیرات مانا ہے کیونکہ مسلمانوں میں فرقہ واریت کو بڑھاوا دینے کے لئے یہ حلقے مسلسل کوششیں کر رہے تھے۔

مولانا نے اس خط میں انتہائی متانت و سنجیدگی کے ساتھ بین السطور میں مسلمانوں کو خاموش طریقہ پر ان بے عملیوں پر توجہ دلائی ہے جو ان میں مختلف دروازوں سے داخل ہوگئی ہیں۔ اس پر مولانا نے وضاحت سے کوئی تبصرہ نہیں کیا لیکن ژادین ویل کی سرگذشت میں اس واقعہ کا ذکر کیا جب مصری فوج نے منجیقوں کے ذریعہ آگ کے گولے پھینکنے شروع کئے

تو فرانسیسی بالکل بے بس ہو گئے اور ان سے بچنے کی انہیں صرف یہ تدبیر نظر آئی کہ گھٹنوں کے بل جھک کر خدا سے دعاء مانگیں کہ وہ مصیبت کی گھڑی میں ہماری مدد کرے۔ چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا لیکن انہیں اس عمل سے صرف روحانی سکون ہی حاصل ہو سکا کیونکہ کوئی بھی دعا کارآمد نہیں ہوئی اور منجنیق کے حملوں نے صلیبیوں کے محلوں کو خاکستر کر کے انہیں شکست سے ہمکنار کر دیا تھا۔

مولانا تیرہویں صدی عیسوی کے اس واقعہ کا ژواین ویل کے حوالے سے تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے اٹھارہویں صدی عیسوی میں یوروپ اور مشرق کے مقابلے کی تصویر کشی کر کے اس امر پر افسوس کے سوا کچھ بھی ظاہر نہیں کر سکے کہ "اب صورت حال یکسر الٹ چکی تھی، اب دونوں جماعتوں کے متضاد خصائص اسی طرح نمایاں تھے جس طرح صلیبی جنگ کے عہد میں رہے تھے اور جو جگہ مسلمانوں کی تھی اسے اب یوروپ نے اختیار کر لیا تھا" اس کی قدرے تفصیل کرتے ہوئے مولانا نے اٹھارہویں صدی کے آخر میں نپولین بوناپارٹ کے مصر پر حملہ کی طرف اشارہ کیا اس موقع پر مصر کے حکمران مراد بک نے جامع ازہر کے علماء کو جمع کر کے مشورہ کیا تو سب کا اتفاق اس بات پر تھا کہ جامع ازہر میں ختم بخاری شریف کا اہتمام کر کے دعاء کرنی چاہئے کیونکہ یہ مقاصد میں کامیاب ہونے کا تیر بہ ہدف نسخہ ہے۔ اس مشورے پر عمل کیا گیا لیکن مصر کے حکمران شکست سے اپنے آپ کو نہیں بچا سکے۔ ایسے ہی انیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں جب روسیوں نے بخارا کا محاصرہ کیا تو امیر بخارا نے حکم دیا کہ تمام مدرسوں اور مسجدوں میں ختم خواجگان کا اہتمام کیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی لیکن روسیوں کی قلعہ شکن توپیں شہر کا حصار منہدم کر رہی تھیں اور مسلمان ختم خواجگان کے حلقوں میں بیٹھ کر " یامقلب القلوب اور یا محول الاحوال " کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ نتیجہ جو ہونا چاہئے تھا وہی ہوا، روسی فوج فاتح کہلائی اور مسلمان مغلوب و محکوم، مولانا نے ان واقعات کے بعد جو کارآمد نسخہ پیش کیا ہے وہ ایک ٹھوس حقیقت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ "دعائیں ضرور فائدہ پہونچاتی ہیں مگر انہی کو پہنچاتی ہیں جو عزم و ہمت رکھتے ہوں۔ بے ہمتوں کے لئے وہ ترکِ عمل اور تعطلِ قویٰ کا حیلہ بن جاتی ہیں۔"

مولانا نے اس خط میں کچھ الفاظ کی توضیح کر کے قارئین کی معلومات میں اضافہ کیا ہے مثلاً منجیق سے نکلنے والی آتش فشانی کو ژواین ویل نے یونانی آگ (Greek fire) سے تعبیر کیا غالباً اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جس مواد سے یہ آگ بھڑکتی تھی وہ قسطنطنیہ میں صلیبیوں نے دیکھی تھی اور اس لئے اسے یونانی آگ کے نام سے پکارنے لگے تھے۔

ایسے ہی لفظ منجیق کے متعلق مولانا کا خیال ہے کہ یہ اس یونانی لفظ کی تعریب ہے جس سے انگریزی کا (Machine) فرانسیسی کا (Machanicus) اور جرمنی کا (Machanikus) نکلا ہے، مٹی کے تیل کیلئے عربی لفظ ''نفط'' نے یوروپ کی زبانوں میں (NAPHTHAL) اور (NAPHTALENE) وغیرہ کی شکل اختیار کر لی ہے۔

مذکورہ خط میں مولانا نے مسلمانوں کی حالت زار پر جس کرب کو محسوس کیا ہے اس کا اظہار ماتمی انداز میں تو نہیں کیا البتہ واقعات کے ضمن میں اس کا احساس ضرور ہوتا ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ تقریباً بائیس صفحات کے اس طویل خط میں مولانا نے کہیں بھی اس ذوقِ شعری کا استعمال نہیں کیا جو مستقلاً ان کی نوک قلم پر رہے ہیں، فارسی اردو عربی اشعار کے ذخیروں میں سے مولانا نے اس سنجیدہ وحساس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے یہ ضرورت ہی محسوس نہیں کی کہ کہیں کوئی شعر چسپاں کر کے اصل موضوع سے روئے سخن ہٹایا جائے یہ خط ۵/دسمبر ۱۹۴۲ء کا لکھا ہوا ہے۔

''صلیبی جہاد نے ازمنۂ وسطیٰ کے یوروپ کو مشرق وسطیٰ کے دوش بدوش کھڑا کر دیا تھا یوروپ اس عہد کے مسیحی دماغ کی نمائندگی کرتا تھا، مشرق وسطیٰ مسلمانوں کے دماغ کی اور دونوں کے متقابل حالت سے ان کی متضاد نوعیتیں آشکارا ہو گئی تھیں۔ یورپ مذہب کے مجنونانہ جوش کا علم بردار تھا، مسلمان علم و دانش کے علمبردار تھے۔ یورپ دعاؤں کے ہتھیار سے لڑنا چاہتا تھا، مسلمان لوہے اور آگ کے ہتھیاروں سے لڑتے تھے۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

پندرھواں خط

''چائے کی حقیقت''٭

مولانا کا ذوقِ مشروب صرف اور صرف چائے تک محدود تھا لیکن وہ اتنا لطیف اور پر تکلف تھا کہ اس میں کسی بھی طریقہ کی آمیزش کو کسی بھی شکل میں پسند نہیں کرتے تھے۔

مولانا نے چائے نوشی کا ذکر اس سے قبل کئی خطوط میں کیا ہے لیکن جس تفصیل کے ساتھ آپ نے چائے اور اس کے متعلقہ لوازمات کی اس خط میں تفصیلات پیش کیں وہ اس سے قبل کے خطوط میں نہیں ملتیں، مثلاً مولانا کے صبح کے معمولات میں چائے کے استعمال پر گذشتہ کئی خطوں میں روشنی ڈالی گئی ہے، چائے سے پیدا ہونے والے کیف وسرور کا پتہ بھی گذشتہ خطوط میں ملتا ہے، چائے نوشی کو ''بادہ نوشی'' کا درجہ دینے والے مولانا آزاد نے میخانے کی ان تمام اصلاحات کو اپنے اس شوق کی نظر کر دیا ہے جو بادی النظر میں ایک بلا کے رِندِ مے خوار سے تصور کی جاسکتی ہیں۔

اس خط میں مولانا نے چائے کے وطنِ اصلی سے بات شروع کر کے اس کی حالت اور پھر اس کے ہندوستان میں قیام کے دوران درگت بنائے جانے پر غم وافسوس کا اظہار بڑے دل چسپ انداز سے کیا ہے۔

چائے اصلاً چین کی پیداوار ہے وہ انگلستان کی راہ سے ہندوستان میں داخل ہوئی تو اس نے اپنا لباس تبدیل کر دیا، چین میں چائے کے ساتھ دودھ یا کسی دوسری چیز کی آمیزش کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا، چین سے براہِ راست یہ عجیب وغریب شے روس، ترکستان ،ایران وغیرہ تک میں داخل ہوئی تو وہاں بھی یہ اپنی اصلی حالت پر رہی لیکن انگلستان میں

٭......غبارِ خاطر میں پیشِ نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

اس میں تبدیلی کا عمل شروع ہوا اور ہندوستان پر حکمراں انگریز نے اسکا حلیہ ہی بدل ڈالا، اب یہاں پر جو مشروب چائے کے نام پر پیا جاتا ہے وہ بس چائے کا نام ہے، شروع میں ہندوستانی حضرات چائے میں دودھ ڈالتے تھے لیکن حالات اس نہج پر پہونچ گئے کہ دودھ میں چائے ڈالی جانے لگی۔

مولانا نے اس خط میں چائے کی اس پتی کے حقائق بھی منکشف کئے ہیں جو ہندوستان میں چائے کے نام سے جانی جاتی ہے اور جس کی وجہ سے کچھ علاقے چائے کی کاشت کے لئے مشہور ہو گئے، چائے کے ساتھ شکر اور اسکی مقدار وغیرہ کے تعلق سے بھی آپ نے بہت ہی عمدہ پیرایے میں علمی وادبی انداز سے شکر سے اپنی بے رغبتی کا اظہار کرتے ہوئے اس امر پر بھی افسوس کا اظہار کیا ہے کہ جو شکر ہر چیز میں ڈالی جاتی ہے وہی چائے کے لئے بھی استعمال کی جانے لگی۔

مولانا کا چائے نوشی کا ذوق بہت عمدہ اور نفیس قسم کا اعلیٰ ذوق ہے۔ وہ جس چینی چائے کے عادی تھے وہ ''وہائٹ جیسمین'' کہلاتی ہے، مولانا کلکتہ کے قیام کے زمانے میں اس کے اسٹاک پر خاص توجہ دیتے تھے۔ سفر میں بھی یہ ان کے ساتھ ہوتی، اگست ۴۲ء کے اجلاس میں ممبئی جاتے ہوئے بھی آپ اپنے ساتھ یہ چائے لے گئے تھے گرفتاری کے دنوں میں بھی کچھ چائے آپ کے پاس تھی وہ ختم ہوگئی تو آپ کے لئے مسئلہ پیدا ہو گیا، مولانا نے اپنی بیاض کے بائیس صفحات جو کتابی سائز کے تقریباً اٹھارہ صفحات پر مشتمل ہیں صرف اتنی سی بات کے لئے مختص کر دیئے کہ ''چائے ختم ہو چکی''

مولانا کا مذکورہ خط ۱۷ دسمبر ۱۹۴۲ء کا لکھا ہوا ہے۔ چائے نوشی کے تذکرے میں مولانا نے فارسی زبان کی ۲ رباعیاں، ۲۸، اشعار اور ۵ مصرعوں کو پیوست کر دیا ہے، جبکہ اردو زبان کے ۸، اشعار اور ۵ مصرعوں نیز عربی زبان کے ایک مصرعہ سے بھی اپنی بات کو مدلل کر کے تینوں زبانوں کی شاعری پر اپنی بھر پور گرفت کا ثبوت فراہم کیا ہے، حواشی میں مالک صاحب نے حوالوں کے ساتھ ان مصرعوں کی تکمیل کی ہے۔

اشعار خط نمبر /۱۵

اردو شعر
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانی گفتار
رکھ دے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

(دیوان غالب:۲۲۱)

فارسی شعر
یک نالۂ مستانہ زجائے نہ شنید م
ویراں شود آں شہر کہ مے خانہ نہ دارد

(مرزا کاظم قی،خریطۂ جواہر ۱۴۴)

ترجمہ: جس جگہ سے میں نے کوئی ایک بھی مست کرنے والا نالہ نہیں سنا،وہ شہر برباد ہوگیا کیونکہ وہاں پر کوئی شراب خانہ نہیں ہے۔

فارسی رباعی
آں ظلمت محض کآمد از خطۂ نور
زنہار بنامِ او نگردی مغرور
چوں سگ نجس است، طاہر ش میخوانند
برعکس نہند نامِ زنگی کافور

(اول الذکر تینوں مصرعے غبار خاطر کے متن میں نہیں ہیں) (یغما جندقی:دیوان:۲۳۱)

ترجمہ: یہ خالص تیرگی روشنی کے علاقے سے آئی ہے۔کبھی بھی کسی کو کسی نام سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔جس طریقہ سے کتا ناپاک ہے لیکن اس کا (شکار کیا ہوا) پاک جانور کھاتے ہیں اس کے برعکس سیاہ فام حبشی کا نام کافور رکھ دیتے ہیں۔

فارسی شعر
درماندۂ صلاح و فسادیم، الحذر
زیں رسم ہا کہ مردم عاقل نہاندہ اند

(دیوان بابا فغانی:۷۹)

ترجمہ: ہم کو بھلائی اور برائی (کی تعبیرات) میں پڑنے سے بچنا چاہیے۔مختصر بات یہ ہے کہ یہ وہ رسومات ہیں جو عقلمند لوگ کرتے ہیں۔

فارسی شعر نیکو نہ بود ہیچ مرادے بہ کمال
چوں صفحہ تمام شد ورق برگردد

(قدسی)

ترجمہ: اچھائی کبھی اپنے کمال کو نہیں پہونچتی۔ جب صفحہ ختم ہو جاتا ہے تو ورق الٹ دیا جاتا ہے۔

فارسی شعر امید کہ چوں بندہ تنک مایہ نہ باشی
مے خوردن ہر روزہ ز عاداتِ کرام است

(کلیات غالب:۲۳۳)

ترجمہ: امید ہے کہ انسان اپنی اصلی دولت (شراب نوشی) کو نہیں چھوڑے گا کیونکہ ہر دن شراب پینا شریف لوگوں کا شیوہ ہے۔

فارسی شعر ازاں کہ پیروِی خلق گمراہی آرد
نمی رویم براہے کہ کارواں رفتست

(مرزا اسعد الدین محمد راقم مشہدی، شعر العجم، ۵:۲۳۳)

ترجمہ: جس انسان کے راستے پر چلنے سے گمراہی آتی ہو اس کے راستے پر نہیں چلنا چاہئے کیونکہ کارواں رواں دواں ہے۔

(یہ شعر خط ۱۱ر میں بھی آچکا ہے)

اردو شعر زباں پیدا کروں جوں آسیا سینہ میں پیکاں سے
دہن کا ذکر کیا، یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان ذوق:۲۳۹)

فارسی شعر تو و طوبیٰ وما وقامتِ یار
فکرِ ہرکس بقدرِ ہمتِ اوست

(دیوان حافظ:۴۱)

ترجمہ: تو اور طوبیٰ اور ہم اور دوست کی قامت، ہر شخص کی فکر اسکی ہمت کے بقدر ہے۔

اردو شعر
لطفِ مے، تجھ سے کیا کہوں واعظ
ہائے کم بخت، تو نے پی ہی نہیں

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (داغ دہلوی: گلزار داغ:۱۵۱)

فارسی شعر
غیرتم گشت کہ محبوب جہانی، لیکن
روز وشب عَربَدہ باخلقِ خدا نتواں کرد

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۱۱۴)

ترجمہ: مجھے یہ غیرت آنے لگی کہ تو دنیا بھر کا محبوب ہے لیکن دن رات اللہ کی مخلوق سے جنگ نہیں کی جاسکتی۔

فارسی شعر
دررہِ عشق نشد کس بیقیں محرمِ راز
ہرکسے برحسبِ فہم گمانے دارد

(دیوان حافظ:۱۴۲)

ترجمہ: عشق کے راستے میں کوئی شخص یقین کے ساتھ محرمِ راز نہیں بنا، ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق ایک گمان رکھتا ہے۔

فارسی شعر
جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذربنہ
چوں ندید حقیقت رہِ افسانہ زوند

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۱۱۹)

ترجمہ: ملت کے بہتر فرقوں (میں تقسیم ہونے کو) کے اختلاف کو معذور سمجھ، کیونکہ انہوں نے حقیقت نہیں دیکھی، افسانے کی راہ پر چل پڑے۔

اردو شعر
غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

(دیوان غالب:۱۴۴)

اردو شعر
اسی کی سی کہنے لگے اہل بشر
کہیں پرسشِ داد خواہاں نہیں

(مفتی صدرالدین آزردہ گلستان سخن:۱۱۴)

فارسی شعر
بگردِ کعبہ ہندو شد، مسلماں گشت بے ایماں
چوکفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (غنی، گلستانِ مسرت:۸۸)

ترجمہ: کعبہ کے آس پاس جا کر وہ ہندو ہو گیا اور مسلمان بے ایمان ہو گیا۔ جب کعبہ سے کفر اٹھنے لگے تو اسلام پر ثابت قدمی کہاں باقی رہے گی۔

فارسی شعر
گاوٗ را دارند باور درخدائی عامیاں
نوح را باور ندارند بپۓ پیغمبری

(دیوان کلیم سنائی:۲۳۹)

ترجمہ: عام انسان گائے کی خدائی (معبودیت) میں تو یقین رکھتے ہیں (لیکن) نوح علیہ السلام کی پیغمبری کی اطاعت پر یقین نہیں رکھتے۔

فارسی رباعی
انکارِ خلق باش، تصدیق اینست
مشغول بہ خویش باش، توفیق اینست
تبعیتِ خلق از حقت باطل کرد
ترکِ تقلید گیر، تحقیق اینست

(کلیات مرزا عبدالقادر بیدل جلد۲: رباعیات:۳۹)

ترجمہ: عوام الناس کی باتوں کا انکار کر دے (یہ تصدیق شدہ بات ہے) اپنے آپ کو تلاش کرنے میں مشغول ہو جا (یہ توفیق الٰہی پر منحصر ہے) عوام کی پیروی نے تجھے حقیقت سے ہٹا دیا ہے (اگر تو حق جاننا چاہے تو) تقلید چھوڑ کر (حق تلاش کر) یہ بات تحقیق شدہ ہے۔

فارسی شعر
دردا کہ طبیب صبر می فرماید
ویں نفسِ حریص شکر می باید

(شیخ سعدی، گلستاں باب پنجم، کلیات سعدی:۸۹)

ترجمہ: بیماری میں جب طبیب صبر کی تلقین کرتا ہے، یہ لالچی نفس اس وقت شکر اور مٹھاس کی خواہش کرتا ہے۔

عربی شعر
ومن مذهبي حب الديار لاهلها
وللناس في مايعشقون مذاهب

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان ابوفراس الحمدانی:۳۵)

ترجمہ: میرا مذہب وطن اور اس کے رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ عام لوگ مذاہب کی چاہت میں مبتلا ہیں۔

فارسی شعر
زاں یار دل نوازم شکر یست باشکایت
گرنکتہ دانِ عشقی، خوش بشنو ایں حکایت

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان حافظ:۷۲)

ترجمہ: مجھے اپنے دل نواز دوست کا شکریہ شکایت کے ساتھ ادا کرنا ہے، اگر تو عشق کے نکتے جانتا ہے تو اس قصہ کو اچھی طرح سن لے۔

فارسی شعر
دودل بودن دریں رہ سخت ترعیبے ست سالک را
خجل ہستم زکفرِ خود کہ دار دبوئے ایماں ہم

(مولانا شبلی نعمانی، کلیات شبلی:۸۷)

ترجمہ: سالک کے لئے سلوک کی راہ میں سخت ترین عیب دودل ہونا ہے۔ میں اپنے اس کفر سے شرمندہ ہوں جو ایمان کی خوشبو بھی رکھتا ہے۔

اردو شعر
اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہوجائے لذت آشنا تلخیِ دوراں سے

(دیوان ذوق:۲۳۹)

فارسی شعر
مرادلے ست بہ کفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ بُردم و بازش برہمن آوردم

(چندربھان برہمن، کلمات الشعراء:۱۸)

ترجمہ: میرا دل کفر کو اچھی طرح پہچانتا ہے کیونکہ کئی مرتبہ میں کعبہ گیا اور وہاں سے برہمن کی شکل میں واپس آیا۔

فارسی شعر
زیں قصہ ہفت گنبدِ افلاک پُر صداست
کوتہ نظر ببیں کہ سخن مختصر گرفت

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان حافظ:۸۱)

ترجمہ: اس قصے سے آسمان کے ساتوں گنبد گونج رہے ہیں اور تنگ نظر کو دیکھ کہ اس قصہ کو مختصر بتا رہا ہے۔

اردو شعر
نزاکت اس کے یہ مکھڑے کی دیکھیو انشاء
نسیمِ صبح جو چھو جائے رنگ ہو میلا

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (کلام انشاء:۵)

فارسی شعر
آسودہ باد خاطرِ غالب کہ خوئے اوست
آمیختن بہ بادۂ صافی گلاب را

(کلیات غالب:۳۷۱)

ترجمہ: غالب کا دل ہمیشہ آرام سے رہتا ہے کیونکہ اس کی عادت یہ ہے کہ وہ عرقِ گلاب کو صاف شفاف شراب کے ساتھ ملا دیتا ہے۔

فارسی شعر
من بچندیں آشنائی می خورم خونِ جگر
آشنارا حال این ست، وائے بربیگانہ

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (خواجہ قطب الدین بختیار: تذکرہ شمع انجمن:۳۸۸)

ترجمہ: میں اس قدر آشنا (ہونے کے باوجود) جگر کا خون پیتا ہوں، جب آشنا کا یہ حال ہے تو بیگانہ کی حالت پر افسوس (کے سوا کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا)

اردو شعر
میں گلہ کرتا ہوں اپنا تو نہ سن غیروں کی بات
ہیں یہی کہنے کو وہ بھی، اور کیا کہنے کو ہیں

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (کلیات مومن ۱:۱۵۷)

فارسی شعر
سازِ تحقیق ندارد، چہ نگاہ وچہ نفس
سرایں فتنہ زجائیست کہ من می دانم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (کلیات بیدل ۱:۸۳۶)

ترجمہ: نگاہ ہو یا دل، وہ تحقیق کی خواہش یا ضرورت نہیں رکھتے۔ یہ فتنہ کس جگہ سے ظاہر ہوا ہے یہ میں خود ہی جانتا ہوں۔

فارسی شعر گرمسلمانی از این است کہ حافظ دارد
وائے گردر پس امروز بود فردائے

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان حافظ: ۳۲۵)

ترجمہ: اگر مسلمانی یہی ہے جو حافظ رکھتا ہے تو اگر آج کے بعد کل ہو تو افسوس ہے۔

فارسی شعر شرحِ شکنِ زلف، خم اندر خمِ جاناں
کوتہ نہ تواں کرد کہ ایں قصہ درازست

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان حافظ: ۸۵)

ترجمہ: محبوبہ کی پیچ در پیچ زلفوں کی شکن کی تشریح مختصر نہیں ہو سکتی کیوں کہ یہ بہت لمبا قصہ ہے۔

فارسی مصرعہ متاعِ نیک ہر دکاں کہ باشد

ترجمہ: اچھا سامان ہر دوکان پر ہوتا ہے

فارسی شعر دوائے دردِ دل خودازاں مفرح جوئے
کہ در صراحیِ چینی و شیشۂ حلبی ست

(دیوان حافظ: ۵۹)

ترجمہ: اب اپنے درد کی دوا اس مفرح سے تلاش کر جو چینی صراحی اور حلبی بوتل میں ہے۔

فارسی شعر مے صافی زفرنگ آید و شاہد زتتار
ماند انیم کہ بسطامے وبغدادے ہست

(کلیات غالب: ۴۰۲)

ترجمہ: عمدہ اور صاف شراب یورپ سے آتی ہے اور معشوق تاتار سے ملتا ہے۔ اسی لئے ہم نہیں جانتے کہ بسطام اور بغداد بھی (کوئی مقامات) ہیں (یا نہیں)۔

فارسی شعر کسے کہ محرمِ رازِ صبا ست، می داند
که باوجودِ خزاں بوئے یاسمن باقی ست

(کلیاتِ عرفی: ۲۰۷)

ترجمہ: جو شخص صبا کا رازدار ہے وہی جانتا ہے کہ موسم خزاں میں بھی یاسمین کی خوشبو باقی رہتی ہے۔

فارسی شعر مے میانِ شیشۂ ساقی نگر
آتشے گویا بہ آب آلودہ اند

(حضرت امیر خسرو، شعر العجم ۳:۱۶۸)

ترجمہ: ساقی کی بوتل کے درمیانی حصہ کی شراب کو دیکھ، گویا یہ وہ آگ ہے جس میں پانی ملا دیا گیا ہے۔

فارسی شعر نہ می ماند ایں بادہ اصلاً بہ آب
تو گوئی کہ حل کردہ اند آفتاب

(ملا محمد مازندرانی)

ترجمہ: اصلاً یہ شراب پانی سے تیار نہیں کی گئی ہے۔ تو یہ کہہ گویا کہ اس میں سورج کو گھول دیا گیا ہے۔

فارسی شعر حافظ! دگرچہ می طلبی از نعیمِ دہر
مے می خوری وُطرّۂ دلدار می کشی

(دیوان حافظ: ۳۳۰)

ترجمہ: اے حافظ تو دنیا کی لذتوں کو اور کیا چاہتا ہے۔ تو شراب پیتا ہے اور معشوق کی زلفوں کو کھینچتا ہے۔

فارسی شعر اے نورِ چشمِ من، سخنے ہست، گوش کن
تا ساغرت پرست، بنوشاں ونوش کن

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان حافظ: ۲۷۳)

ترجمہ: اے میری آنکھوں کے نور ایک بات ہے ذرا غور سے سن جب تک تیرا ساغر بھرا ہے۔ پلا اور پی۔

اردو شعر
اک عمر چاہئے کہ گوارا ہو نیشِ عشق
رکھی ہے آج لذّتِ زخمِ جگر کہاں

(دیوان حالی:۱۰۰)

فارسی شعر
مے بہ زاہد مکن عرضہ کہ ایں جوہرِ ناب
پیشِ ایں قومِ بہ شورابۂ زمزم نہ رسد

(کلیات غالب:۴۳۳)

ترجمہ: متقی اور پارسا لوگوں کے سامنے شراب مت پیش کرو اس لئے کہ یہ ایک ایسا جوہر ہے کہ اگر کوئی اس کا عادی ہو جائے تو ان لوگوں کے سامنے کھارے پانی کی (اگر چہ وہ زمزم ہی کیوں نہ ہو) کوئی حیثیت نہیں رہتی۔

فارسی مصرعہ
عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت ست

ترجمہ: تیری عمر دراز ہو کہ یہ بھی غنیمت ہے۔

فارسی شعر
زاہد ازما خوشۂ تاکے بہ چشمِ کم مبیں
ہیں، نمی دانی کہ یک پیمانہ نقصان کردہ ایم

(کلیات غالب:۴۹۴)

ترجمہ: اے زاہد! ہماری طرف اپنی نظروں کی کن انکھیوں سے مت دیکھ، تو نہیں جانتا کہ (تیرے دیکھنے کی وجہ سے) ہم ایک پیمانے کا نقصان کر گئے ہیں۔

فارسی شعر
نہ کنی چارہ لبِ خشکِ مسلمانے را
اے بہ ترسا بچگاں کردہ مے نابِ سبیل

(کلیات غالب:۴۸۴)

ترجمہ: خشک مسلمانوں کے ہونٹوں کی چارہ سازی کا سامان مت کر، اے وہ آتش پرست جو بچوں کی طرح خیراتی پانی کو خالص شراب کئے ہوئے ہے۔

فارسی شعر
یکے بگورِ عزیزانِ شہر سیرے کن
ببیں کہ نقشِ املہا چہ باطل افتاد است

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان نظیری:۶۰)

ترجمہ: کسی ایک دن اپنے شہر کے شرفا کے قبرستان کی زیارت کر لے۔ پھر دیکھ کہ ان کی خواہشات کے نقش کتنے بے کار ہوئے ہیں۔

فارسی شعر به دُرد و صاف ترا حکم نیست، دم درکش
که هر چه ساقیِ ما ریخت، عین الطاف ست

(دیوان حافظ:۵۷)

ترجمہ: تجھ کو صاف اور تلچھٹ کے فیصلہ کا حق نہیں تو خاموش رہ۔ اس لئے کہ ہمارے ساقی نے جو چکھ کر، گرادیا ہے وہ اسکی عین مہربانی ہے۔

فارسی شعر هر چند که نیست رنگ و بویم
آخر نه گیاهِ باغِ اویم

(گلستان باب دوم، کلیات سعدی:۶۲)

ترجمہ: ہر چند کہ میرے اندر خوشبو اور رنگ نہیں ہے۔ تو آخر کیا میں اس باغ کی گھاس نہیں ہوں۔

فارسی رباعی اگر دماغم دریں شبستاں، خمارِ شرمِ عدم نگیرد
زچشمکِ ذرّہ جام گیرم، بآں شکوہے کہ جم نگیرد
دریں قلمرو کف غبارم، بہ ہیچ کس ہمسری ندارم
کمالِ میزانِ اعتبارم، بس ست، کز ذرہ کم نگیرو

(کلیات بیدل:۱:۲۰۷)

ترجمہ: اگر میرا دماغ اس چمن میں عدم کی شرم کا نشہ کرتا تو میں ذرہ کی آنکھ کے اشارے سے اس انداز کا جام بھر لیتا کہ اس کی شان جمشید کے جام سے کم نہ ہوتی۔ میرے غبار آلود ہاتھوں کی سلطنت میں کوئی بھی کسی کی برابری نہیں کرسکتا۔ میرے اعتبار کے میزان کا کمال ہے کہ اس کی وجہ سے ذرہ کم نہیں ہوتا۔

اردو شعر کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
یوں ہے کہ، مجھے دُردِ تہِ جام بہت ہے

(دیوان غالب:۲۳۷)

فارسی شعر حدیثِ عشق چہ داند کسے کہ درہمہ عمر
بسر نہ کوفتہ باشد در سرائے را

(کلیات سعدی:۳۵۰)

ترجمہ: بھلاوہ شخص عشق کی بات کو کیا جانے گا کہ جس نے زندگی بھر کسی مہمان خانے کے دروازے پر آرام کرنے کے لئے محنت نہ کی ہو۔

فارسی شعر دریں کہ کوہکن از ذوق داد جاں چہ سخن
ہمیں کہ تیشہ بسر دیر زد، سخن باقی ست

(آصف خاں جعفر بیگ)

ترجمہ: اس میں کون سی بات ہے کہ پہاڑ کھودنے والے (فرہاد) نے شوق میں اپنی جان دے دی بس اتنی سی بات ہے کہ تیشہ سر پر مارا اور مر گیا، (لیکن) بات (ابھی تک) باقی ہے۔

اردو شعر تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسدؔ
سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان غالب:۴۲)

اردو شعر نگہ کا وار تھا دل پر، پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر، کسی کے آن لگی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان ذوق:۲۱۶)

اردو شعر شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبالِ دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

(دیوان غالب:۱۳۹)

فارسی شعر بہ بیسامنیم وقت ست، اگر شورِ جنوں گرید
اگر دستے کنم پیدا، نمی یابم گریباں را

(پہلا مصرعہ غبار خاطر میں نہیں ہے۔) (کلیات بیدل ۱:۹۴)

ترجمہ: ہم بے سروسامان ہیں، وقت ہے کہ ہماری دیوانگی کی شہرت ہو جائے
(لیکن) اگر میں ہاتھ نکالوں تو گریبان نہیں پاتا۔

فارسی شعر یک حرف بیش نیست سراسر حدیثِ شوق
ایں طرفہ ترکہ ہیچ بہ پایاں نمی رسد

(دیوان کلیم کاشانی: ۲۴۷)

ترجمہ: عشق کی بات ایک حرف سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ
جس (کی تہہ) تک کوئی بھی نہیں پہونچ پاتا۔

''یورپ کا اعتماد صرف خدا کی مدد پر تھا، مسلمانوں کا خدا کی مدد پر بھی تھا، لیکن خدا کے پیدا کیئے ہوئے سروسامان پر بھی تھا۔ ایک صرف روحانی قوتوں کا معتقد تھا، دوسرا روحانی اور مادی، دونوں کا۔ پہلے نے معجزوں کے ظہور کا انتظار کیا، دوسرے نے نتائج عمل کے ظہور کا۔ معجزے ظاہر نہیں ہوئے، لیکن نتائج عمل نے ظاہر ہوکر فتح وشکست کا فیصلہ کردیا۔''
(چودھویں خط سے ماخوذ)

سولہواں خط

''کیف وسرورِ موسم''

۷؍جنوری ۱۹۴۳ءکو قلعہ احمد نگر سے تحریر کیے گئے اس مکتوب میں مولانا کو اصلاً یہ خبر بہم پہونچانی تھی کہ چائے کی جس کمی کا شکوہ گذشتہ خط میں کیا جا رہا تھا وہ وہائٹ جیسمین کا ایک ڈبہ چیتہ خاں کی کوششوں سے بذریعہ وی پی دستیاب ہو گیا ہے ادھر بمبئی کے کچھ کرم فرماؤں نے بھی اس کا انتظام کر دیا اب اس کا اتنا ذخیرہ فراہم ہو گیا ہے، کہ اگر قید سے چھٹکارا جلدی سے نہ بھی ملے تو بھی کوئی ملال نہیں کیونکہ دل بستگی کا سامان موجود ہے۔

مولانا نے یہ خبر تو خط کے بالکل آخیر میں دی شروع میں تو وہ موسم سرما کے اس کیف وسرور میں کھو گئے جو انہیں انتہائی مرغوب تھا۔ سردی کا موسم، مولانا کو گرفتاری ورہائی دونوں ہی ایام میں اس لئے ہر دل عزیز تھا کہ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اندرونی جذبات کو گرم کئے رکھتے تھے۔ احمد نگر کا جائے وقوع چونکہ ایسا ہے کہ یہاں پر سردی بہت کم پڑتی ہے موسم زیادہ تر معتدل رہتا ہے اس لئے مولانا کو یہ فکر لاحق تھی کہ اس معتدل موسم میں سردی کا لطف کیسے لیا جائے گا؟

مولانا موسم کی خنکی کو اپنی زندگی کا سرمایۂ اصلی مانتے ہیں، اس موسم میں مولانا کے اندر کچھ کرنے کی امنگ پیدا ہوتی ہے اس سے ان کے اندر کچھ کرنے کا جذبہ وحوصلہ بیدار ہوتا ہے، اوائل عمر سے ہی مولانا کا مزاج سرد پسند رہا ہے وہ ہمیشہ سرد موسم کے دلدادہ رہے ہیں، ان کی عین خوشی ومسرت اس حالت میں ہے کہ غضب کی سردی ہو اور آتشدان میں اونچے اونچے شعلے بھڑک رہے ہوں اور وہ اس کے قریب بیٹھ کر پڑھنے لکھنے میں مشغول ہیں۔

؎......غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلاعنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالاعنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

اس ضمن میں مولانا نے جاڑے کے اس موسم کا بھی ذکر کیا ہے، جب وہ موصل میں (عراق) گئے ہوئے تھے، اس شہر میں اتنی سخت برف پڑتی ہے کہ جب تک سڑکوں کی کھدائی نہ ہو گھروں کے کواڑ نہیں کھل سکتے، کبھی کبھی سردی کی شدت کا یہ عالم ہوتا کہ مٹکوں کا ڈھکنا ہٹاتے تو پانی کی جگہ برف کی سِل دکھائی دیتی اس کے باوجود مولانا اس سردی سے لطف اندوز ہوتے، اس کے ضمن میں مولانا نے موصل میں اس موسم کا مقابلہ کرنے کے طور طریقوں اور میزبان کی ضیافت وغیرہ کا بہت عمدہ پیرایے میں ذکر کرتے ہوئے اس میں بھی چائے کا تذکرہ ضروری سمجھا۔

مولانا جب اگست میں احمد نگر کے قلعہ میں قید کئے گئے تھے تو وہ وقت بارش کے عروج کا تھا جس کی وجہ سے فضا خوشگوار رہی ستمبر، اکتوبر تک اس کے اثرات باقی تھے نومبر میں مولانا کو یہ خوف تھا کہ اس علاقے میں سردی کم ہونے کی وجہ سے اپنی اندرونی خواہش کے مطابق اس موسم سے لطف اندوز نہیں ہوسکیں گے، لیکن دسمبر کے شروع میں ہی موسم کے کروٹ لینے کے باعث دہلی کی چلّے کی سردی کا مزہ آگیا۔ جس سے مولانا کی طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ لوگ سردی کی سختیوں کی شکایت کرر ہے تھے اور مولانا اس میں مزید اضافے کی خواہش کرر ہے تھے۔ سردی کا احساس باقی رکھنے کے لئے مولانا نے گرم کپڑے نہ پہننے کا التزام بھی کیا تاکہ موسم کی شدت جسم کو محسوس ہوتی رہے۔

تقریباً دس صفحات پر مشتمل اس خط میں مولانا نے فارسی کے پندرہ اشعار اردو و عربی کے علی الترتیب ایک ایک شعر نیز فارسی زبان کے تین مصرعوں کا استعمال کر کے اپنی ''حب شتائی'' کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

اشعار خط نمبر/۱۶

فارسی اشعار

صبح ست و ژالہ می چکد از ابر بہمنی
برگِ صبوحِ ساز و بزن جامِ یک منی

ترجمہ: صبح ہے اور بہمن (ساون) کے مہینہ کے بادلوں سے برف برس رہی ہے۔(اس موقع سے لطف اندوز ہونے کے لئے) صبح کی شراب کا سامان تیار کرا اور ایک دور طل والا جام دے دے۔

گر صبحدم خمار ترا دردِ سر دہد
پیشانیِ خمار ہماں بہ کہ بشکنی

ترجمہ: اگر تجھے صبح کے وقت کا خمار دردِ سر میں مبتلا کر دے، یہی بہتر ہے کہ تو خمار کا سر پھوڑ دے۔

ساقی! بہوش باش، کہ غم درکمینِ ماست
مطرب! نگاہ دار ہمیں رہ کہ می زنی

ترجمہ: اے ساقی ہوش میں آ کہ غم ہماری گھات میں ہے۔ اے مطرب تو اُس سُر کا خیال رکھ جو تو گا رہا ہے۔

ساقی، بہ بے نیازیِ یزداں کہ مے بیار
تابشنوی زصورتِ مغنّی "ھوالغنی"

(دیوان حافظ:۳۹-۳۳۸)

ترجمہ: اے ساقی تجھے خدا کی بے نیازی کی قسم، شراب لا۔ تا کہ تو مطرب کی آواز سے 'ھوالغنی' سنے۔

فارسی شعر

ز بسکہ لعل فشا ندم بنزدِ اہل قیاس
یکے ست نسبتِ شیرازی و بدخشانی

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (عبدالرحیم خانخاناں کلیات عرفی:۳۰۰)

ترجمہ: میں نے بہت سے قیمتی موتی بکھیر دیئے ہیں لیکن اندازہ لگانے والوں
کے یہاں شیرازی اور بدخشانی کی نسبت ایک ہی ہے۔

فارسی شعر اے سرو بتو شادم، شکلت بفلاں ماند
اے دل بتو خرسندم، بوئے کسے داری

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حسن سنجری دہلوی:۳۸۴)

ترجمہ: اے سرو میں تجھ سے خوش ہوں کہ تیری صورت فلاں سے ملتی جلتی ہے اے
دل میں تجھ سے (اس لئے) راضی ہوں (کیونکہ) تو بھی کسی کی خوشبو رکھتا ہے۔

فارسی شعر درماندۂ صلاح و فسادیم، الحذر
زیں رسمہا کہ مردمِ عاقل نہادہ اند

(دیوان بابا فغانی:۷۹)

ترجمہ: ہم کو بھلائی اور برائی کی تعبیرات میں پڑنے سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ
رسومات تو وہ ہیں جو عقلمند لوگ انجام دیتے ہیں۔

فارسی شعر یار در عہدِ شبابم بکنار آمد و رفت
ہم چو عید ے کہ در ایام بہار آمد و رفت

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات غالب:۳۹۳)

ترجمہ: میری جوانی کے زمانے میں دوست کا آنا جانا حدود کے اندر تھا جس
طریقہ سے وہ عید جو بہار کے دنوں میں آتی جاتی ہے۔

فارسی شعر من ایں مقام بدنیا و عاقبت ندہم
اگرچہ درپیم افتند خلق انجمنے

(دیوان حافظ:۳۸۶)

ترجمہ: میں اس مقام کو دنیا اور عاقبت کے بدلے بھی نہیں دوں گا۔ خواہ خدا کی
پوری مخلوق میرے پیچھے پڑ جائے۔

اردو شعر سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے، وہ تری جلوہ گاہ ہو

(دیوان غالب:۱۵۳)

فارسی شعر
سینۂ گرم نداری، مطلبِ صحبتِ عشق
آتشے نیست چو در مجمرہ ات عود مخر

(کلیات عرفی شیرازی:۳۸۶)

ترجمہ: تو اگر سینے کو گرم نہیں رکھتا تو عشق کی صحبت کا کیا مطلب؟ کیونکہ کوئی بھی آگ ایسی نہیں (خواہ چھوٹے سے برتن میں ہی جلائی جائے) کہ جب وہ جلے تو آگ نہ پکڑے۔ (یہ شعر خط ۷ میں بھی آچکا ہے)

فارسی شعر
از یک حدیثِ لطف کہ آں ہم دروغ بود
اِمشب زدفترِ گلہ صد باب شستہ ایم

(دیوان نظیری نیشاپوری:۳۰۷)

ترجمہ: ایک لطیف اور عمدہ بات کی وجہ سے اگرچہ وہ جھوٹی تھی، آج کی رات ہم نے سو باب والی شکایت کو (اپنی) کتاب سے دھو دیا ہے۔

فارسی شعر
ہم سمندر باش وھم ماہی کہ دراقلیمِ عشق
روئے دریا سلسبیل وقعرِ دریا آتش ست

(کلیات عرفی:۲۹۵)

ترجمہ: عشق کی مملکت میں سمندر اور مچھلی کی طرح لازم وملزم ہو جا (لیکن یاد رکھ) کہ دریا کا بیرونی حصہ جنت کی طرح خوشنما اور دریا کی گہرائی جہنم کی آگ کے مانند ہے۔ (یہ شعر خط ۹ میں بھی آچکا ہے)

عربی شعر
وجبال لبنان وکیف بقطعها
وھی الشتاء وصیفهن شتاء

(متنبی، دیوان متنبی:۱۱۶)

ترجمہ: لبنان کی پہاڑیاں، ان کو میں کیسے طے کروں؟ کیونکہ وہ سخت سرد پہاڑیاں ہیں اور وہاں کی گرمیاں بھی سردی جیسی ہیں۔

فارسی شعر
چناں قحط سالے شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

(بوستاں، کلیات سعدی:۱۷۴)

ترجمہ: ایک سال دمشق میں ایسا قحط پڑا کہ یار احباب عشق کا چکر بھول گئے۔

فارسی شعر
فدائے شیوۂ رحمت کہ درلباسِ بہار
بعذر خواہی رندانِ بادہ نوش آمد
(کلیات غالب:۴۲۳)

ترجمہ: اللہ کی رحمت کے صدقے موسم کے لباس میں بہار شراب پینے والوں کی خواہش کے مطابق شراب پلانے کے لئے آئی۔

فارسی شعر
او در وداع ومن بجزع، کزمے و بہار
رطلے سہ چار ماندہ وروزے سہ چار خوش
(دیوان نظیری:۲۳۹)

ترجمہ: وہ رخصت ہو رہا ہے اور میں اس طرح تڑپ رہا ہوں جیسے شراب سے بہار کا موسم جا رہا ہو۔ تین چار شراب کے پیالے رہ گئے اور تین چار اچھے دن۔

فارسی شعر
اے کہ می گوئی ''چرا جامے بجانے می خری''
ایں سخن باساقیِ ما گو کہ ارزاں کردہ است
(دیوان بابا افغانی:۳۲)

ترجمہ: اے شخص تو یہ کہتا ہے کہ'' کیوں (اپنی) جان پر شراب کے جام لڑھکائے جا رہا ہے''۔ یہ بات ہمارے ساقی سے کہہ کہ اس نے شراب سستی کر دی ہے۔

فارسی اشعار
گوہرِ مخزنِ اسرار ہما نست کہ بود
حقۂ مہر بداں مہر و نشا نست کہ بود
حافظا ،باز نما قصۂ خونابۂ چشم
کہ دریں چشمہ ہماں آبِ روانست کہ بود
(دیوان حافظ:۱۵۴)

ترجمہ: اسرار کے خزانے کا موتی وہی ہے جو تھا۔ محبت کی ڈبیہ اسی مہر اور نشان کے ساتھ ہے جو تھی۔

اے حافظ! آنکھوں کے خون بہانے کا معاملہ پھر دکھا اس لئے کہ اس چشمہ میں وہی پانی جاری ہے جو تھا۔

سترہواں خط

''انانیتی ادبیات''۱

دنیا کے ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف صلاحیتیں ودیعت کی ہیں ذی شعور قلم کا استعمال کرنے والا شخص اپنے احساسات وواردات یا زندگی کے تجربات کو کاغذ پر پھیلا کر اسے زمانے کے لئے چھوڑ دیتا ہے، قارئین ان سے استفادہ کرتے ہیں، تلخ وشیریں پر تبصرہ وتنقید، بعد کے لوگوں کا کام ہے، اس کا سب سے بہتر فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مصنف یا قلمکار کی خودنوشت سوانح کے ساتھ نہ صرف اُس کی اپنی زندگی بلکہ اس کے عہد اور اس عہد کی تہذیب وثقافت کو بھی سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ اس کو اصطلاح میں انانیتی ادب کہا جاتا ہے خودی، خود پسندی، وانانیت کے بھی بہت سے مظاہر مصنّف کی خودنوشت سے قارئین کو مل جاتے ہیں۔

پیش نظر خط، مولانا نے خودنوشت سوانح عمریوں کے تعلق سے تحریر کیا ہے، اس کے متعلق مولانا دورِ حاضر کے بعض نقادوں کے اس خیال سے متفق ہیں کہ '' انانیتی ادبیات'' (Egostistic Literature) کسی ایک انتہا پر ہوتی ہیں وہ یا تو مصنف کی طبعی خود پسندی جسے ''ایغو'' (Egoism) سے تعبیر کیا جاتا ہے، کے باعث بہت زیادہ دل پذیر ہوتی ہیں یا پھر انتہائی ناگوار، ان میں درمیانی درجہ نہیں پایا جاتا، بطور مثال عربی شاعر ابو العلاء معرّی کے لامیہ، ابوفراس حمدانی کے لافانی رائیہ، ابن سناء الملک کا زمانہ سے خطاب، فردوسی کے شاہنامہ کے تمہیدی اشعار فیضی کی حکایت نل ودمن، اردو شاعری میں انیس کی خودسرائی پر دلالت کرنے والے اشعار میں مذکورہ شعراء نے اپنے ذاتی کمالات پیش کر کے انہیں شاعرانہ تعلّیوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ یہ ان کی پرجوش انفرادیت تھی جو ایغو کی شکل

۱۔ غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلاعنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

اختیار کرتے ہوئے بے اختیار چیخ رہی تھی، مصنف یا شاعر کے افکار سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اس حقیقت کو نہیں جھٹلایا جا سکتا جو ایک شاعر یا مصنف اپنے اندورونی جذبات واحساسات کو کاغذ پر پھیلا کر دنیا کے سامنے رکھ دیتا ہے، مولانا کا خیال ہے کہ ''انسان کی تمام معنوی محسوسات کی طرح اس کی انفرادیت کی نمود بھی مختلف حالتوں میں مختلف طرح کی نوعیتیں رکھتی ہے، کبھی وہ سوتی رہتی ہے، کبھی جاگ اٹھتی ہے، کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتی ہے اور پھر کبھی زور وشور سے اچھلنے لگتی ہے، جس طریقہ پر ہر انسان کا ذہن وادراک یکساں نہیں ہوتا اسی طرح انفرادیت کا جوش بھی ہر ایک کا ایک ہی طرح نہیں ابلتا، مدارج کا یہی فرق ہے جو تمام شاعروں، ادیبوں، مصنفوں اور موسیقی نوازوں میں پایا جاتا ہے، اکثر ان کی انفرادیت بولتی ہے، مگر وہ دھیمی آواز میں بولتی ہے بعضوں کی انفرادیت اتنی پر جوش ہوتی ہے کہ جب کبھی بولے گی سارا گردو پیش گونج اٹھےگا۔

مولانا نے اس خط میں اس قسم کی سوانح کی دو قسموں کا اشارتاً ذکر کیا ہے ایک قسم وہ ہے جس میں مصنف اس کے لئے باقاعدہ ماحول پیش کرتا ہے اس لئے وہ اسی قسم کی مکالمہ نگاری، شوکت الفاظ، ادبی تعبیرات اور عبارتیں استعمال کرتا ہے جس سے اس میں تصنع وبناوٹ کی بو آنے لگتی ہے دوسری قسم وہ ہے جس میں مصنف اپنے قلبی وارادات ومشاہدات کو ہمکلامی کے انداز میں بیان کرتا ہے جس میں وہ الفاظ اور جملوں کی نوک درست کرنے پر نہیں بلکہ حالات کو قاری تک پہونچانے پر زیادہ توجہ مرکوز کرتا ہے، شاعری میں یہ دونوں قسمیں علی الترتیب آورد وآمد کہلاتی ہیں۔ دوسری قسم میں اگرچہ ادبی رنگینیاں کم ہوتی ہیں لیکن انسان کی اندرونی کیفیات کو فطری انداز سے دیکھنے کے لئے یہ قسم زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں وہ کسی بناوٹ اور تصنع کی فکر نہیں کرتا بلکہ وہ سچائیوں کو قاری تک منتقل کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے، مولانا نے اس قسم کی خودنوشت سوانح عمریوں کو زیادہ پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا ہے۔

مولانا کا ۹ رجنوری ۱۹۴۳ء کو لکھا گیا یہ خط اگرچہ صرف دس صفحات پر مشتمل ہے لیکن اس کے فلسفیانہ واصولی مباحث نے اسے بیش قیمت بنا دیا ہے، بالخصوص الیغو، خود پسندی،

انانیت اور اپنے سے متعلقہ واقعات کو دوسری نسل تک منتقل کرنے کے لئے خودنوشت سوانح عمریاں لکھنے کا جذبہ رکھنے والے حضرات کے لئے یہ خط نہایت کارآمد ہے، اس خط میں مولانا نے عربی کے چھ اشعار، فارسی زبان کی نل ودمن نظم کے دس اشعار کے علاوہ مزید چار اشعار اور ایک مصرعہ اور اردو زبان کے ایک مصرعہ سے اپنی بات کو مدلّل کیا ہے۔

''ایک آدمی جب اپنی تصویر اتروانی چاہتا ہے، تو خود اس کا شعور ہو یا نہ لیکن اس خواہش کی تہ میں اسکی انانیت کی ایک دھیمی آواز ضرور بولنے لگتی ہے۔ تصویر اتروانے کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں،۔ ایک حالت وہ ہے، جسے مصورانہ وضع (Pose) سے تعبیر کیا جاتا ہے، یعنی تصویر اتروانے کے لئے ایک خاص طرح کا انداز بہ تکلف اختیار کرلینا۔ ایک ماہرِ فن مصور جانتا ہے کہ کس چہرے اور جسم کی مصورانہ وضع کیسی ہونی چاہئے۔ وہ جب تک نشست و وضع کی نوک پلک درست نہیں کرلے، تصویر نہیں اتارے گا۔ سو میں ننانوے آدمیوں کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ نشست اور ڈھنگ سجا کے تصویر اتروائیں۔ لیکن فرض کرو، ایک آدمی بغیر کسی تیاری اور وضع اندازی کے آئۂ انعکاس کے سامنے آگیا اور اسی عالم میں اس کی تصویر اتر آئی، تو ایسی تصویر کس نگاہ سے دیکھی جائے گی؟ ایسی تصویر محض اس لئے کہ بیساختگی اور واقعیت کی ٹھیک ٹھیک تعبیر پیش کرتی ہے، یقیناً ایک خاص قدر و قیمت پیدا کرلے گی، اور جس صاحب نظر کے سامنے جائے گی، اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لے گی۔ وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ جس کی تصویر ہے، وہ خود کیسا ہے، وہ اس میں محو ہو جائے گا کہ خود تصویر کتنی بیساختہ ہے۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر ۱۷/

عربی شعر
فقلت لها "ما اذنبت"؟ قالت مجيبة
"وجودک ذنب لایقاس به ذنب"

(نامعلوم: کشف المحجوب:۳۸۲)

ترجمہ: میں نے اس عورت سے کہا کہ "میں نے کیا گناہ کیا"؟ تو اس عورت نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ "تیرا وجود ہی گناہ ہے، اس سے گناہ کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔"

عربی شعر
الافی سبیل المجد ما انا فاعلُ
عفاف واقدامٌ وحزمٌ ونائلُ

(ابوالعلاء المعری: شروح سقط الزند،۲:۵۱۹)

ترجمہ: سنو! بزرگی وشرف کے راستے کی تلاش میں جو چیزیں ضروری ہیں میں ان سب کو کرتا ہوں۔ عفوودرگذر، پیش قدمی، پختہ ارادی اور فیاضی وسخاوت (یہ تمام اوصاف میرے اندر موجود ہیں)

عربی شعر
اراک عصّی الدّمع شیمتک الصبر
امّا للهوی نهی علیک ولاامرُ

(دیوان ابی فراس الحمدانی:۱۵۷)

ترجمہ: کیا تو نے دیکھا کہ آنسوؤں کے بہنے کے وقت میں تجھ کو صبر کی تلقین کرتا رہا تھا۔ لیکن خواہش نفسی کو کیا کیا جائے کہ میں تجھ کو (رونے سے) روک رہا تھا اور خود اس حکم کو نہیں مان رہا تھا (یعنی میں خود بے قابو ہو کر رو رہا تھا)

عربی اشعار
وانک عبدی یا زمان، واننی
علی الرغم منی ان اری لک سیدا
وما انا راض اننی واطیٔ الثریٰ
ولی همة، لا ترتضی الافق مقعدا

(دیوان ابن سناء الملک:۱:۵)

ترجمہ: اے زمانے تو میرا پابند ہے اور میں تیرے برخلاف تجھ پر اپنی حاکمیت ظاہر کرتا ہوں میں اس بات کے لئے راضی نہیں ہوں کہ تجھے زیر زمین پہنچاؤں، میرا پختہ ارادہ ہے کہ میں تجھے آسمان پر بٹھانے سے (کم پر) راضی نہیں ہوں گا۔

فارسی شعر
بسے رنج بردم دریں سال سی
عجم زندہ کردم بدیں پارسی

(شاہنامہ فردوسی)

ترجمہ: ان تیس سالوں میں میں نے بہت غم برداشت کئے ہیں تب جا کر میں نے اس فارسی کے ذریعہ ملک عجم (ایران) کو زندہ و جاوید کر دیا ہے۔

فارسی اشعار
امروز نہ شاعرم، حکیم
دانندۂ حادث و قدیم
ہر موئے زمن تمام گوش ست
خاموشیِ من بصد خروش ست
این بادہ کہ جوشد از ایاغم
خونے ست چکیدہ از دماغم
صد دیدہ بورطۂ دل افتاد
کیں موجِ گہر بساحل افتاد
بگداختہ آبگینۂ دل
آئینہ دھم بدستِ محفل
آنم کہ بسحر کاریِ ژرف
از شعلہ تراش کردہ ام حرف
بانگ قلم دریں شب تار
بس معنیِ خفتہ کردہ بیدار
می ریخت ز سحر کاریِ ژرف

از صبح ستارہ وز من حرف
ہر نغمہ کہ بستہ ام بریں تار
ناقوس نہفتہ ام بہ زنار
ایں گل کہ بہ بوستاں نثاری ست
از من بہ بہار یادگاری ست

(مثنوی داستان نل دمن کے مختلف اشعار)

ترجمہ ا: آج میں شاعر نہیں ہوں بلکہ ایک دانا آدمی ہوں۔ میں نئ اور پرانی باتوں کو جاننے والا ہوں۔

(۲) زمانے کی ہر سمت مکمل طور سے میری بات سن رہی ہے۔ میری خاموشی شور و غل، پر بھاری ہے۔

(۳) یہ شراب جو میرے پیالے سے ابل رہی ہے۔ یہ میرے دماغ سے ٹپکا ہوا خون ہے۔

(۴) دل کے بھنور میں سینکڑوں آنکھیں یہ دیکھنے کے لئے گر گئیں کہ یہ موتیوں بھری موج کس ساحل پر رکے گی۔

(۵) میرے دل کا آئینہ پگھل چکا ہے اس لئے میں نے آئینہ محفل کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔

(٦) میں وہ ہوں کہ (جس نے) اپنی گہرائی کی جادوگری سے، شعلوں سے حروف کو تراشنے کا کام کیا ہے۔

(۷) میرے قلم کی آواز اس تنگ و تاریک رات میں فی الحقیقت سوئے ہوؤں کو بیدار کر دیتی ہے۔

(۸) گہرائی کی جادوگری کے باعث میری باتیں صبح کے ستارے کی طرح بکھر گئی ہیں۔ (جس طرح صبح کا ستارہ نظر نہیں آتا لیکن اس کی حقیقت ہے اسی طرح میرا کلام بھی مبنی بر حقیقت ہے)

(۹) ہر وہ نغمہ جو میں نے اس تار پر باندھا ہے وہ ایسے ناقوس کی طرح ہے جس میں جینو پوشیدہ ہو۔

(۱۰) یہ پھول جو باغ میں کھل رہے ہیں میری اس موسمِ بہار کے یادگار ہیں۔

اردو شعر لگا رہا ہوں مضامین نو کے پھر انبار
خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (انیس، روح انیس:۱۴۴)

فارسی شعر تو گر خود را نہ بینی، نیست عالم غیر دیدارش
خودی آئنہ دارد کہ محروم ست اظہارش

(کلیات بیدل ۴، عنصر سوم، ۲۲۲)

ترجمہ: تو اگر خود کو نہ دیکھے تو دنیا اس کے دیکھنے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آئینہ خودی رکھتا ہے لیکن اس کے اظہار سے محروم ہے۔

فارسی شعر آئینہ نقش بندِ طلسم خیال نیست
تصویرِ خود بلوح دگرمی کشیم ما

(کلیات بیدل ۱:۹۳)

ترجمہ: آئینہ ہمارے خیالات کے طلسم کا نقش بند نہیں ہے۔ اپنی تصویر ہم کسی دوسری تختی پہ کھینچتے ہیں۔ (یہ شعر خط ۱۰ او ۱۱ میں آچکا ہے)

فارسی شعر یک بار نالہ کردہ ام ازدردِ اشتیاق
از شش جہت ہنوز صدا می تواں شنید

(عبدالرزاق فیاض، کلمات الشعراء:۸۸)

ترجمہ: میں نے شوق و محبت کے درد کی ایک بار آہ و فغاں کی ابھی تک دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے چھ کی چھ جہتوں سے اس کی آواز سنی جا سکتی ہے۔

عربی شعر وما الدھر الا من رواۃ قصائدی
اذا قلتُ شعراً اصبح الدّھر منشدا

(دیوان متنبی ۳۶۱)

ترجمہ: زمانہ کچھ نہیں ہے وہ میرے قصیدوں کی روایت کرتا ہے۔ جب میں شعر کہتا ہوں تو وقت بھی گنگنانے لگتا ہے۔

رسی شعر
می کشید شعلہ سرے از دلِ صد پارۂ ما
جوشِ آتش بود امروز بہ فوارہ ما

(فیضی، شعر العجم، ۶۶:۳)

ترجمہ: ہمارے سوٹکڑے ہوئے دل کے ایک سرے سے آگ نکل رہی ہے اور اس آگ کا جوش آج فوارے کی طرح ابل رہا ہے۔

(یہ شعر خط ۱۲ میں آچکا ہے)

''یہ بات بھی یادرکھنی چاہئے کہ انسان کی تمام معنوی محسوسات کی طرح اس کی انفرادیت کی نمود بھی مختلف حالتوں میں مختلف طرح کی نوعیتیں رکھتی ہے۔ کبھی وہ سوتی رہتی ہے، کبھی جاگ اٹھتی ہے، کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتی ہے، اور پھر کبھی زور وشور سے اچھلنے لگتی ہے۔ انسان کی ساری قوتوں کی طرح وہ بھی نشو ونما کی محتاج ہوئی۔ جس طرح ہر انسان کا ذہن وادراک یکساں درجہ کا نہیں ہوتا، اسی طرح انفرادیت کا جوش بھی ہر دیگ میں ایک ہی طرح نہیں ابلتا۔ مدارج کا یہی فرق ہے جو ہم تمام ادیبوں، شاعروں، مصوروں اور موسیقی نوازوں میں پاتے ہیں۔ اکثروں کی انفرادیت بولتی ہے، مگر دھیمے سروں میں بولتی ہے۔ بعضوں کی انفرادیت اتنی پرجوش ہوتی ہے کہ جب کبھی بولے گی، سارا گردو پیش گونج اٹھے گا۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اٹھارہواں خط

''حکایتِ زاغ وبلبل''

قید کے دنوں میں آدمی اگر چہ جسمانی طور پر ایک مخصوص جگہ پر بند کر دیا جاتا ہے بعض حضرات اس سے متاثر ہو کر اندر ہی اندر کڑھتے اور گھلتے رہتے ہیں اور بعض حضرات ان ایام میں اپنی شوخ مزاجیوں، شگفتہ بیانیوں اور مختلف النوع حرکات وسکنات سے اسکا اظہار نہیں ہونے دیتے کہ اس اسیری کے ان کے دل ودماغ پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں جب کہ بسا اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قیدی کو اس جگہ زیادہ مزے آرہے ہیں اور وہ جسمانی طور پر قید سہی لیکن روحانی طور پر بالکل مطمئن وفرحان وشاداں ہے۔ وہ اپنی تحریر وتقریر سے ان اذیتوں اور تکلیفوں کا احساس نہیں ہونے دیتا جو اس پر ان ایام میں بیت رہی ہوتی ہیں۔

مولانا آزاد کا زیرِ نظر خط تقریباً ایسے ہی احساسات پر مشتمل ہے، اس خط کو مرحوم نے ''حکایت زاغ وبیل'' کا نام دیا ہے گویا یہ پرندوں کی دل چسپ کہانی ہے، ہوا یوں کہ ایک دن انہوں نے اپنے ایک قیدی ساتھی معروف مجاہد جنگ آزادی سید محمود صاحب کو دیکھا وہ چیونٹیوں کے بل پر شکر کے دانے ڈال کر چیونٹیوں کی ضیافت فرما رہیں ہیں، ابھی اس واقعہ کو کچھ ہی دن گذرے تھے کہ ایک دن محمود صاحب ان گوریّوں (چڑیوں) کی خاطر مدارات میں مشغول ہو گئے جو جیل کی کوٹھری میں جگہ جگہ گھونسلے بنا کر رہ رہی تھیں اور کچھ مینائیں جو اتفاق سے کبھی ادھر نکل آتی تھیں ان کی خاطر مدارت میں لگ گئے اور انہیں روٹیوں کے باریک باریک ٹکڑے توڑ کر دعوت طعام دینے لگے لیکن یہ حساس ترین مخلوق تو، جو ہر ہر قدم پر حفظِ ماتقدم کا خیال رکھتی ہے ان کے دامِ ضیافت میں نہیں پھنس سکی البتہ وہ چالاک کوے اپنی شکم سیری کا سامان ہونے پر ضرور خوش ہو گئے جن کا کام ہی صبح سے شام

تک جگہ جگہ سے دانے چگ کر اپنا پیٹ بھرنا ہوتا ہے اور پھر بات کوّوں سے بڑھ کر گِدھوں تک پہنچ گئی تو سید صاحب کو اپنا دستر خوان اسی وقت لپیٹنا پڑا، لیکن کوّوں کا وہ غول جو بن بلائے مہمان داری کا عادی ہو چکا تھا اپنی آمد و رفت کے سلسلہ کو نہ روک سکا اور مسلسل کائیں کائیں کرتا میزبانوں سے خواہش طعام کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتا۔

اسی کے ساتھ مولانا نے اپنے ذوقِ باغبانی کا بھی اس خط میں تذکرہ کیا ہے اس میں مولانا کے ساتھ جواہر لال نہرو بھی لگ گئے اور ان حضرات نے اس لق و دق میدان کو سرسبز و شاداب چمن میں تبدیل کرنے کے لئے کوششیں شروع کردیں اس کے لئے پونا سے بیج منگایا گیا، آبپاشی کے طور طریقوں کو نت نئے سائنسی نیز قدیم تجربات کی روشنی میں استعمال کیا گیا، ان میں ایک بنگالی صاحب نے تجویز پیش کی اگر پودوں کی جڑوں کو خون سے سینچا جائے تو بہت تیزی کے ساتھ نشو و نما پاتے ہیں، بہرحال ان پودوں کی افزائش کے لئے تمام ذرائع استعمال کئے گئے ستمبر، اکتوبر میں کی گئی اس محنت کے نتائج دسمبر میں آنے شروع ہوگئے اور جنوری آتے ہی یہاں کی صورتِ حال تبدیل ہوگئی۔ موسمی پھولوں کی تقریباً چالیس مختلف قسموں نے اسے ایسے چمن میں تبدیل کردیا جس میں پھولوں کی الگ الگ قسمیں یاقوت و نیلم جیسے قیمتی پتھروں کے زیب نظر رنگوں سے آنکھوں کو بھلی معلوم پڑتی تھیں تو بعض اپنی رنگ برنگی قدرتی حسن آرائیوں سے اس خالق کائنات کی قدرت کا مشاہدہ کرا رہی تھیں جس نے بیج سے پودوں کا اگنا اور پھر ان میں طرح طرح کے پھولوں کا نکلنا اپنی آیات میں سے بتایا ہے، مولانا نے اس خط میں ان پھولوں کی بہت سی قسموں کا تذکرہ کیا ہے جو اس وقت اس جنگل کو منگل بنائے ہوئے تھے، اسی کے ساتھ مولانا نے جسم اور روح کے فلسفے کو پیش کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''روحِ نباتی بھی روحِ حیوانی کیطرح قسم قسم کے جسموں میں ابھرتی اور طرح طرح کے افعال و خواص کی نمائش کرتی رہتی ہے۔''

رنگا رنگ پھولوں کی اس آرائش و زیبائش سے لطف اندوزی کا عمل جاری ہی تھا کہ کچھ دنوں بعد یعنی فروری کے آغاز میں بلبل کے ترانے کی آواز سن کر کان اس طرف متوجہ ہوگئے۔ بہار کے موسم میں بلبلوں کی آمد اور ان کی خوشنما آوازیں کانوں میں رس گھولنے

لگیں۔اور قدرت کی جلوہ آرائیوں کا اعتراف کرانے لگیں۔اس خط میں بھی مولانا نے اپنی معلومات کے خزانے بکھیرے ہیں، ہندوستان کے پہاڑوں میں پہاڑی بلبل کا ترنم سننے کے لئے نینی تال اور کانگڑہ کے علاقوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ہندوستان میں پائی جانے والی بلبلوں کو چار قسموں پر تقسیم کر کے ان میں سب سے زیادہ خوش نما اس قسم کو بتایا ہے جس کے چہرے کے دونوں طرف سفید بوٹے ہوتے ہیں اور اسے وہائٹ چیکڈ (white cheeked) کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، اگر چہ عام طور پر یہ بلبل نہیں سمجھا جاتا لیکن اسے بھی میدانی سرزمین کا بلبل ہی سمجھنا چاہئے۔۲؍مارچ ۱۹۴۳ء کو لکھا گیا بیس صفحات پر مشتمل یہ خط انتہائی دلچسپ ہے اور معلوماتی بھی، اس میں فارسی زبان کے ۱۳۵ اشعار اور نو مصرعے، عربی زبان کے چار اشعار ایک مصرع ہیں جبکہ اردو زبان کے چھ اشعار اور بارہ مصرعوں کا استعمال کیا گیا ہے۔مصرعوں کو مکمل شعر میں تبدیل کرنے نیز حوالوں کی تحقیق کا کام مالک رام صاحب نے انجام دیا ہے۔

> ’’پھولوں کے جمالیاتی (Aesthetics) منظر سے اگر نظر ہٹائیے، تو پھر ایک اور گوشہ سامنے آجاتا ہے۔یہ ان کی عجائب آفرینیوں کا گوشہ ہے۔روحِ نباتی بھی روحِ حیوانی کی طرح قسم قسم کے جسموں میں ابھرتی ہے اور طرح طرح کے افعال و خواص کی نمائش کرتی رہتی ہے۔یہ کہیں سوئی ہوئی دکھائی دیتی ہے، کہیں کروٹ بدلنے لگتی ہے اور پھر کہیں اٹھ کر بیٹھ جاتی ہے۔(مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/۱۸

اردو شعر
تالیف نسخہائے وفا کر رہا تھا میں
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا
(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب:۴۵)

فارسی شعر
تا فصلے از حقیقت اشیا نوشتہ ایم
آفاق رامرادفِ عنقا نوشتہ ایم
(کلیات غالب:۲۹۱)

ترجمہ: متعدد جگہوں پر ہم نے چیزوں کی حقیقت بیان کی ہے۔ ہم نے کائنات کو عنقا (جیسی نایاب چیز سے مشابہت دے کر) لکھا ہے۔

فارسی شعر
خاکِ بیزانِ رہِ فقر بجائے نروند
گویی، ایں طائفہ ایں جا گہرے یافتہ اند
(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (ابوالفیض فیضی، کلیات فیض:۳۳۶)

ترجمہ: فقیری کے راستہ کی خاک چھاننے والے اس جگہ نہیں جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس جگہ تو فقراء کی جماعت موتی پاتی ہے۔

عربی شعر
شربنا واهرقنا على الارض فضلة
ولِلارضِ من كأس الكرامِ نصيب
(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) نامعلوم (جمھرۃ الأمثال،۲:۱۶۶)

ترجمہ: ہم پیتے ہیں اور جو زیادہ ہوتی ہے اسے زمین پر بکھیر دیتے ہیں کیونکہ معزز ترین شریف افراد کے پیالوں میں زمین کا بھی تو حصہ ہے۔

فارسی شعر
اگر شراب خوری، جرعۂ فشاں برخاک
ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر، چہ باک
(دیوان حافظ:۲۲۲)

ترجمہ: اگر تو شراب پیئے تو ایک گھونٹ زمین پر بھی چھڑک دے، جس گناہ سے
دوسروں کو فائدہ پہنچے اس سے کیا ڈرنا؟

اردو شعر
کہاں تک آئینے میں دیکھ بھال ادھر دیکھو
نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں۔

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (امیر مینائی، مرآۃ الغیب:۱۹۱)

اردو شعر
خدایا! جذبۂ دل کی مگر تا ثیر الٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھنچتا جائے ہے مجھ سے

(دیوانِ غالب:۲۱۸)

فارسی رباعی
بہ ناز کی نہ بری پے بمنزلِ مقصود
مگر طریقِ رہش از سرِ نیاز کنی
اگر بناز براند، مرو کہ آخرکار
بصد نیاز بخواند تراو ناز کنی

ترجمہ: اے محبوب! تو ناز و نخروں کے ساتھ منزلِ مقصود کو نہیں پا سکتا، البتہ اگر اس
منزلِ مقصود کا راستہ چاہتا ہے تو نیاز مندی کے ساتھ جا اگر وہ تجھ کو ناز و نخرے سے
اپنی راہ سے ہٹانا چاہے تو مت ہٹ کیونکہ بالآخر ایک دن آئے گا کہ وہ سینکڑوں
عاجزی و انکساری کے ساتھ تجھ کو بلائے گا اور تو اس پر ناز کریگا۔

فارسی شعر
بمحشر ہر کس و کارے و ہر یارے و بازارے
من و آہوئے صحرائی کہ دایم می رمید از من

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان نظیری:۳۲۴)

ترجمہ: محشر میں ہر شخص کا کوئی ایک کام اور ہر یار کا کوئی نہ کوئی فائدہ و نقصان
(کا ہوگا) لیکن میں اور جنگلی ہرنی (بغیر کسی کام کے رہیں گے) جو ہمیشہ مجھ سے
بھاگتی ہے۔

اردو شعر
فقیرانہ آئے، صدا کر چلے
کہ میاں! خوش رہو ہم دعا کر چلے

(دوسرا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (میر تقی میر،کلیات میر:۳۰۲)

فارسی شعر
صوفی! پیالہ پیما، ساقی! قرابہ پر کن
اے کوتہ آستیناں تا کے دراز دستی

(دیوان حافظ:۲۱۳)

ترجمہ: اے صوفی پیالہ تھام! اے ساقی صراحی بھر دے۔ اے چھوٹی آستین والو، درازدستی کب تک۔

اردو شعر
ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوانِ غالب:۲۴۳)

فارسی شعر
شہر یست پُر ظریفاں و زہر طرف نگارے
یاراں! صلائے عام ست گر میکنید کارے

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۳۳۷)

ترجمہ: ظریفوں سے شہر بھرا ہوا ہے اور ہر طرف ایک معشوق ہے۔ اے دوستو! یہ اعلان عام ہے اگر کوئی کام کرنا چاہو (تو کرلو)۔

فارسی شعر
درحق من لبت ایں لطف کہ می فرماید
گرچہ خوب ست، ولیکن قدرے بہتر ازیں

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۲۸۴)

ترجمہ: تیرے ہونٹوں نے میرے بارے میں جو مہربانی فرمائی ہے اگرچہ وہ بہت اچھی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اور اچھی۔ (ہوتو وہ زیادہ بہتر ہے)

فارسی شعر
زمہر بلہوس گردِ دلت عاشق نمی گردد
طفیلی جمع شد چنداں کہ جائے میہماں گم شد

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان نظیری:۱۴۸)

ترجمہ: بوالہوس کی محبت کی وجہ سے تیرے دل کی دھول عاشق کو نہیں لگی۔ طفیلی اتنے جمع ہوجاتے ہیں کہ میہمان کی جگہ غائب ہوجاتی ہے۔

فارسی شعر
دور دستاں را باحساں یاد کردن ہمت ست
ورنہ ہر نخلے بہ پائے خود ثمری افگند

(کلیات صائب:۵۰۳)

ترجمہ: اچھے دنوں کے احسان اور اچھائی کے ساتھ کو یاد ہمت کی بات ہے۔ ورنہ ہر کھجور کا درخت اپنے نیچے پھل جمع رکھتا ہے۔

اردو شعر
پیری سے کمر میں اک ذرا خم
توقیر کی صورتِ مجسّم

(کلیات مولانا شبلی نعمانی (اردو):۷)

اردو شعر
گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ براندا زِ چمن کچھ تو ادھر بھی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر میں نہیں ہے) (کلیات سودا، ۱:۲۰۷)

اردو شعر
شیخ جی، آپ کے آتے ہی ہوا دیر خراب
قصد کعبہ کا نہ کیجئے گا بایں یمنِ قدوم

(کلیات مومن ۲:۶۳)

اردو شعر
فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

(میر تقی میر)

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں جہاں ہے وہاں دوسرا نہیں ہے جہاں دوسرا ہے پہلا نہیں ہے)

اردو شعر
آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتی سی ایک خبر بھی زبانی طیور کی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب:۲۳۶)

فارسی شعر
بہار عالم حسنت، دل دجاں تازہ می دارد
بہ بو اصحابِ معنیٰ را، بہ رنگ اصحابِ صورت را

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے۔) (دیوان سلمان ساوجی:۱)

ترجمہ: تیرے حسن کے عالم کی بہار دل اور جان کو تازگی بخشتی ہے۔ظاہری حسن پر یقین رکھنے والوں کو رنگ کی (دلکشی کی) وجہ سے اور حقیقت پسندوں کو خوشبو کی وجہ سے۔

اردو شعر
بھول کر، او چاند کے ٹکڑے، ادھر آجا کبھی
دل کے ویرانے میں بھی ہو جائے دم بھر چاندنی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان ناسخ ۲:۱۷۱)

فارسی شعر
گرجاں بدہد، سنگِ سیہ لعل نہ گردد
باطینتِ اصلی چہ کند، بدگہر افتاد

(دیوان حافظ:۱۰۱)

ترجمہ: اگر جان بھی دیدے تو سیاہ پتھر کبھی لعل نہیں ہوتا۔اصلی فطرت کا کیا کیا جائے؟ (جب) وہی بری واقع ہوئی ہو۔

فارسی شعر
جوہرِ طینتِ آدم زخمیرِ دگرست
تو توقع زگلِ کوزہ گراں میداری

(دیوان حافظ میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے)

جوہر جام جم ازکان جہان دگرست

(دیوان حافظ:۳۲۸)

ترجمہ: جام جم کا جوہر دوسرے جہان کی کان کا ہے لیکن تو کمہاروں کی مٹی سے توقع رکھتا ہے۔

فارسی شعر قدح بشرطِ ادب گیر، زاں کہ ترکیبش
زکاسۂ سرِ جمشید وبہمن ست و قباد

(دیوان حافظ:۱۴۴)

ترجمہ: پیالہ ادب سے تھام! اس لئے کہ اس کی ترکیب جمشید، بہمن اور کیقباد کی کھوپڑی سے تیار کی گئی ہے۔

فارسی شعر آغشتہ ایم ہر سرِ خارے بخونِ دل
قانونِ باغبانِ صحرا نوشتہ ایم

(کلیات غالب:۴۹۲)

ترجمہ: تمام کانٹوں کے کنارے ہمارے دل کے خون کے ساتھ لتھڑے ہوئے ہیں۔ صحرا کی باغبانی کا قانون ہم نے لکھا ہے۔

اردو شعر کلیوں میں اہتزاز ہے پروازِ حسن کی
سینچا تھا کس نے باغ کو مرغی کے خون سے

(مولانا آزاد)

فارسی اشعار کنوں کہ درچمن آمد گُل از عدم بوجود
بنفشہ درقدمِ اونہاد سر بسجود
بباغِ تازہ کن آیینِ دینِ زردشتی
کنوں کہ لالہ برافروخت، آتشِ نمرود
زدستِ شاہدِ سیمیں عذارِ عیسیٰ دم
شراب نوشی ورہاکن حدیث عاد و ثمود

(دیوان حافظ:۱۵۴)

ترجمہ: اب جبکہ چمن میں پھول عدم سے وجود میں آ گیا۔ بنفشہ نے اس کے پیروں پر سجدے میں سر رکھ دیا۔ زردشتی دین کی رسموں کو باغ میں تازہ رکھ اب جبکہ لالہ نے نمرود کی آگ روشن کی ہے۔ چاندی جیسی رخسار والے، عیسیٰ جیسے سانس والے معشوق کے ہاتھ سے شراب پی اور عاد و ثمود کے قصوں کو چھوڑ۔

فارسی شعر چوں دستِ مابدامنِ وصلش نمی رسد
پائے طلب شکستہ بداماں نشستہ ایم

(نورالدین ترخاں، روز روشن: ۱۳۰)

ترجمہ: جب ہمارا ہاتھ اس کی ملاقات کے دامن تک نہیں پہونچا تو ہم امید کا پیر توڑ کر اور امید کا دامان چھوڑ کر بیٹھ گئے ہیں۔

فارسی شعر شیرینیِ تبسم ہر غنچہ رامپرس
درشیر صبح خندۂ گلہا شکر گزاشت

(دیوان کلیم کاشانی: ۱۴۵)

ترجمہ: ہر کلی کی مسکراہٹ کی شیرینی کو مت پوچھ۔ صبح کے دودھ جیسی سفیدی میں بہت سے پھولوں کی شکر گھول دی ہے۔

اردو شعر تکلف سے بَری ہے حسن ذاتی
قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

(کلیات آتش: ۲۹۹)

اردو شعر رنگ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتن گلہائے نار کا

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب: ۵)

اردو شعر بہت رہا ہے کبھی لطفِ یارہم پر بھی
گذر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات اکبرالہٰ آبادی ۲:۳۵۲)

فارسی شعر دلم بپاکیِ دامانِ غنچہ می لرزد
کہ بلبلاں ہمہ مستند و باغباں تنہا

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات صائب تبریزی: ۷۱)

ترجمہ: میرا دل کلی کی پاک دامنی کے خوف سے لرزتا ہے کہ تمام بلبل تو مست ہو رہے ہیں اور باغباں تنہا۔

فارسی شعر

دیدہ ام شاخِ گلے، برخویش می پیچم کہ کاش
می توانستم بیک دست ایں قدر ساغر گرفت

(میر رضی دانش شہدی، شعرالعجم ۲:۱۶۸)

ترجمہ: میں نے اس پھول کی شاخ کو دیکھا ہے۔ میں اپنے اوپر پچھتا رہا ہوں کہ کاش میں اس پیالے کو ایک ہاتھ سے پکڑ لیتا۔

فارسی شعر

ہست صحرا چوں کفِ دست و برداز لالہ جام
خوش کفِ دستے کہ چندیں جام صہبا برگرفت

(حضرت امیر خسرو)

ترجمہ: صحرا ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے اور جام کو لالہ سے شکست ہو چکی ہے۔ کتنا اچھا ہے وہ ہاتھ کہ اتنے سارے انگور کی شراب کے پیالوں کو پکڑے ہوئے ہے۔

اردو شعر

اہلِ معنیٰ کو ہے لازم سخن آرائی بھی
بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشائی بھی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات نظم حالی ۱:۱۵۴)

فارسی شعر

از نگہِ چشم تہی گشت و تماشا ماندہ ست
درزباں حرف نماندہ ست و سخنہا ماندہ ست

(ظہوری ترشیزی، دیوان ملا نورالدین ظہوری: ۱۱۳)

ترجمہ: آنکھ کی نگاہ سے (دیکھا جانے والا کھیل) پورا ہو گیا حالانکہ تماشا ابھی بھی ہو رہا ہے۔ زبان پر الفاظ نہیں آ رہے ہیں اور باتیں بہت سی رہ رہی ہیں۔

فارسی شعر

ہمچو ماہی غیرداغم پوششِ دیگر نہ بود
تاکفن آمد، ہمیں یک جامہ برتن داشتم

(دیوان کلیم کاشانی: ۲۶۸)

ترجمہ: مچھلی کی طرح (میرے جسم پر) میرے داغوں کے علاوہ کوئی دوسرا لباس نہیں تھا جب تک کفن آئے گا۔ بدن پر یہی ایک لباس رکھے ہوئے ہوں۔

فارسی شعر
رشک فرمائے دلم نیست بجز عیشِ حباب
یافت یک پیرہنِ ہستی و آں ہم کفن ست

(سروِ آزاد: ۱۴۷)

ترجمہ: میرے دل کا رشک کرنا پانی کے بلبلے کی زندگی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔
وہ زندگی کا ایک لباس پہنتا ہے اور وہی اس کا کفن بھی ہے۔

فارسی شعر
وضعِ زمانہ قابلِ دیدنِ دوبارہ نیست
رُو پس نکرد، ہر کہ ازیں خاکداں گذشت

(دیوان کلیم کاشانی: ۱۴۰)

ترجمہ: زمانے کا انداز، طور طریقہ دوبارہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ جو شخص بھی
اس مٹی کے گھرانے سے گذر گیا اس نے دوبارہ رخ نہیں کیا۔

اردو شعر
مےِ عشرت کی خواہش، ساقیِ گردوں سے کیا کیجیے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جامِ واژگوں وہ بھی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب: ۱۶۰)

اردو شعر
ہماری سادگی تھی، التفاتِ ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم، مگر تمہید جانے کی

(دیوان غالب: ۱۶۰)

فارسی شعر
عنقا سرو برگیم، مپرس از فقرا ہیچ
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات بیدل ۱: ۳۷۵)

ترجمہ: عنقا ہمارے سر پر گھوم رہا ہے فقراء سے حال مت پوچھ تمام دنیا ہمارا قصہ
جانتی ہے، اور ہم کچھ بھی نہیں جانتے۔

فارسی شعر
نفسِ بادصبامشک فشاں خواہد شد
عالم پیر دگربار جواں خواہد شد

(دیوان حافظ: ۱۶۶)

ترجمہ: بادِ صبا کا جھونکا، مشک چھڑکنے والا ہو جائے گا۔ بوڑھا عالم دوبارہ جوان ہو جائے گا۔

فارسی شعر	بازنوائے بلبلاں، عشق تو یاد می دہد
ہرکہ ز عشق نیست خوش عمر بباد می دہد

(دیوانِ حسن سنجری: ۱۴۳)

ترجمہ: بلبلوں کی آواز کا بار ہا آنا، تیرے عشق کی یاد دلاتا ہے۔ جو شخص بھی عشق سے سروکار نہیں رکھتا (وہ اپنی) اچھی عمر کو برباد کر دیتا ہے۔

فارسی شعر	صفیرِ مرغ برآمد، بطِ شراب کجاست
فغاں فتاد زبلبل 'نقابِ گل کہ درید'

(دیوان حافظ: ۱۳۴)

ترجمہ: پرندوں کا چہچہانا شروع ہو گیا ہے۔ شراب کی بطخ کہاں ہے۔ بلبل نے شور مچایا کہ پھول کا نقاب کس نے چاک کیا۔

فارسی شعر	تو نیز بادہ بہ چنگ آروراہِ صحرا گیر
کہ مرغِ نغمہ سرا سازِ خوش نوا آورد

(دیوان حافظ: ۱۱۰)

ترجمہ: تو بھی شراب اور چنگ ہاتھ میں لے اور جنگل کا راستہ لے، اس لئے کہ گانے والا پرندہ ابھی بہترین آواز کا ساز لایا ہے۔

فارسی شعر	ہمائے گو، مفکن سایۂ شرف ہرگز
دراں دیار کہ طوطی کم ازز غن باشد

(دیوان حافظ: ۱۱۲)

ترجمہ: ہما سے کہہ دو کہ وہ شرف کا سایہ ہرگز نہ ڈالے۔ اس دیار پر جہاں طوطی (کا مرتبہ) چیل سے کم ہو۔

فارسی شعر	نوائے بلبلت اے گل! کجا پسند افتد
کہ گوشِ ہوش بہ مرغانِ ہرزہ گوداری

(دیوانِ حافظ: ۳۳۸)

ترجمہ: اے پھول! تجھے بلبل کی آواز کب پسند آئے گی؟ اس لئے کہ تیرا ہوش کا
کان ان پرندوں کی طرف ہے جو بے ہودہ بکواس کرنے والے ہیں۔

فارسی شعر
شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند
زیں قندِ پارسی کہ بہ بنگالہ می رود

(دیوانِ حافظ: ۱۳۷)

ترجمہ: ہندوستان کی تمام طوطیاں شکر خور ہو جائیں گی اس پارسی قند (کی وجہ
سے) سے جو بنگالہ جا رہی ہے۔

فارسی اشعار
بلبل بہ شاخِ سرو بہ گل بانگِ پہلوی
میخواند دوش درسِ مقاماتِ معنوی
یعنی بیا کہ آتشِ موسیٰ نمود گل
تااز درخت نکتۂ تحقیق بشنوی
مرغانِ باغِ قافیہ سنجند وبذ لہ گو
تاخواجہ مے خورد بہ غز لہائے پہلوی

(دیوانِ حافظ: ۳۱۸)

ترجمہ: بلبل، سرو کی شاخ سے فارسی زبان میں گذشتہ کل (مولانا رومی کی مشہور
کتاب مثنوی) معنوی مقامات کا سبق پڑھ رہی تھی یعنی آجا، اس لئے کہ پھول
نے موسیٰ کی آگ دکھا دی ہے تاکہ تو درخت سے تحقیق کا نکتہ سنے۔ باغ کے
پرندے قافیہ سنج اور بذلہ گو ہیں تاکہ فارسی غزلوں کے ساتھ خواجہ شراب پیئے۔

فارسی اشعار
صبا بہ تہنیتِ پیرِ مے فروش آمد
کہ موسمِ طرب و عیش و ناز و نوش آمد
ہوا مسیحِ نفس گشت و بادِ نافہ کشا
درخت سبز شد ومرغ درخروش آمد
تنورِ لالہ چناں برفروخت بادِ بہار
کہ غنچہ غرقِ عرق گشت وگل بجوش آمد

(دیوانِ حافظ: ۱۴۶)

ترجمہ: شراب بیچنے والے بوڑھے کو صبا، مبارکباد دینے آئی کیونکہ مستی، عیش، ناز اور پینے کا موسم آگیا۔ صبا مسیح کے سانس والی اور ہوا نافہ کھولنے والی ہوگئی۔ درخت سرسبز ہوگئے اور پرندے شور کرنے لگے۔ بادِ بہاری نے لالہ کے تنور کو اس طرح روشن کردیا کہ غنچہ پسینے میں ڈوب گیا اور پھول جوش میں آگیا۔

فارسی شعر

بیا تا گل برافشانیم مے درساغر اندازیم
فلک راسقف بشگافیم و طرحِ نودر اندازیم
چوں دردست ست رودے خوش، بزن مطرب سرودے خوش
کہ دست افشاں غزل خوانیم وپا کوباں سراندازیم

(دیوان حافظ:۲۳۶)

ترجمہ: آؤ تا کہ پھول برسائیں اور ساغر میں شراب ڈالیں۔ آسمان کی چھت کو پھاڑ ڈالیں اور نئی بنیاد قائم کریں۔ اے مطرب تیرے ہاتھ میں بہترین باجا ہے تو اچھا گانا گا تا کہ رقص کرتے ہوئے ہم غزل پڑھیں اور ناچتے ہوئے سَر دُھنیں۔

فارسی شعر

ہزار قافلۂ شوق می کشد شبگیر
کہ بارِ عیش کشاید بخطۂ کشمیر

(فیضی شعرالعجم:۳:۳۹)

ترجمہ: ہزاروں شوق کے قافلے اس شوق میں رات بھر چلتے رہے کہ وہ کشمیر کی وادی میں عیش کے مزے لیں گے۔ (یہ شعر خط۲ میں بھی آیا ہے)

عربی اشعار

ومما شَجانی اننی کنتُ نائما
اعلّل من برد بطیب التنسّم
الی ان رعت ورقاءِ من غصنِ ایکة
تفرّد مبکاھا بحسن الترنّم
فلوقَبلَ مُبکاھا بکیتُ صبابة
بِسُعدٰی شفیت النفس قبل التندّم
ولکن بکتُ قبلی، فھیّج لی البکاء
بکاھا، فقلتُ "الفضل للمتقدم"

(عدی بن الرقاع کتاب الحیوان ۳:۲۰۶)

ترجمہ: جس بات نے مجھے غمگین کیا وہ یہ ہے کہ جب میں سو رہا تھا اور میٹھی نیند کے مزے لے رہا تھا تو اچانک ایک خوش آواز پرندنے درختوں کے جھنڈ میں گانا گانا شروع کر دیا۔ اس کے رونے کی آواز اپنے ترنم کی خوبی میں اپنی مثال آپ ہی تھی۔ اگر اس کے رونے سے پہلے میں نے سعدیٰ کے عشق میں چند آنسو بہا دیئے ہوتے تو مجھے شرمندگی نہیں ہوتی۔ مگر میں واقعتاً ایسا نہیں کر سکا اور یہ اس پرندے کا رونا تھا جس سے میرے اندر بھی گریہ وزاری کا جوش امنڈ آیا بس مجھے شرمندگی کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑا کہ بلاشبہ یہاں فضیلت اس کیلئے ہوتی ہے جو اقدام کرتا ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ نوائے بلبل بہشت بہار کا ملکوتی ترانہ ہے۔ جو ملک اس بہشت سے محروم ہے، وہ اس ترانے کے ذوق سے بھی محروم ہے۔ گرم ملکوں کو اس عالم کی کیا خبر! زمستان کی برفباری اور پت جھڑ کے بعد جب موسم کا رخ پلٹنے لگتا ہے، اور بہار اپنی ساری رعنائیوں اور جلوہ فروشیوں کے ساتھ باغ وصحرا پر چھا جاتی ہے، تو اس وقت برف کی بے رحمیوں سے ٹھٹھری ہوئی دنیا یکا یک محسوس کرنے لگتی ہے کہ اب موت کی افسردگیوں کی جگہ زندگی کی سرگرمیوں کی ایک نئی دنیا نمودار ہوگئی۔ انسان اپنے جسم کے اندر دیکھتا ہے، تو زندگی کا تازہ خون ایک ایک رگ کے اندر ابلتا دکھائی دیتا ہے۔ اپنے سے باہر دیکھتا ہے، تو فضا کا ایک ایک ذرہ عیش ونشاطِ ہستی کی سرمستیوں میں رقص کرتا ہوا نظر آتا ہے، آسمانوں زمین کی ہر چیز جو کل تک محرومیوں کی سوگواری اور افسردگیوں کی جانکاہی تھی، آج آنکھیں کھولیے، تو حسن کی عشوہ طرازی ہے۔ کان لگایئے تو نغمہ کی جان نوازی ہے۔ سونگھیے، تو سرتا سر بوٗ عطر بیزی ہے۔''

(مذکورہ خط سے ماخوذ)

انیسواں خط

''چڑیا چڑے کی کہانی''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات ضرور بنایا ہے لیکن فہم وسمجھ کے اعتبار سے دنیا کی دوسری مخلوقات کو بھی اتنا شعور دیا ہے کہ وہ اپنے اچھے، برے یا اپنے پرائے کو سمجھ سکیں گذشتہ خط کے مضمون کا ماحصل اگر اس کو قرار دیا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ پیش نظر خط میں مولانا نے اپنے انداز سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ فہم وادراک کے سلسلہ میں اگرچہ انسان کو برتری حاصل ہے، لیکن دوسری مخلوقات بھی اپنے پرائے، دوست، دشمن کی تمیز رکھنے میں انسان سے کمتر نہیں ہیں۔ اب یہ انسان کی اپنی سمجھ پر منحصر ہے کہ وہ وقت پڑنے پر دوسری مخلوقات پر اپنی ''اشرفیت'' ثابت کرنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ دوسروں کو زیر کرنے کی خاطر منفی انداز کے کاموں کو اگر تھوڑا سا اثباتی رخ دے دیا جائے تو کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اور کسی کا وقار بھی مجروح نہیں ہوتا۔

مولانا نے یہ خط قلعۂ احمد نگر سے اسوقت لکھا جب وہ اپنے قید کے کمرے میں چڑیوں کے گھونسلوں سے عاجز و پریشان ہو چکے تھے، پہلے آپ نے ہر ممکنہ وہ تدبیر اختیار کی جس سے اس کو ہٹایا جا سکے، اس کے لئے آپ نے جنگ وجدال، ظلم وتشدد کے وہ طریق جو انسان کی اپنی برتری کی وجہ سے اس کے اختیار میں ہیں وہ سبھی آزمائے لیکن کوئی حربہ کارگر ثابت نہیں ہوا، جب مولانا اس سے تھک گئے تو انہیں یہ تدبیر سوجھی کہ اب دشمنی کے بجائے دوستی سے کام لیا جائے چنانچہ آپ نے اس کی سبیل یہ نکالی کہ چڑیوں کی وجہ سے جو کوڑا کرکٹ روز ہو جاتا تھا اس کی صفائی کے لئے ایک آدمی مامور کر لیا اور چڑیوں سے دوستی بڑھانے کی خاطر ان کی ضیافت کا سامان چاول کے دانے ڈال کر کیا۔ جب آپ نے پہلے دن کمرے کے ایک کونے میں چاول کے دانے ڈال کر چڑیوں کا انتظار کیا تو آپ نے محسوس کیا کہ انہیں آنے میں تکلف ہو رہا ہے،

بہت ہمت کے بعد ایک چڑا اخوانِ غنیمت پر آیا تو آپ نے اسکا نام قلندر رکھ دیا، چڑے کی جراَ ت وہمت سے متاثر ہوکر دوسری چڑیوں وچڑوں نے بھی ادھر کا رخ کیا، پھر تو روز کا معمول ہوگیا کئی دن گذرنے کے بعد مولانا نے اس دوری کو قربت میں بدلنے کی یہ ترکیب نکالی کہ چاول کے دانے فرش پر بکھیرنے کے بجائے ایک ڈھکن میں رکھ کر اسے اپنے سے تھوڑی سی دوری پر رکھ دیئے جاتے تا کہ وہ بے تکلفی کے ساتھ آسکیں۔قلندر اور اسکے ہم نسلوں نے اس کو بھی تھوڑی جھجک کے ساتھ قبول کرلیا پھر ڈھکن روزانہ قریب سے قریب تر ہوتا گیا یہاں تک کہ ان چڑیوں کو مولانا سے اتنی انسیت ہوگئی کہ وہ بلا تکلف جب چاہتیں تب داخل کمرہ ہوتیں اور اگر دانہ وغیرہ نہ ملتا تو بھی مولانا کے قریب آکر بیٹھ کر پھدکتی کھیلتی رہتیں، کبھی مولانا کے کاندھے کے قریب آکر بیٹھتیں کبھی مولانا کی لکھنے والی میز پر بیٹھ جاتیں، اس طریقہ پر برسوں پرانی دوریاں قربت میں تبدیل ہوگئیں اور انسان سے غیر مانوس ایک پرندہ تھوڑے سے اخلاق ومحبت سے اس قدر مانوس ہوگیا کہ وہ اب ضیافت کا بھی منتظر نہیں رہا۔

اس دل چسپ خط سے مولانا نے جو تاثر دیا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کے کسی معاملہ کو گرم ماحول میں جنگ وجدال سے ختم نہیں کیا جاسکتا، البتہ دانشمندی، ہوشمندی، ذہانت اور صبر ورضا کا مظاہرہ کرکے پیار محبت کی فضا میں حالات سے لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے، دوسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ کی مخلوق سے ہمدردی ومحبت کا سلوک کرنا اور انہیں آزاد فضا میں جینے کا حوصلہ فراہم کرنا ہر اس شخص کا فریضہ ہے جو قوت وطاقت میں زیادہ ہو، زورِ بازو سے آپ کمزور وناتواں کو پریشان تو ضرور کرسکتے ہیں لیکن امن وسکون حاصل نہیں کرسکتے امن وسکون کے حصول کے لے یہ ضروری ہے کہ انسان ”زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ساز“ کے محاورے پر پوری طرح عمل پیرا ہوکر کمزوروں کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھے تا کہ ظالم ومظلوم کے رشتے رفاقت ومحبت میں تبدیل ہوجائیں۔

مولانا کا دس صفحات پر یہ خط اپنے موضوعات کے اعتبار سے انتہائی بیش قیمت اور نفسِ مضمون کے اعتبار سے بہت زیادہ دلچسپ ومعلوماتی ہے ۱۷ر مارچ ۱۹۴۳ء کو لکھا ہوا یہ مکتوب فارسی زبان کے ایک قطعہ کے علاوہ سولہ اشعار وچھ مصرعے، اردو زبان کے

۵/اشعار اور ایک مصرعہ اور عربی زبان کے دو اشعار اپنے اندر سموئے ہوئے مولانا کی قوت حافظہ وذہانت کی بھرپور داد دے رہا ہے فارسی اردو مصرعوں کی تکمیل حسب معمول مالک صاحب نے حوالوں کے ساتھ کی ہے اور تمام اشعار وقطعات کی تحقیق وتخریج بھی۔

"اس مرتبہ حریفوں نے بڑی پامردی دکھائی۔ ایک گوشہ چھوڑنے پر مجبور ہوتے، تو دوسرے میں ڈٹ جاتے، لیکن بالآخر میدان کو پیٹھ دکھانی ہی پڑی۔ کمرہ سے بھاگ کر برآمدہ میں آئے اور وہاں اپنا لاؤ لشکر نئے سرے سے جمانے لگے۔ میں نے وہاں بھی تعاقب کیا اور اس وقت تک ہتھیار ہاتھ سے نہیں رکھا کہ سرحد سے بہت دور تک میدان صاف نہیں ہوگیا تھا۔ اب دشمن کی فوج تتر بتر ہوگئی تھی، مگر یہ اندیشہ باقی تھا کہ کہیں پھر اکٹھی ہوکر میدان کا رخ نہ کرے۔ تجربے سے معلوم ہوا تھا کہ بانس کے نیزہ کی ہیبت دشمنوں پر خوب چھاگئی ہے۔ جس طرف رخ کرتا تھا، اسے دیکھتے ہی کلمۂ فرار پڑھتے تھے۔ اس لئے فیصلہ کیا کہ ابھی کچھ عرصہ تک اسے کمرہ میں رہنے دیا جائے۔ اگر کسی اِکاّ دُکاّ حریف نے رخ کرنے کی جرأت بھی کی، تو یہ سر بفلک نیزہ دیکھ کر الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہوجائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سب سے پرانا گھونسلا منہ دھونے کی ٹیبل کے اوپر تھا۔ بانس اس طرح وہاں کھڑا کردیا گیا کہ اس کا سرا ٹھیک ٹھیک گھونسلے کے دروازے کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اب گو مستقبل اندیشوں سے خالی نہیں تھا تاہم طبیعت مطمئن تھی کہ اپنی طرف سے سرو سامان جنگ میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔" (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/۱۹

اردوشعر ہے آج جو سرگذشت اپنی
کل اس کی کہانیاں بنیں گی

(امیر مینائی صنم خانہ عشق:۳۲۴)

فارسی شعر کنوں رزمِ سہراب و رستم شنو
دگرہا شنیدستی، ایں ہم شنو

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (فردوسی طوسی شاہنامہ:۱۲۱)

ترجمہ: اب سہراب اور رستم کی جنگ کا تذکرہ سنو دوسروں کا ذکر سن چکے ہو اب یہ بھی سنو

اردوشعر اگ رہا ہے درودیوار سے سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں، اور گھر میں بہار آئی ہے

(دیوان غالب:۱۷۷)

فارسی شعر وگرنہ بکامِ من آید جواب
من وگرز و میدان و افراسیاب

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (تذکرۃ الشعراء دولت شاہ سمرقندی:۶۱)

ترجمہ: اور اگر میرے مقصد کا جواب نہیں آتا ہے تو پھر میں اپنے گرز کے ساتھ ان کے بادشاہ افراسیاب کے ساتھ جنگ کے میدان میں (آمنے سامنے ہوں گا)

فارسی شعر خیالِ قدِ بلندِ تو می کند دلِ من
تودست کوتۂ من بیں وآستینِ دراز

(دیوان حافظ:۱۹۳)

ترجمہ: میرا دل تیرے بلند قد کا خیال کرتا ہے، تو میرے کوتاہ (چھوٹے) ہاتھ اور لمبی آستین کو دیکھ۔

فارسی شعر به خنجر زمیں را میستان کنم
به نیزه هوا را نیستاں کنم

(شاہنامہ ا:۶۸)

ترجمہ: خنجر سے زمین کو کھود رہا ہوں۔ نیزے سے ہوا کو چیر رہا ہوں۔

فارسی شعر بیک تاختن تا کجا تاختم
چه گردن کشاں را سر انداختم

کس کا شعر ہے اور کہاں سے ماخوذ ہے معلوم نہیں ہو سکا۔

ترجمہ: یک بیک حملہ کرنے کا کہاں تک مقابلہ کروں۔ کیا سرکش لوگوں کے سروں کو تن سے جدا کر دوں۔

فارسی شعر برآرم دیار از همه لشکر ش
به آتش بسوزم همه کشور ش

(شاہنامہ فردوسی)

ترجمہ: اسکے لشکر کی زیادتی کی وجہ سے شہر سے باہر آ گیا۔ اس کی طاقت، رعب اور سلطنت و غلبہ کی آگ کی وجہ سے جل رہا ہوں۔

ردو شعر شکست و فتح نصیبوں سے ہے، و لے اے میرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

(مصرعہ اول کے متعلق مالک رام صاحب کی تحقیق ہے کہ میر کا نہیں ہے بلکہ نواب محمد یار خاں امیر کا ہے جو اس طرح ہے "شکست و فتح میاں! اتفاق ہے لیکن") (طبقات الشعراء)

فارسی شعر خمیرِ مایۂ دکان شیشه گر سنگست
عدو شود سبب خیرِ گر خدا خواهد

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (نامعلوم، بہترین اشعار:۹۰۸)

ترجمہ: شیشہ ساز کی دوکان کی کل متاع و پونجی ایک پتھر ہے اگر اللہ چاہتا ہے تو دشمن بھی بھلائی کا سبب ہو جاتا ہے۔

فارسی شعر بخشم رفتۂ مارا که می برد پیغام
بیا که ما سپر انداختیم اگر جنگ است

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات سعدی:۳۷۳)

ترجمہ: تو چلا گیا ہے تو میں نے بخش دیا ہے یہ پیغام لیتا جا کہ اگر جنگ ہے تو
آجاؤ ہم نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔

فارسی شعر
خرقہ رازنار کردہ است وکند
عشق ازیں بسیارکردہ است و کند

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (خواجہ فریدالدین عطار، منطق الطیر :۹۴)

ترجمہ: خرقہ کو جینو و کئے ہوئے ہے (اور اس عمل کو مسلسل) کرتا ہے۔ (لیکن)
عشق اس سے بہت زیادہ کئے ہوئے ہے اور کرتا ہے۔

فارسی شعر
فتادم دام بر کنجشک وشادم ، یاد آں ھمت
کہ گر سیمرغ می آمد بدام، آزاد میکردم

(کلیات عرفی: (اضافات:۴۹)

ترجمہ: میں نے گوریا پر جال ڈال دیا ہے اور خوش ہوں۔ میں اس ہمت کو یاد کر
رہا ہوں کہ اگر میرے جال میں عنقا بھی پھنس جاتا تو میں اسے آزاد کر دیتا۔

فارسی شعر
حور وجنت جلوہ برزاہد دہد، درراہِ دوست
اندک اندک عشق درکار آورد بیگانہ را

(دیوان نظیری:۳۹)

ترجمہ: دوست کی راہ پر (چلنے کے لئے) زاہد کو حور و جنت کا جلوہ (دکھایا جاتا
ہے) (عشق سے) بیگانہ لوگوں کے لئے تھوڑا تھوڑا عشق کام میں لایا جاتا ہے۔

فارسی شعر
چہ لطفہا کہ دریں شیوۂ نہانی نیست
عنایتے کہ تو داری بمن، بیانی نیست

(دیوان وحشی بافقی:۳۶)

ترجمہ: کتنی مہربانیاں ہیں جو اس عادت میں پوشیدہ نہیں ہیں؟ وہ مہربانی جو تو نے
میرے اوپر کی ہے۔ اس کا بیان نہیں ہے۔

فارسی شعر
پایم بہ پیش از سرایں کو نمی رود
یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہِ کیست

(دیوان نظیری:۶۶)

ترجمہ: میرے قدم اس گلی سے باہر کی طرف نہیں چلتے۔ یارو! مجھے پتہ تو دو کہ یہ کس کی جلوہ گاہ ہے؟

فارسی شعر
بگو حدیثِ وفا، از تو باور ست، بگو
شوم فدائے دروغے کہ راست مانند ست

(دیوان ملا نورالدین ظہوری:۶۸)

ترجمہ: وفا کی بات بیان کر مجھے تجھ پر بھروسہ ہے تو بیان کر۔ میں تو اس جھوٹ پر بھی فدا ہوں جو سچ کے مانند ہے۔

فارسی شعر
نہاں از وبہ رُخش داشتم تماشائے
نظر ماجانبِ کرد و شرمسار شدم

(شرف جہاں قزوینی، خزانہ عامرہ:۲۶)

ترجمہ: اپنے عمدہ اصیل گھوڑے کو تماشوں سے چھپا کر رکھتا ہوں۔ جب وہ ہماری طرف دیکھتا ہے تو میں شرمندہ ہو جاتا ہوں۔

فارسی شعر
بہ ہر کجا ناز سر برآرد، نیازھم پائے کم ندارد
تو و خرامے و صد تغافل، من و نگاہے و صد تمنا

(کلیات بیدل:۱:۱۲)

ترجمہ: جس جگہ بھی ناز نخرے اٹھائے جاتے ہیں وہاں اپنی نیازمندی کو کم نہیں کرتا۔ تو اور تیری آہستہ گامی اور سو نیازیاں، میں اور ایک نگاہ اور سو خواہشات۔

فارسی شعر
وداع و وصل جداگانہ لذتے دارد
ہزار بار برو، صد ہزار بار بیا

(کلیات غالب:۳۶۳)

ترجمہ: جدائی اور ملاقات دونوں ہی اپنا اپنا الگ مزہ رکھتے ہیں۔ تو ہزار مرتبہ جا اور لاکھ مرتبہ آ۔

فارسی شعر
شراب و عیشِ نہاں چیست، کارِ بے بنیاد
زدیم برصفِ رندان و ہرچہ بادا باد

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۱۴۴)

ترجمہ: شراب نوشی اور عیش کیا ہے؟ بے بنیاد کام ہے ہم نے اپنے آپ کو شرابیوں کی صف میں لے جا ڈالا ہے۔ جو ہو سو ہو۔

فارسی شعر
تا سرندہم، پا نکشم از سرِ کویش
نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (نامعلوم)

ترجمہ: جب تک کہ جان نہیں دے دوں گا اس کی گلی سے باہر قدم نہیں نکالوں گا۔ بزدلی اور بہاردی صرف ایک قدم کا فاصلہ رکھتی ہے۔

اردو شعر
یہ بزم مے ہے، یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

(سید علی محمد شاد عظیم آبادی، کلیات شاد ۲:۱۸۴)

اردو شعر
رہے ایک بانکپن بھی بے دماغی میں تو زیبا ہے
بڑھا دو چینِ ابرو پر ادائے کج کلاہی کو

(نامعلوم)

اردو شعر
راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (داغ دہلوی، آفتاب داغ:۴۴)

عربی شعر
وحبِّب فان الحبَّ داعیة الحبِّ
وکم منَ بعید الدار مستوجب القرب

ترجمہ: تو محبت کر کیوں کہ محبت، محبت کرنے کی خواہش رکھتی ہے، بہت سی مرتبہ گھر سے دور رہنا قربت کو واجب کر دیتا ہے۔

عربی شعر
وما الدھر الا من رواۃ قصائدی
اذا قلت شعرا اصبح الدھر منشدا

(دیوان متنبی:۳۶۱)

ترجمہ: زمانہ کچھ نہیں ہے وہ میرے قصیدوں کی روایت کرتا ہے جب میں شعر کہتا ہوں تو صبح بھی گنگنانے لگتی ہے۔ (یہ شعر خط ۱۷ میں بھی آیا ہے)

فارسی شعر دل و جانم بتو مشغول و نظر برچپ وراست
تانہ دانند رقیباں کہ تو منظور منی

(کلیات سعدی:۶۱۴)

ترجمہ: میرا دل اور جان تو تیرے میں اٹکا ہوا ہے لیکن نظر دائیں بائیں ہے تا کہ میرے مخالفین یہ نہ سمجھیں کہ تو میرا معشوق ہے۔

فارسی قطعہ ہنوز عاشقی و دلربا یئے نہ شدہ است
ہنوز زوری و مرد آزمایئے نہ شدہ است
ہمیں تواضعِ عام ست حسن رابا عشق
میانِ ناز و نیاز آشنا یئے نہ شدہ است

(دیوان وحشی بافقی:۲۵)

ترجمہ: ابھی عاشقی اور دل ربائی نہیں ہوئی ہے۔ ابھی بہادروں کی قوت بازو نہیں آزمائی گئی ہے۔ یہاں حسن کو عشق کے ساتھ تکلف ہو رہا ہے، ابھی نخرے کرنے والے اور نخرے اٹھانے والے کے درمیان پہچان نہیں ہوئی ہے۔

فارسی شعر درسِ وفا اگر بود زمزمۂ محبتے
جمعہ بمکتب آورد طفلِ گریز پائے را

(دیوان نظیری:۲۶)

وفا کا درس اگر نرم اور محبت بھری آواز میں دیا جائے تو بھگوڑے بچے جمعہ کے دن بھی مکتب میں آجاتے ہیں۔

بیسواں خط

''وجد آفریں آزادی''

چڑیا اور چیڑے کی کہانی کے تکملے کے طور پر یہ خط لکھا گیا ہے پہلے خط میں مولانا نے اس چیڑے کا ذکر کیا تھا جس کا نام انہوں نے قلندر تجویز کیا تھا، اس خط میں انہوں نے اس چڑیا کے تذکرے پر اپنی توجہ مرکوز کی ہے جو اس کی شریک حیات کے طور پر پہچانی گئی تھی اور مولانا نے اس کا نام موتی رکھ دیا تھا۔

قلندر اور موتی کی شبانہ روز مصروفیات، نیز اپنے سے مانوس کرنے کے طور طریقے اور ان کی حرکات وسکنات کے ضمن میں مولانا نے بہت سی ایسی کارآمد باتیں بتادی ہیں جو انسانوں کے لئے درسِ موعظت وعبرت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جو ملکات عطا کئے ہیں ان میں بہت سی باتیں انسانوں سے مشابہت رکھتی ہیں، مثلاً بہادری، ہٹ دھرمی، پیار، محبت جرأت، ہمت، دیدہ دلیری، ضد وغیرہ ایسے اوصاف ہیں جن میں پرندوں کی یہ قسم انسانوں سے مماثلت رکھتی ہے، مولانا نے چڑیوں سے انسیت پیدا کرنے کے لئے پیار محبت کی فضا بحال کی تھی جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے جب یہ جنسِ حیوانی ان کے قریب ہوئی تو مولانا کو ان کی نفسیات ومشاہدات کا بخوبی مطالعہ کرنے کا موقع ملا جس طریقے پر انسانوں میں شریف، بدمعاش، عزت دار اور ذلیل، دبنگ وکمزور، ظالم ومظلوم ہوتے ہیں اسی طرح چڑیوں میں بھی یہ تفریق پائی جاتی ہے، مولانا نے ایک ایسے چیڑے کو بھی دیکھا جو اپنی دبنگی کے باعث کسی دوسرے کو اپنے علاقے میں داخل نہیں ہونے دیتا تھا، ایسے ہی آپ نے اس کمزور ومظلوم

؎ ......غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

چیڑے کو بھی بغور مطالعہ کیا جو اپنی خاندانی شرافت اور عزت وقار کے تحفظ کی خاطر ہر معاملے میں اپنا سر نیچے کئے رکھتا تھا۔ بولنے میں وہ انتہائی محتاط تھا، کم گوئی میں وہ اپنی مثال آپ تھا، کبھی کسی معاملہ پر آ کر انتہائی مؤدبانہ انداز سے ہلکے سے ''چوں'' نکال دیتا۔

صبح ہونے پر چڑیوں کی میدان میں آمد سے جو عجیب وغریب منظر پیدا ہوتا تھا مولانا نے اس کی تصویر بڑے خوبصورت انداز سے پیش کی ہے، کوئی پھول کے گملوں پر کودتی پھرتی نظر آتی، کوئی پھولوں پر جھولتی دکھائی دیتی کوئی جوڑا پھولوں پر پانی کے ڈلنے کا منتظر رہتا تا کہ اس میں غسل کر سکے، کوئی مٹی میں چونچ مار مار کر زمین کھودتا نظر آتا کوئی آپسی کُشتی کا منظر پیش کرتا، بعض مرتبہ لڑتے لڑتے نیچے گر پڑتے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ چڑا چڑیا کُشتی لڑتے لڑتے مولانا کی گود میں گر پڑتے۔

اسی کے ساتھ ساتھ مولانا نے ماہرین پرند کے مطالعات کی روشنی میں چڑیوں کی اس قسم کی خصوصیات، اپنے بچوں کے ساتھ ان کی محبت، ان کا انداز پرورش وتربیت، ان کی نشو ونما، بچوں کے علاج معالجہ کے طریقِ کار کو بھی بیان کیا ہے، اسی ذیل میں مولانا نے اپنے سے مانوس موتی کے اس بچے کی حالت کو بھی بیان کیا ہے جب وہ اوپر سے نیچے گر کر بے حال مردنی کی کیفیت پیش کرنے لگا لیکن موتی نے اسے اپنے پروں میں چھپا کر اُس شفقت ومحبت کے ساتھ علاج کیا کہ بچہ میں نئی زندگی آ گئی وہ بہت جلد تندرست وتوانا ہو گیا جس طریقہ پر ماں نے اس کی تیمارداری کی تھی اس نے تو مولانا کو متاثر کیا ہی اسی کے ساتھ مولانا اس بچہ کی ہمت وجرأت سے بھی متاثر ہوئے بنا نہیں رہ سکے کیونکہ جیسے ہی اس میں ذرا سی سکت پیدا ہوئی اس نے ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ''انجام اس کے ہاتھ ہے آغاز کر کے دیکھ، بھیگے ہوئے پروں سے ہی پرواز کر کے دیکھ'' کو عملی جامہ پہناتے ہوئے ایک اُڑان ایسی بھری کہ وہ پھر پیچھے کی طرف نہیں مڑا۔

مولانا نے اس سے یہ سبق دینے کی کوشش کی ہے کہ دنیا کی ہر مخلوق اپنی آزادی کے لئے کوشاں رہتی ہے لیکن یہ انہیں کو ملتی ہے جو غلامی کی حدود سے نکلنے کے لئے اپنی بساط سے زیادہ کوشش وجستجو کریں۔ جو لوگ بے عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خواب غفلت میں

کاہلی کا ثبوت فراہم کرتے ہیں ان کے لئے آزادی کا مقصد خواب کی مانند ہوتا ہے جس کی حقیقت سراب جیسی ہوتی ہے''آزادی''تبھی ممکن ہے جبکہ انسان کے اندر''خودشناسی'' کا جذبہ پوری طرح پیدا ہو، انسان میں جب خودشناسی پیدا ہوتی ہے تو وہ زمانے میں انقلاب کی علامت بن کر دنیا میں اپنے انداز سے جینے کا حوصلہ پیدا کر دیتا ہے اور اگر یہ وصف ہی باقی نہ رہے تو وہ بے حس وحرکت ایک منجمد شے بن کر رہ جاتا ہے۔

مولانا نے اس کہانی اور اپنے اخذ کردہ نتائج کو مکمل کرنے کے لئے فارسی زبان کے مختلف النوع چوبیس اشعار، چھ مصرعوں اور اردو زبان کے دو اشعار و دو مصرعوں کا سہارا لیا ہے، جن کے حوالوں کی تحقیق اور مصرعوں کی تکمیل کا کام مالک رام صاحب نے حواشی میں کیا ہے۔

بارہ صفحات پر مشتمل یہ خط ۱۸ر مارچ ۱۹۴۳ء کو قلعہ احمد نگر سے ہی لکھا گیا تھا۔

''صبح جب اس بستی کے تمام باشندے باہر نکلتے ہیں، تو برآمدہ اور میدان میں عجیب چہل پہل ہونے لگتی ہے۔ کوئی پھول کے گملوں پر کودتا پھرتا ہے۔ کوئی کروٹین کی شاخوں میں جھولا جھولنے لگتا ہے۔ ایک جوڑے نے غسل کا تہیہ کیا اور اس انتظار میں رہا کہ کب پھولوں کے تختوں پر پانی ڈالا جاتا ہے۔ جونہی پانی ڈالا گیا، فوراً حوض میں اتر گیا اور پردوں کو تیزی کے ساتھ کھولنے اور بند کرنے لگا۔ ایک دوسرے جوڑے کو آس پاس پانی نہیں ملا تو فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْداً طَیِّباً پڑھتا ہوا مٹی ہی میں نہانا شروع کر دیا۔ پہلے چونچ مار مار کے اتنی مٹی کھود ڈالی کہ سینے تک ڈوب سکے۔ پھر اس گڑھے میں بیٹھ کر اس طرح پاکوبیاں اور پرافشانیاں شروع کر دیں کہ گرد وخاک کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ فاصلے پر ملّا حسبِ معمول کسی حریف سے کشتی لڑنے میں مشغول ہے۔ ان کے لڑنے کی خودفروشیوں کا بھی عجیب حال ہوتا ہے۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/ ۲۰

فارسی رباعی
اے در دلِ ہر کسے زمہرت تابے
وے از تو تضرعے بہر محرابے
فرخندہ شبے باید و خوش مہتابے
تابا تو حکایت کنم از ہر بابے

ترجمہ: اے محبوب! تیری محبت کی وجہ سے ہر شخص کے دل میں ایک چمک ہے اور تیری (جدائی کی) وجہ سے تمام منبر ومحراب اب گڑگڑا کر رو رہے ہیں۔ ایک (ایسی) مبارک رات چاہئے جس میں چاند بھی اچھا ہو یعنی چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن رات ہو تا کہ تجھ سے میں ہر طرح کی باتیں بیان کرتا رہوں۔

اردو شعر
جولاں کو ہے اس کی قصدِ پامال
اے خاک! نویدِ سرفرازی
(کلیات مومن ۱: ۳۸۳)

فارسی شعر
سرشکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد، تماشا کن
بیا، در کشتیِ چشمم نشین و سیر دریا کن
(منتخب التواریخ ۳: ۱۸۰)

ترجمہ: تیرے بغیر میرے آنسوؤں نے آہستہ آہستہ دریا کی شکل اختیار کر لی ہے تو دیکھ، میری آنکھ کی کشتی میں آ کر بیٹھ اور دریا کی سیر کر۔

اردو شعر
آنکھوں میں دوں اُس آئینہ رو کو جگہ ولے
ٹپکا کرے ہے بسکہ یہ گھر، نم بہت ہے یاں
(کلیات سودا، دیوان اول: ۱۰۲)

۔…… پہلا شعر نہ تو متن میں ہے اور نہ ہی مالک رام صاحب کی تشریحات وتوضیحات میں۔ راقم کے پاس غبار خاطر کا جو نسخہ ہے اس میں نواب رحمت اللہ خاں شیرانی صاحب مرحوم (متوفی ۲۰۱۲ء) کے ہاتھ سے حاشیے میں اضافہ شدہ ہے اور اس میں یہ بھی وضاحت ہے کہ یہ رومی کا کلام ہے جو 'غزلیات شمس تبریزی' (ص: ۴۴۷) سے ماخوذ ہے نیز نواب صاحب نے تیسرے مصرعہ میں ''فرخندہ'' کی جگہ 'جاوید' اور چوتھے مصرعے میں ''حکایت کنم'' کی جگہ ''غمے بگویم'' تحریر کیا ہے۔ (عاصم)

فارسی شعر گر بر سرو چشمِ من نشینی
نازت بکشم کہ ناز نینی

(گلستان باب اوّل،کلیات سعدی:۲۵)

اگر تو میرے سر اور آنکھوں پر بھی بیٹھ جائے۔(تو بھی) میں تیرے نخرے برداشت کرتا رہوں گا(کیونکہ) تو میرا معشوق ہے۔

فارسی شعر من کشتۂ کرشمۂ مژگاں کہ بر جگر
خنجر زد آں چناں کہ نگہ راخبر نہ شد

(دیوان وحشی بافقی:۵۸)

ترجمہ: میں پلکوں کی جادوگری سے قتل کیا گیا ہوں میرے جگر پر خنجر اس طرح مارا گیا کہ نگاہ کو خبر بھی نہیں ہوئی۔

فارسی شعر بزیرِ دلقِ ملمع کمندھا دارند
دراز دستی ایں کو تہ آستیناں بیں

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۲۸)

ترجمہ: ملمع کی ہوئی گدڑی کے نیچے بہت سی کمندیں رکھتے ہیں۔ ذرا ان چھوٹی آستین والوں کی دراز دستی دیکھو۔

فارسی شعر کنند خویش و تباراز تو ناز و می زیبد
بہ حسنِ یک تن اگر صد قبیلہ ناز کند

ترجمہ: تیرے (حسن کی) وجہ سے تیرے اپنے اور تیرے خاندان والے (ہی) ناز (نہیں) کرتے ہیں۔(اور یہ ناز و نخرے انہیں) زیب دیتے ہیں کیونکہ ایک حسین جسم کے حسن کی وجہ سے اگر سو قبیلے (بھی) ناز کرتے ہیں(تو برا نہیں)۔

فارسی شعر گوادبِ چشم مراباز مپوش از رخ دوست
ایں نگاہیست کہ شائستہ دیدارے ہست

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات عرفی:۲۸۹)

ترجمہ اگرچہ آنکھ کا ادب مجھ کو دوست کے چہرے سے الگ نہیں ہونے دیتا۔ یہ وہ نگاہ ہے جو دیدار کو شائستہ کیے ہوئے ہے۔

فارسی شعر کرشمہ گرمِ سوال ست، لب مکن رنجہ
که احتیاج بہ پرسیدنِ زبانی نیست

(دیوان وحشی بافقی: ۳۷)

ترجمہ: ناز وانداز بھرا اور پر جوش کرشمہ ہی سوال ہے، اپنے ہونٹوں کو تکلیف نہ دے۔ کیوں کہ اس سوال کا زبانی جواب پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فارسی شعر یک ناوکِ کاری زکمانِ تو نخوردم
ہر زخمِ تو محتاج بہ زخمِ دگرم کرد

(زکی ہمدانی، خریطۂ جواہر: ۱۱۲)

ترجمہ: تیری کمان سے ایک بھی تیر کا زخم نہیں کھایا۔ تیرا دیا ہوا ہر زخم دوسرے زخم کا محتاج نکلا۔

فارسی شعر از حسن ایں چہ سوالست کہ معشوقِ تو کیست
ایں سخن راچہ جواب است تو ہم میدانی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حسن سجزی دہلوی: ۳۵۲)

ترجمہ: حسن سے یہ کیا پوچھنا کہ تیرا معشوق کون ہے؟ اس بات کا کیا جواب ہے یہ تو بھی جانتا ہے۔

فارسی شعر خویش رابر نوک ستم کیشاں زدم
آں قدر زخمے کہ دل میخواست در خنجر نہ بود

(صائب تبریزی: خریطۂ جواہر: ۱۳۸)

ترجمہ: اپنے آپ کو ہم نے ظالم صفت پلکوں والے کی نوک پر دے مارا، جس قدر زخم دل چاہتا تھا وہ (ان پلکوں نے پہونچا دیئے) خنجر کی ضرورت ہی نہیں رہی۔
(مولانا نے ازراہِ تفنّن موقع کی مناسبت سے پہلے مصرعے میں معشوق کی صفت مژگاں (پلک) کو چڑیوں کی صفت منقار (چونچ) سے تبدیل کر کے معنیٰ میں جدّت آفرینی کی ہے۔)

فارسی شعر

رسیدن ہائے منقارِ ہمابراستخواں غالب
پس از عمرے بیادم داد رسم وراہِ پیکاں را

(کلیات غالب:۳۷۲)

ترجمہ: غالب کی (مردہ) ہڈیوں پر ہما کی چونچ کا پہونچنا، مجھے یاد کر کے میری زندگی کے بعد ایک رسم کی شکل اختیار کر گیا جو تیروں کو راہ دکھاتا ہے۔

فارسی اشعار

دی واعظ کے آمد در مسجد جامع
چوں برف ہمہ جامہ سپید از پاتاسر
چشمش بسوئے چپ و چشمش بسوئے راست
تاخود کے سلامے کند از منعم و مضطر
زانساں کہ خرامد بہ رسن مردِ رسن باز
آہستہ خرامیدی وموزون ومؤقر
فارغ نہ شدہ خلق زتسلیم و تشہد
برجست چوبوزینہ وبنشست بہ منبر
وانگہ بہ سروگرون وریش و لب و بینی
بس عِشوہ بیاوردہ، سخن کرد چنیں سر

(دیوان قاآنی:۳۲۲)

ترجمہ: وہ نصیحت گذار جو جامع مسجد میں آیا۔ سر سے پیر تک اسکا تمام لباس برف کی طرح سفید تھا۔ اس کی آنکھ کبھی بائیں اور کبھی دائیں طرف گھوم گھوم کر وہ خود ہر آرام پسند اور بے چین آدمی کو سلام کر رہی تھی۔ اسی وجہ سے وہ بازی گر مرد کی طرح رسی پر آہستہ آہستہ بہت باوزن اور وقار کے ساتھ چل رہا تھا۔ ابھی مخلوق سلام و تحیات سے فارغ بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ بندر کی طرح کود کر منبر پر چڑھ بیٹھا اور (لوگوں کے) سروں، گردنوں، داڑھیوں، ہونٹوں اور نگاہوں کو دیکھنے لگا بس اس کی ناز و انداز کی اداؤں کے ساتھ اس نے اس طرح (نئے انداز سے) بات شروع کی۔

فارسی قطعہ

اے مرغ سحر! عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ راجاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بیخبر اند
کاں را کہ خبر شد، خبرش باز نیامد

(غبارِ خاطر کے متن میں صرف آخری مصرعہ دیا گیا ہے) دیباچۂ گلستاں (شیخ سعدی)

ترجمہ: اے صبح کے پرندے، پروانے کے عشق سے یہ سبق لے کہ جلنے والا جان دے دیتا ہے اور آواز نہیں آتی۔ عشق کی خواہش کے دعوے دار حضرات اس معاملے میں انجان ہیں (کہ انہیں اپنے عشق کا پتہ چل گیا) حالانکہ یہ ایسا روگ ہے کہ جسکو لگ جاتا ہے اس کو بھی اس کی اطلاع دوبارہ نہیں ہوتی۔

فارسی شعر تا تو بیدار شوی، نالہ کشیدم ورنہ
عشق کاریست کہ بے آہ و فغاں نیز کنند

(علامہ اقبال زبورِ عجم:۱۰۱)

ترجمہ: جب تک کہ تو جاگے میں آہ وفغاں کر رہا ہوں ورنہ عشق تو وہ کام ہے کہ بے آہ وفغاں بھی کرتے ہیں۔

فارسی شعر تو نظر بازنۂ، ورنہ تغافل نگہ ست
تو زباں فہم نۂ ورنہ خموشی سخن ست

(دیوان ظہور ترشیزی:۴۶)

ترجمہ: تو نظر تاڑنے والا نہیں ورنہ یہ چشم پوشی ہی دیکھنا ہے۔ تو (عشق کی) زبان سمجھنے والا نہیں ورنہ خاموشی بھی بات ہے۔

فارسی شعر رسم عاشق کشی وشیوۂ شہر آشوبی
جامۂ بود کہ برقامتِ او دوختہ بود

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۱۱۳)

ترجمہ: عاشق کشی کی رسم اور شہر کو فتنے میں مبتلا کرنے کا طریقہ ایک ایسا لباس تھا جو اس کے قد پر (موزوں ترین) سیا گیا تھا۔

اردو شعر اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان غالب:۱۳۹)

اردو شعر زباں پیدا کروں جوں آسیا، سینہ میں پیکاں سے
دہن کا ذکر کیا، یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے
(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان ذوق: ۲۳۹)

فارسی قطعہ او در من و من درو فتادہ
خلق از پے ما دوان و خنداں
انگشتِ تعجبے جہانے
از گفت و شنیدِ ما بدنداں
(غبارِ خاطر کے متن میں صرف پہلا مصرعہ درج ہے) (کلیات سعدی: ۱۲۱)

ترجمہ: وہ مجھ میں اور میں اس میں سمایا ہوا تھا۔ پیچھے سے مخلوق دوڑتی ہوئی اور ہنستی ہوئی آ رہی تھی۔ پوری دنیا ہمارے کہنے سننے پر تعجب کی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے تھی۔

اردو شعر میرے دونوں ہاتھ نکلے کام کے
دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
(غبارِ خاطر کے متن میں صرف پہلا مصرعہ ہے) (یادگارِ داغ: ۱۱۲)

فارسی شعر نریخت دُردِ مے و محتسب ز دیر گذشت
رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت
(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (آصفی ہروی امثال و حکم ۲: ۸۶۸)

ترجمہ: شراب کی تلچھٹ بھی نہیں گری اور نگراں بتخانے سے گذر گیا۔ ایک مصیبت آئی تھی لیکن خیریت سے گذر گئی۔

فارسی شعر بہ وصلش تا رسم، صد بار برخاک افگند شوقم
کہ نو پروازم و شاخِ بلندے آشیاں دارم
(دیوان نظیری: ۲۹۳)

ترجمہ: اس سے ملاقات ایک رسم ہے میں اپنے شوق کو سو بار خاک میں پھینکتا ہوں۔ میں نیا نیا اڑنے والا ہوں اور مکان کے بلند حصے پر اپنا گھونسلا رکھتا ہوں۔

فارسی شعر
نیروے عشق بیں کہ دریں دشتِ بیکراں
گامے نرفتہ ایم و بپایاں رسیدہ ایم

(کس کا شعر ہے اور کہاں سے ماخوذ ہے معلوم نہیں ہوسکا)

ترجمہ: عشق کی قدرت دیکھئے کہ اس گھنے جنگل میں ہم ایک قدم نہیں چلے ہیں اور انتہا کو پہنچ گئے ہیں۔

فارسی شعر
کلیم شکوہ ز توفیق چند، شرمت باد!
توچوں برہ نہ نہی پائے، رہنما چہ کند

(دیوان کلیم کاشانی: ۲۴۱)

ترجمہ: اے کلیم (عشق میں) شکوہ شکایت کچھ توفیق سے ہے تجھے شرم ہونی چاہئے جب تو اس راستے میں قدم نہیں رکھتا تو رہنما کیا کرے گا۔

فارسی شعر
بال بکشا و صفیر از شجرِ طوبیٰ زن
حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسی

(دیوان حافظ: ۳۴۱)

ترجمہ: بال و پر کھول اور طوبیٰ کے درخت سے چہچہا، افسوس ہے کہ تجھ جیسا پرندہ پنجرے کا قیدی ہے۔

فارسی شعر
طے میشود ایں رہ بدرخشیدنِ برقے
مابیخبراں منتظرِ شمع و چراغیم

(علی قلی بیگ اِمیسی شاملو، شمع انجمن: ۲۶)

ترجمہ: یہ راستہ (آسمانی) بجلی کے چمکنے سے طے ہوجاتا ہے لیکن ہم بے خبر لوگ شمع اور چراغ کے انتظار میں ہیں۔

فارسی اشعار
چہ گویمت کہ بے خانہ دوش مستِ خراب
سروشِ عالمِ غیبم چہ مژدہا داداست
کہ" اے بلند نظر، شاہبازِ سِدرہ نشیں!
نشیمنِ تو نہ ایں کُنجِ محنت آباد است

تراز کنگرۂ عرش میز نند صفیر
ندانمت کہ دریں دامگہ چہ افتاد است''

(دیوان حافظ: ۳۷)

ترجمہ: میں تجھ سے کیا کہوں کہ کل رات مست اور خراب ہونے کی حالت میں عالم غیب کے فرشتے نے مجھے کیا خوشخبریاں دی ہیں۔ ''کہ اے بلند نظر، سدرہ نشیں شہباز، تیرا آشیانہ اس محنت آباد کا گوشہ نہیں ہے۔
تجھے تو عرش کے کنگرے سے آوازیں دی جارہی ہیں تو نہ جانے اس جال میں کیوں پھنس گیا ہے۔''

''اڑنے کے سروسامان میں سے کونسی چیز تھی جو اس نوگرفتارِ قفسِ حیات کے حصے میں نہیں آئی تھی؛ فطرت نے سارا سروسامان مہیا کر کے اسے بھیجا تھا، اور ماں کے اشارے دمبدم گرم پروازی کے لئے ابھار رہے تھے۔ لیکن جب تک اس کے اندر کی ''خودشناسی'' بیدار نہیں ہوئی، اور اس حقیقت کا عرفان نہیں ہوا کہ وہ طائر بلند پرواز ہے، اس کے بال و پر کا سارا سروسامان بیکار رہا۔ ٹھیک اسی طرح انسان کے اندر کی خودشناسی بھی جب تک سوئی رہتی ہے، باہر کا کوئی ہنگامۂ سعی اسے بیدار نہیں کرسکتا۔ لیکن جونہی اس کے اندر کا عرفان جاگ اٹھا، اور اسے معلوم ہوگیا کہ اس کی چھپی ہوئی حقیقت کیا ہے، تو پھر چشم زدن کے اندر سارا انقلابِ حال انجام پاجاتا ہے، اور ایک ہی جست میں حضیضِ خاک سے اڑکر رفعتِ افلاک تک پہنچ جاتا ہے۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اکیسواں خط

''مفارقت یار''[1]

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تسکین کے لئے سب سے بہترین شکل شوہر و بیوی کی صورت میں رکھی ہے، اگر یہ مزاج کے مطابق ایک دوسرے کے غم اور دکھ درد کے شریک، خوشیوں کے تقسیم کرنے والے ہوں تو دنیا میں جنت کا مزہ مل جاتا ہے، اور اگر اس کے برعکس ہو تو اللہ کی پناہ! مولانا ان خوش نصیبوں میں تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی صالح شریک حیات سے نوازا تھا جس نے مولانا کے تمام غموں میں اپنی شرکت کو برضاء و رغبت برقرار رکھا اور اپنی تمام خوشیوں میں مولانا کو شریک بنائے رکھا،

گھریلو مسائل سے بے فکر رہ کر مولانا نے قوم و ملت کی رہنمائی و قیادت کا فریضہ انجام دیا۔ کبھی کیسا ہی وقت آیا لیکن مولانا کی شریک حیات کے چہرے پر کوئی شکن نہیں دیکھی گئی۔ آزادی کی طویل لڑی جانے والی جنگ میں انہوں نے مولانا کو جس جرأت و ہمت کے ساتھ سہارا دیا اس کی مثالیں بہت کم دیکھنے کو ملتی ہیں، شادی کے کچھ ہی دنوں بعد مولانا پر فرنگی حکومت کی ''مہربانیوں'' کا سلسلہ رانچی کی نظر بندی سے شروع ہو گیا تھا۔ چار سال بعد آپ اس سے رہا ہوئے تو کانگریس کی ذمہ داریاں اور پھر ملکی حالات کے تقاضوں نے مولانا کو اپنے گھر بار کو دیکھنے کی فرصت ہی نہیں دی لیکن اس پیکرِ صبر و رضا ''زلیخا'' نے اپنے ''یوسف'' کے لئے سب کچھ خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے مولانا کو ہر فکر سے نہ صرف آزاد رکھا بلکہ جہاں کہیں ضرورت ہوئی ان کی مزید حوصلہ افزائی کی اور انہیں اس مشن سے ہٹنے نہیں دیا جس کی خاطر مولانا نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔

---

[1] غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

اگست ۱۹۴۲ء میں مولانا نے جب گھر سے ممبئی کا قصد کیا تھا تب کے ان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ یہ ان کی اپنی شریک خوشی وغم سے آخری ملاقات ہے۔ کیونکہ وہیں وہ گرفتار ہو گئے تھے۔ زلیخا بیگم اپنے شوہر کا انتظار کرتے کرتے جان لیوا بیماری میں مبتلاء ہوگئیں مولانا کو اہلیہ کی بیماری کی اطلاع ان خطوط سے گاہے بہ گاہے ہوتی رہی جو ان کے پاس پہونچا دیئے جاتے تھے لیکن یہ بیماری اس صورت حال میں تبدیل ہو جائے گی کہ مولانا اس خوش نصیب کی صورت سے بھی محروم رہ جائیں گے اس کا کوئی گمان بھی نہیں تھا۔ اپریل ۱۹۴۳ء میں مولانا کی اہلیہ نے دنیا کے تمام غموں سے چھٹکارا حاصل کر کے دار بقا کی راہ لی۔ مولانا کو اس صورت حال کا علم ہوا تو مولانا پر کیا کچھ نہ گذری ہوگی؟ لیکن کیا بھی کیا جاسکتا تھا؟ "مرضیِ مولیٰ بر ہمہ اولیٰ" کے مطابق اس عظیم سانحے پر صبر کے علاوہ کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

۱۱/اپریل ۱۹۴۳ء کو لکھے گئے اس خط میں مولانا نے اہلیہ کے بارے میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے اس سے اس محبت وتعلق کا اندازہ ہوتا ہے جو مولانا کو زلیخا بیگم سے تھا۔

۱۹۰۶ء کے آس پاس مولانا کی شادی ہوئی مولانا کی سیاسی مصروفیات اور آزادی کے لئے کی جانے والی کوششوں کے سبب ۱۹۱۶ء میں مولانا کی گرفتاری عمل میں آئی اس موقع پر ان کی اہلیہ کے دل پر کیا کچھ بیتی ہوگی؟ اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن انہوں نے اپنے شوہر کی خوشی کی خاطر سب کچھ برداشت کیا اور ہر ہر طریقہ سے مولانا کا ساتھ دیا، زلیخا بیگم نے پوری ہمت واستقامت کے ساتھ ہر طرح کے ناخوشگوار حالات برداشت کئے بقول مولانا وہ "دماغی حیثیت سے میرے افکار وعقائد میں شریک تھی اور عملی زندگی میں رفیق ومددگار"

۹/اپریل ۱۹۴۳ء کو مولانا کو اس حادثۂ جانکاہ کی اطلاع قید خانے میں دی گئی تو وہ مضطرب وبے چین ہونے کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر سکے۔ مولانا کے رفقائے جیل بشمول جواہر لال نہرو نے اس موقع پر مولانا کو دلاسہ وتسلی دی لیکن مولانا کے دل پر جو کچھ گذری تھی اس کا علاج کسی کے پاس بھی کچھ نہیں تھا۔

مولانا نے اس مختصر سے منثور مرثیہ میں اپنے دل کے اس بوجھ کو ہلکا کرنے کی کوشش

کی ہے جو اس عظیم سانحے کی وجہ سے ان پر آن پڑا تھا۔ اضطراب و بے قراری پر دلالت کرنے والے چار فارسی اشعار و تین مصرعوں، عربی زبان کے تین اشعار ایک مصرعہ اور اردو کے ایک شعر کے ساتھ مولانا نے اس ''داستان کرب وبلا'' کو نہایت اختصار کے ساتھ اشارات میں بیان کرکے ''دریا کو کوزے میں بند کرنے'' کے محاورے کو سچ ثابت کر دیا ہے۔

''وہ میری طبیعت کی افتاد سے اچھی طرح واقف تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس طرح کے موقعوں پر اگر اس کی طرف سے ذرا بھی اضطراب کا اظہار ہوگا، تو مجھے سخت ناگوار گزرے گا، اور عرصہ تک اس کی تلخی ہمارے تعلقات میں باقی رہے گی، ۱۹۱۶ء میں جب پہلی مرتبہ گرفتاری پیش آئی تھی، تو وہ اپنا اضطرابِ خاطر نہیں روک سکی تھی، اور میں عرصہ تک اس سے ناخوش رہا تھا۔ اس واقعہ نے ہمیشہ کے لئے اس کی زندگی کا ڈھنگ پلٹ دیا، اور اس نے پوری کوشش کی کہ میری زندگی کے حالات کا ساتھ دے۔ اس نے صرف ساتھ ہی نہیں دیا، بلکہ پوری ہمت اور استقامت کے ساتھ ہر طرح کے ناخوشگوار حالات برداشت کیے۔ وہ دماغی حیثیت سے میرے افکار وعقائد میں شریک تھی، اور عملی زندگی میں رفیق ومددگار۔ پھر کیا بات تھی کہ اس موقعہ پر اپنی طبیعت کے اضطراب پر غالب نہ آسکی؛ غالباً یہی بات تھی کہ اس کے اندرونی احساسات پر مستقبل کی پرچھائیں پڑنا شروع ہوگئی تھی۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/۲۱

فارسی شعر آنچہ دل از فکرِ آں میسوخت، بیمِ ہجر بود
آخر از بے مہریِ گردوں بآں ہم ساختیم

(شریف تبریزی شمع انجمن:۲۱۶)

ترجمہ: جو کچھ بھی دل اس کی فکر سے جلا وہ جدائی کے خوف سے تھا۔ بالآخر ہم نے اس کو بھی آسمان کی بے وفائی بنادیا۔

فارسی شعر دماغ برفلک و دل بپائے مہرِ بتاں
چگونہ حرف زنم دل کجا، دماغ کجا

(دیوان کلیم کاشانی:۱۰)

ترجمہ: دماغ آسمان پراوردل خوبصورت محبوبوں کے پاؤں میں ہے۔ کس طرح کوئی بات کہوں، دل کہاں؟ اور دماغ کہاں؟

فارسی شعر کس نمی گویدم از منزلِ اول خبرے
صدبیاباں بگذشت و دگرے درپیش است

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (فیضی،شعرالعجم ۳:۷۰)

کوئی مجھ سے نہیں بتاتا کہ پہلی منزل کی کیا خبر ہے؟ سینکڑوں جنگل گذر گئے اور دوسرے سامنے ہیں۔

فارسی شعر ازما مپرس حالِ دلِ ماکہ یک زماں
خودرا بحیلہ پیشِ تو خاموش کردہ ایم

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (صبری اصفہانی، بہترین اشعار:۲۹۴)

ترجمہ: ہم سے ہمارے دل کا حال مت پوچھ کہ ایک مدت سے ہم اپنے آپ کو مختلف بہانوں سے تیرے سامنے خاموش کئے ہوئے ہیں۔

فارسی شعر تادسترسم بود، زدمِ چاک گریباں
شرمندگی از خرقهٔ پشمینه ندارم
(کلیات شیخ علی حزیں:۷۴۴)

ترجمہ: گریباں کے پھٹنے کے وقت ہماری پہونچ جہاں تک تھی (ہم نے اسے کیا) پھٹی ہوئی قیمتی ریشمی اونی گدڑی کی وجہ سے مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے۔

فارسی شعر نہ داغِ تازہ می کارد، نہ زخمِ کہنہ می خارد
بدہ یارب دلے، کیں صورتِ بیجاں نمی خواہم

یہ شعر خط ٦ میں گذر چکا ہے، اس جگہ مولانا نے صرف مصرعہ ثانی کو استعمال کیا ہے۔ یہ شعر عرفی شیرازی کا ہے جو اس کی کلیات کے صفحہ ۳۲ پر موجود ہے۔

ترجمہ: نہ تو کوئی تازہ داغ کام دیتا ہے اور نہ ہی پرانا زخم تکلیف پہونچاتا ہے اے پروردگار مجھے دل دے۔ کیونکہ میں یہ بے جان صورت نہیں چاہتا۔

عربی شعر ایتها النفس اجملی جزعا
فان ما تحذرین قد وقعا
(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (اوس بن حجر، الحماسہ المصریہ ۱:۲۵۴)

اوس بن حجر کے اس مرثیے کا شعر ہے جو اس نے فضالہ بند کلاہ کی موت پر لکھا تھا۔

ترجمہ: اے جان اپنی چیخ پکار کو خوبصورت کر لے کیونکہ جس چیز سے تو بچ رہا ہے وہ واقع ہو چکی ہے۔

فارسی شعر غافل نیم زراہ، ولے آہ چارہ نیست
زیں رہزناں کہ بردلِ آگاہ میزنند
(فیضی، شعر العجم، ۶۹:۳)

ترجمہ: میں راستے سے لاپرواہ نہیں ہوں لیکن افسوس کہ کوئی علاج نہیں ہے۔ کیونکہ دل کو لوٹنے والے لوگ اس سے آگاہ ہو چکے ہیں۔

عربی اشعار لقد لامنی عند القبور علی البکا
رفیقی، لتذراف الدموع السوافک

فقال "اتبکی کل قبر رأیته
لقبر ثوی بین اللویٰ فالد کادک"
فقلتُ لہ "ان الشجا یبعث الشَّجا
فدعنی فھذا کلہ قبر مالک"

(متمم بن نویرہ، الحماسۃ البصریہ:۱:۳۱۰،الحماسۃ للبحتری:۲۸۵)

ترجمہ: قبرستان میں روتے وقت مجھ کو میرے دوست نے ملامت کیا کہ تمہاری آنکھوں سے بہنے والے آنسو خون بہانے والے ہیں۔
پھر اس نے کہا" کیا تم ہر اس قبر کے پاس روتے ہو جسے تم دیکھتے ہو؟ (حالانکہ) وہ اس قبر میں دفن ہے جو اونچی نیچی زمین کے درمیان ہموار ہوگئی ہے۔" میں نے اس سے کہا کہ "میں غمگین ہوں اور اپنا غم بھیجنا چاہتا ہوں۔ پھر اس نے مجھے بلایا (اور کہا کہ) یہ تمام (صفات) مالک کی قبر کی ہیں۔"

اردو شعر

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

(کلیاتِ سودا: دیوان اول:۱۲۱)

ہماری چھتیس برس کی ازدواجی زندگی ختم ہوگئی اور موت کی دیوار ہم دونوں میں حائل ہوگئی۔ ہم اب بھی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں، مگر اسی دیوار کی اوٹ سے۔
مجھے ان چند دنوں کے اندر برسوں کی راہ چلنی پڑتی ہے۔ میرے عزم نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا، مگر میں محسوس کرتا ہوں کہ میرے پاؤں شل ہوگئے ہیں:

غافل نیم زراہ، ولے آہ چارہ نیست
زیں رہزناں کہ بردل آگاہ میز نند

یہاں احاطہ کے اندر ایک پورانی قبر ہے۔ نہیں معلوم، کس کی ہے! جب سے آیا ہوں، سینکڑوں مرتبہ اس پر نظر پڑ چکی ہے۔ لیکن اب اُسے دیکھتا ہوں، تو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے، جیسے ایک نئے طرح کا اُنس اُس سے طبیعت کو پیدا ہوگیا ہو۔

بائیسواں خط

''دعوت فکر وعمل''؎

تعمیر کے ساتھ تخریب اور تخریب کے بعد تعمیر، دنیا کی زندگی اور چیزوں کی بے ثباتی کا یقینی فلسفہ ہے، مولانا کی خاصیت یہ ہے کہ وہ چیزوں کے خواص کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں اور پھر ان سے جو نتائج اخذ کرتے ہیں وہ انسانوں کے لئے درسِ عبرت بنا کر قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مولانا نے اس سے قبل ایک خط میں ذکر کیا تھا کہ اکتوبر کے مہینے میں نظر بند ساتھیوں نے قلعہ کے اندر محنت کر کے اس چٹیل میدان کو چمن زار بنا دیا تھا۔ پھر جنوری فروری میں آپ نے اپنی محنت کے ثمرات کو رنگ بکھیرتے ہوئے پھولوں اور پودوں کی شکل میں دیکھا تو سبھی ساتھیوں کی طبیعت باغ باغ ہوگئی۔ پھولوں نے مسکراہٹ بکھیری تو ماحول بھی سرسبز وشاداب ہوگیا، گرمی کی آمد اور پھر اس کی شدت نے پھولوں کے جگر کو خاک کر دیا اور وہ پھر جنگل بیابان لگنے لگا۔ یہ وقت بھی گذر گیا، اب جون کا مہینہ شروع ہوا تو بارش نے مردہ و بے جان زمین کو نئی زندگی دے دی جس کی وجہ سے اس شادابی وسرسبزی کی واپسی کی امیدیں بندھ گئیں جن کا اظہار جنوری فروری میں ہو رہا تھا، یہاں سے مولانا نے ایک لطیف نکتہ یہ فراہم کیا ہے کہ ''انسان کے دل کی سرزمین کا بھی یہی حال ہے اس باغ میں بھی امید وطلب کے بیشمار درخت اگتے ہیں اور بہار کی آمد کی راہ تکتے رہتے ہیں لیکن جن ٹہنیوں کی جڑ کٹ گئی ان کے لئے بہار وخزاں کی تبدیلیاں کوئی معنیٰ نہیں رکھتیں کوئی موسم بھی انہیں شادابی کا پیام نہیں پہونچا سکتا۔

؎......غبار خاطر میں پیش نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

مولانا کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اپنا کوئی ہدف بنانا اور پھر اس کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہئے۔ یہ کوششیں ایک نہ ایک دن ضرور منزلِ مراد کو پالیں گی۔ حالات کی سختی سے گھبرا کر اپنے ارادے کو ترک کر دینا بہادروں کا شیوہ نہیں ہوتا بلکہ ایسے موقع پر صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے سختی اور پریشانی کے زمانے کو کارساز و کارآمد زمانے کا انتظار کرتے ہوئے گذارنا چاہئے۔ کیونکہ فطرت کا تقاضہ ہے کہ کبھی حالات ایک جیسے نہیں ہوتے۔ جو لوگ امید کا دامن چھوڑ دیتے ہیں وہ مایوس و نادم ہوتے ہیں اور انہیں زندگی کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

مولانا نے اپنے اس چار صفحی مختصر خط میں موسم کی تبدیلی و پھولوں کی دوبارہ کھلنے کی امیدوں کے ضمن میں زندگی کی بہت سی حقیقتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دنیا کی تنگ دامنی کا بڑے خوبصورت انداز سے ذکر کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ ادل بدل انسان کی فطرت کے مطابق ہے اگر یہ نہ ہوتو خوف طاری ہو جائے۔ حالات کی تبدیلی سے ہمیں کبھی کبھی بگڑنے کا خوف ہوتا ہے لیکن اس کے اندر ایک نئی بناوٹ پوشیدہ ہے بلکہ غور کیا جائے تو دنیا کی ہر بناوٹ کسی نہ کسی بگاڑ کا ہی نتیجہ ہے۔

زمین کھودنے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمینوں میں گڈھے پڑ گئے ہیں لیکن اینٹوں کے بنانے کے لئے زمین کی کھدائی ضروری ہے۔ درختوں کے کٹنے سے ہی وہ لکڑی حاصل ہوتی ہے جس سے ہم جہاز تک بنا پاتے ہیں وغیرہ وغیرہ بہت سی مثالیں دے کر مولانا نے قدرت کی کرشمہ سازیوں کے تماشوں کی طرف غور کرنے کی دعوت دی ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ''انسان کی زندگی میں سعی و عملی کا جو درخت پھل پھول لاتا ہے اس کی رکھوالی کی جاتی ہے اور جو بیکار رہتا ہے اسے چھانٹ دیا جاتا ہے'' آپ نے اپنی اس بات کو قرآن کریم کی سورۃ رعد کی آیت نمبر ۱۷ سے مدلّل کیا ہے۔

مولانا نے ۱۴ر جون ۱۹۴۳ کے اس خط میں اپنے ذوقِ شعری کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے فارسی زبان کی ایک رباعی، چھ اشعار اور اردو زبان کے دو شعر اور ایک مصرعہ برجستہ پیش کئے ہیں۔

اشعار خط نمبر/ ۲۲

فارسی شعر
حسب حالے ننوشیتم وشد ایامے چند
قاصدے کو کہ فرستم بتو پیغامے چند

(دیوان حافظ:۱۱۱)

ترجمہ: کافی زمانہ گذر گیا اور ہم نے احوال نہیں لکھے۔ قاصد کہاں ہے؟ کہ میں تجھے چند پیغام بھیجوں۔

فارسی رباعی
سرما بگذشت وایں دلِ زارھماں
گرما بگذشت وایں دلِ زارھماں
القصّہ تمام سرد و گرم عالم
برما بگذشت و ایں دلِ زارھماں

(حکیم محمد سمیع ذرہ لکھنوی سفینہ ہندی:۷۹)

ترجمہ: ٹھنڈ کا موسم گذر گیا ہمارا دل رو رہا ہے۔ گرمی کا موسم گذر گیا اور یہ دل اسی طرح پریشان ہے۔ المختصر ہمارے سامنے دنیا کے تمام سرد وگرم موسم گذر گئے۔ اور ہمارا دل اسی طرح پریشان حال ہے۔

فارسی شعر
ہمچو ماہی غیرِ داغم پوششِ گیر نبود
تا کفن آمد ہمیں یک جامہ برتن داشتم

(یہ شعر خط ۱۸ میں بھی آیا ہے) (دیوان کلیم کاشانی:۲۶۸)

ترجمہ: مچھلی کی طرح (میرے جسم پر) میرے داغوں کے علاوہ کوئی دوسرا لباس نہیں تھا۔ جب تک کفن آئے گا تب تک جسم پر یہی لباس ڈال رکھا ہے۔

فارسی شعر
قطع امید کردہ نہ خواہد نعیم دہر
شاخ بریدہ را نظرے بر بہار نیست

(دیوان کلیم کاشانی:۱۲۵)

ترجمہ: زمانے کی نعمتوں کی امید ختم کر چکا ہوں مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔
کٹی ہوئی شاخ کی نظر کبھی بہار پر نہیں ہوتی۔

اردو شعر
خزاں کیا فصلِ گل کہتے ہیں کس کو، کوئی موسم ہو
وہی ہم ہیں، قفس ہے، اور ماتم بال و پر کا ہے

(دیوان غالب: ۱۷۰)

فارسی شعر
عیش ایں باغ باندازۂ یک تنگ دل ست
کاش گل غنچہ شود، تا دلِ ما بکشاید

(حاجی محمد جان قدسی، کلمات الشعراء: ۹۲)

ترجمہ: اس باغ کی خوشی و مسرت ایک تنگ دل کے اندازے کے مطابق ہے۔
کاش پھول کلی ہو جائے تاکہ ہمارا دل کھل جائے۔

اردو شعر
نہ کچھ شوخی چلی باد صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (نامعلوم)

فارسی شعر
زمانہ گلشنِ عیشِ کرا بہ یغما داد
کہ گل بدامنِ ما دستہ دستہ می آید!

(کلیات عرفی: ۳۷۷)

ترجمہ: زمانے نے عیش و آرام کا باغ لوٹ کر اسے عطا کر دیا ہے جبکہ ہمارے
دامن میں پھول تھوڑا تھوڑا آ رہا ہے۔

اردو شعر
گلگونۂ عارض ہے، نہ ہے رنگِ حنا تو
اے خوں شدہ دل، تو تو کسی کے کام نہ آیا

(میر غالب علی خان سید، گلشن بیخار: ۱۰۶)

فارسی شعر
دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش ست
زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش ست

(ملا نور محمد انور لاہوری، میخانہ: ۵۹۳، روز روشن: ۸۰)

ترجمہ: اس چمن میں بہار اور خزاں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ زمانہ ہاتھ میں جام
لئے ہوئے ہے اور جنازہ کندھے پر اٹھائے ہوئے ہے۔

تیئسواں خط

''بے ثبات زمانہ''ؔ

۱۵ جون ۱۹۴۳ء کو لکھا گیا یہ خط اگر چہ نہایت مختصر ہے لیکن اس میں مولانا نے زمانے کی تقسیم کو بڑے خوبصورت انداز سے عرب کے فلسفی شاعر ابو العلاء معری کے اشعار کی روشنی میں تین دنوں میں سمیٹنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ نے اس میں اور اختصار و ایجاز سے کام لیتے ہوئے ماضی و مستقبل پر ہی توجہ مرکوز رکھی۔ حال کا وجود ہونا یا نہ ہونا زمانۂ قدیم سے بحث کا موضوع بنا ہوا ہے، جو لوگ حال کی عدمِ حقیقت کے قائل ہیں ان کا ماننا ہے کہ کسی بھی حالت میں زمانہ ماضی و مستقبل سے باہر نہیں۔ آپ کسی چیز کو کتنا ہی مختصر کریں لیکن آپ کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ اس کا صدور یا تو ہو چکا یا ہونے کی امید ہے، جو جا چکا وہ ماضی ہے اور جو ابھی آیا نہیں وہ مستقبل ہے۔ خود حال کا کوئی نام و نشان نہیں ہے۔ اسی کو بنیاد بنا کر مولانا نے انسانی زندگی کی پوری مدت ایک صبح شام سے زیادہ تسلیم نہیں کی۔ بقول مولانا ''صبح آنکھیں کھلیں، دو پہر امید و بیم میں گذری، رات آئی تو پھر آنکھیں بند تھیں۔'' قرآن مجید کی سورۃِ النازعات میں '' لم یلبثوا الاّ عشیۃً او ضحاھا'' میں جس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس سے آپ نے اپنی بات کو مدلل کر دیا ہے۔

مولانا نے اپنی بات کو اگر چہ نہایت مختصر الفاظ میں کہا ہے لیکن اس میں معانی کے دفاتر کھلے ہوئے ہیں۔ انسان، زندگی کی اس حقیقت سے واقفیت کے باوجود صرف ایک صبح شام بسر کرنے کے لئے کتنے سامان کر رہا ہے؟ زرق و برق لباس، بلند و بالا عمارات، پر تکلف و ذائقہ دار کھانے، صحت مند غذائیں، قسم قسم کے مشروبات اور پھر انسان کے ارد گرد چکا چوند

ؔ.....غبارِ خاطر میں پیش نظر خط بلا عنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

کرنے والی چیزیں۔ آنکھوں کو خیرہ کرنے والی مصنوعی روشنیاں، نت نئی ایجادات وکرامات یہ سب کچھ انسان کس بوتے پر کررہا ہے اور کیوں کررہا ہے؟ یہ غور کرنے کی بات ہے۔ اسے کچھ امیدیں وابستہ ہیں جن کی بنا پر وہ دنیا میں عارضی ٹھکانے کی تسلیم شدہ حقیقت کے باوجود اس سے دل لگائے بیٹھا ہے۔ اسے اپنی امیدوں کو پوری کرنے کے لئے کتنے جتن کرنے پڑتے ہیں، کتنے صحراؤں کو طے کرنا پڑتا ہے کتنے سمندروں کو عبور کرنا ہوتا ہے، کتنی چیزوں کو اختیار اور ترک کرنا پڑتا ہے۔ مقصد کی برآری کے لئے وہ یہ سب کچھ کرلیتا ہے لیکن پھر بھی اس پر ایک ایسی کیفیت طاری رہتی ہے جو شوق اور خوف کے ملے جلے تأثرات کو جنم دیتی ہے، وہ کوئی کام کرتا ہے تو جہاں کامیابی کی امیدیں اسے کچھ کرنے پر ابھارتی ہیں وہیں کچھ ایسے خدشات بھی ہوتے ہیں جو اسے منزل تک پہونچنے سے روکنے کی کوشش کرتے ہیں جو لوگ ان خدشات وتوہمات **کا شکار** ہوجاتے ہیں وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پاتے۔ اور جو لوگ نتائج سے بے پرواہو کر اپنی منزلِ مقصد کو پانے کی کوششیں کرتے ہیں وہ اگر کسی طبعی، فطری یا غیر متوقع حادثے کا شکار ہوکر زندگی سے رَشتے منقطع بھی کرلیں لیکن فی الحقیقت وہ اس فانی دنیا میں زندہ رہتے ہیں۔

اس مختصر ترین خط میں مولانا نے کارآمد نصیحتوں کے ساتھ ساتھ عربی کے ایک قطعہ، وایک شعر، فارسی کے ایک قطعہ اور دو اشعار نیز اردو زبان کے ایک شعر سے اپنی بات کو مکمل ومدلل کیا ہے۔

> ''جسے ہم ''حال'' کہتے ہیں وہ فی الحقیقت ہے کہاں؟ یہاں وقت کا جو احساس بھی ہمیں میسر ہے۔ وہ یا تو ''ماضی'' کی نوعیت رکھتا ہے، یا ''مستقبل'' کی؛ اور انہی دونوں زمانوں کا ایک اضافی تسلسل ہے، جسے ہم ''حال'' کے نام سے پکارنے لگتے ہیں۔'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/ ۲۳

عربی قطعہ

ثلاثة ایام، هی الدهر کله
وماهن: الامس، والیوم والغد
وما القمر الاواحد غیرانه
یغیب ویاتی بالضیاء المجدد

(ابوالعلاء المعری، شروح سقط الزند۲:۱:۳۵۰)

ترجمہ: تمام زمانے کا حاصل تین دن ہیں۔ وہ گذشتہ کل، آج اور آنے والا کل ہے۔ اور چاند تنہا ہے۔ جس کی حیثیت اس سے کچھ زیادہ نہیں ہے کہ وہ غائب ہو جاتا ہے اور نت نئی روشنی کے ساتھ آتا ہے۔

اردو شعر

سراغِ قافلۂ اشک لیجئے کیوں کر
نکل چکا ہے وہ کوسوں دیار حرماں سے

(یہ شعر خط ۸ میں بھی آیا ہے، پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (مصحفی لکھنوی، جواہر سخن۲:۶۴۹)

فارسی قطعہ

بدنامیِ حیات دو روزے نبود بیش
واں ہم کلیم! باتو چگویم چساں گزشت
یک روز صرف بستنِ دل شد باین وآں
روزے دگر بکندنِ دل این و آں گزشت

(دیوان کلیم: ۱۴۰)

ترجمہ: زندگی کی بدنامی کا زمانہ دو دن سے زیادہ نہ تھا۔ وہ بھی اے کلیم میں تجھ کو بتاتا ہوں کہ کس طرح گذرا ایک دن تو دل باندھنے اور لگانے میں گذر گیا اور دوسرا دن اس کے ہٹانے اور دور کرنے میں گذر گیا۔

عربی شعر

ومتی یساعدنا الوصال ودهرنا
یومان، یوم نوی ویوم صدود،

ترجمہ: ہماری خوش نصیبی سے (محبوب سے) ہماری ملاقات کب ہوگی جبکہ ہمارا زمانہ صرف دو دن کا ہے۔ ایک دن سختی کا اور دوسرا دن پریشانیوں کا۔

فارسی شعر　شورے شد و از خوابِ عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقی ست شب فتنہ، غنودیم

(غزالی مشہدی، منتخب التواریخ ۳:۱۷۱)

ترجمہ: ایک شور ہوا اور ہم نے عدم کے خواب سے اپنی آنکھیں کھولیں تو ہم نے دیکھا کہ ابھی فتنہ کی رات باقی ہے تو ہم پھر سو گئے۔

فارسی شعر　دریں چمن کہ ہوا داغِ شبنم آرائی ست
تسلیے بہزار اضطراب می بافند

(کلیات بیدل ۱:۶۱۰)

ترجمہ: اس چمن میں ہوا شبنم آرائی کا داغ لئے ہوئے ہے۔ گویا ایک تسلی ہے جو ہزاروں پریشانیاں لئے ہوئے ہے۔

”یہ سچ ہے کہ ”ماضی“ اور ”مستقبل“ کے علاوہ وقت کی ایک تیسری نوعیت بھی ہمارے سامنے آتی رہتی ہے، لیکن وہ اس تیزی کے ساتھ آتی اور نکل جاتی ہے کہ ہم اسے پکڑ نہیں سکتے۔ ہم اس کا پیچھا کرتے ہیں۔ لیکن ادھر ہم نے پیچھا کرنے کا خیال کیا اور ادھر اُس نے اپنی نوعیت بدل ڈالی۔ اب یا تو ہمارے سامنے ”ماضی“ ہے جو جا چکا، یا ”مستقبل“ ہے جو ابھی آیا ہی نہیں۔ لیکن خود ”حال“ کا کوئی نام و نشان دکھائی نہیں دیتا۔ جس وقت کا ہم نے پیچھا کرنا چاہا تھا، وہ ”حال“ تھا، اور ہماری پکڑ میں جو آیا ہے وہ ”ماضی“ ہے۔“ (مذکورہ خط سے ماخوذ)

چوبیسواں خط

''ذوقِ لطیف''[☆]

''غبار خاطر کا آخری خط مولانا نے قلعہ احمد نگر سے ۱۶ ستمبر ۱۹۴۳ء کو لکھا یہ اس کتاب کا سب سے طویل خط ہے اور اس میں مولانا نے شعر وادب، تاریخ وتمدن کے جو رموز واشارات پیش کئے ہیں ان کی توضیح وتشریح نے اس کی قدر وقیمت دوچند کردی ہے۔ شعراء ،شخصیات مقامات اور دوسری دیگر ضروری معلومات سے مزین ۱۸۷ توضیحات کے ساتھ تقریباً چونتیس صفحات پر متن خط اور کم وبیش اتنے ہی حواشی کے صفحات پر یہ خط مشتمل ہے جس میں فارسی زبان کے پینتیس اشعار، آٹھ مصرعے، اردو زبان کے سات اشعار آٹھ مصرعے اور عربی زبان کے دو اشعار کو لاکر اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کردیا گیا ہے۔

خط کا مرکزی موضوع' موسیقی کا وہ شوق ہے جس کا چسکا مولانا کو بچپن کے ایام میں اس وقت لگ گیا تھا جب غباروں سے کھیلنے کی عمر ہوتی ہے، غباروں سے کھیلنے کا شوق مولانا کو بھی تھا، لیکن انہوں نے اسے صرف شوق تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ اس سے یہ سبق حاصل کیا کہ غبارے میں جو خارجی ہوا بھری جاتی ہے اس کی کوئی عمر نہیں ہوتی وہ عارضی ہوتی ہے۔ ہلکی سی سوئی کے ساتھ بڑے بھاری غبارے کو کوئی واسطہ پیش آجائے تو غبارے کی حقیقت کا پتہ چل جاتا ہے اس کا وجود ہی ختم ہوجاتا ہے اور اسکا پھولا پن سکڑ سکڑ کر اسے زمین پر گرا دیتا ہے، تقریباً یہی حالت انسانوں کی ہے ان کے دل کا غبارہ پھولا ہوا ہے اور کوئی ایسی حالت رونما ہوجائے جس میں حالات کی سوئی دل کو کرید دے تو دل کی بھاپ پانی بن کر بہہ جائے۔

☆ ...... غبار خاطر میں پیش نظر خط بلاعنوان ہے۔ مضمون کی مناسبت سے راقم نے درج بالا عنوان مقرر کیا ہے۔ (عاصم)

مولانا کو عین شباب کے عالم میں جبکہ ان کی عمر سترہ برس کی تھی، موسیقی کے مطالعہ اور مشق کا شوق اٹھا اس کی ابتداء ایک کتب فروش کے یہاں سے خریدی گئی فقیر اللہ سیف کی کتاب ''راگ درپن'' سے ہوئی، یہ کتاب ایک قلمی نسخہ کے طور پر مولانا کو حاصل ہوئی تھی۔ مدرسہ عالیہ کے پرنسپل مسٹر ڈینسن راس کی نظر اس کتاب پر پڑی تو وہ موسیقی سے تعلق رکھنے کے باعث مولانا کا امتحان لینے لگے۔ مولانا کی اس سے دلچسپی بڑھی تو آپ نے اسے اول سے آخر تک پڑھا اس کی اصطلاحات کو سمجھا۔ اس کے لئے انہیں اپنے گھر والوں سے پوشیدہ رکھ کر اپنے والد کے ایک مرید سید خان سے مدد لینی پڑی جو خاندانی گویا تھا، سید خان نامی اس گویے نے مولانا کو یہ فن اس ذوق وشوق کے ساتھ سکھایا کہ مولانا کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ اپنی خوشی حاصل کرنے کے لئے موسیقی کو تمام ضروریات پر ترجیح دینے لگے۔

مولانا ایک حساس طبیعت کے مالک تھے انہیں ہر وہ چیز خوشنما معلوم ہوتی تھی جو بغیر کسی تصنع وبناوٹ کے فطری اصولوں کے مطابق ہو اور قدرتی حسن سے مالا مال ہو، اچھی آواز قدرت کا ایک عطیہ ہے وہ اچھی آواز کو زندگی کے لئے سہارا، دماغی کاوشوں کا مداوا اور جسم ودل کی ساری بیماریوں کا علاج تصور کرتے تھے۔

جس زمانے میں موسیقی کا شوق اپنے شباب پر تھا اسی زمانے میں آگرے کے سفر کے دوران آپ ستار لیکر تاج محل جا کر جمنا کے رخ بیٹھ جاتے، رات کے سناٹے میں ڈھلتی ہوئی چاندنی اور اپریل کی بھیگی ہوئی رات کے سہانے منظر میں ستار پر کوئی گیت چھیڑ کر اس لطف کو دوبالا کرتے۔ مولانا اس کیفیت میں ایسے محو ہوتے کہ ایسا محسوس ہوتا گویا تاج محل کی برجیوں سے مخاطب ہیں یا تاج محل اپنے لبوں سے گویائی کے انداز میں مولانا کے ذوقِ لطیف کی داد دے رہا ہے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد لکھنؤ کا سفر پیش آیا تو وہاں مرزا محمد ہادی سے جو موسیقی میں بہت زیادہ دخل رکھتے تھے اس فن میں اکتسابِ فیض کیا۔

مولانا کا خیال ہے کہ موسیقی وخوش الحانی سے ان کا لگاؤ فطری تھا جو بچپن سے ہی ان میں سمایا ہوا تھا۔ حجاز کی مترنم صداؤں سے آشنا کانوں کو شیخ المؤذنین کی رات کے پچھلے پہر

میں پڑھی جانے والی ترحیم اور صبح کی اذان جیسی پر کشش معلوم ہوتی اس کے مقابلے میں کوئی دوسری چیز اچھی ہی نہیں لگتی تھی۔

مولانا نے اس خط میں فن موسیقی کے بارے میں بہت سی معلومات فراہم کرتے ہوئے ہندوستان میں اس کی آمد اور پھر اس کے سلسلہ میں ہندوستان میں کی جانے والی محنت وریاضت اور پھر اس فن کا شاعری سے مقابلہ کر کے یہ نتیجہ پیش کیا ہے کہ ''موسیقی اور شاعری ایک ہی حقیقت کے دو مختلف جلوے ہیں اور ٹھیک ایک ہی طریقہ پر ظہور پذیر بھی ہوتے ہیں، موسیقی کا مؤلف الحان کے اجزاء کو وزن وتناسب کے ساتھ ترتیب دیتا ہے اسی طرح شاعر بھی الفاظ ومعانی کے اجزاء کو حسنِ ترکیب کے ساتھ باہم جوڑ دیتا ہے، جو حقائق شعر میں الفاظ ومعانی کا جامہ پہن لیتے ہیں وہی موسیقی میں الحان وایقاع کا بھیس اختیار کر لیتے ہیں''

مولانا کا یہ بھی خیال ہے کہ عربوں نے ہندوستان کے تمام علوم وفنون میں دلچسپی لی لیکن یہاں کی موسیقی پر نظر نہیں ڈالی اسی طریقہ پر انہوں نے یونان کی شاعری اور ڈراموں کی طرف بھی توجہ نہیں کی لیکن اس کے فنِ موسیقی سے تغافل نہیں برت سکے اس پر عربی میں کتابیں لکھیں گئیں اور اس کا مطالعہ کیا گیا۔

ہندوستان میں فن موسیقی شروع سے رائج تھا لیکن مسلمانوں کو اپنے مذہبی اقدار کی رعایت کرتے ہوئے اس سے انسیت نہیں تھی ، رفتہ رفتہ ہندوستان کے علوم وفنون مسلمانوں کے لئے غیر ملکی نہیں رہے اور پھر ساتویں صدی میں امیر خسرو جیسے مجتہد فن نے تو اس فن کو مسلمانوں کی موسیقی بنادیا، ساز گر، ایمن اور خیال ، امیر خسرو کی ایسی مجتہدانہ اختراعات ہیں کہ جب تک ہندوستانیوں کی آواز میں رَس اور تار کے زخموں میں نغمہ ہے دنیا ان کا نام نہیں بھول سکتی ایسے ہی قول، ترانہ اور سوہلہ گانے کی ایسی چیزیں بن گئی ہیں کہ ہر گویئے کی زبان پر ہیں، اس کے بعد مولانا نے اس پر مسلمان بادشاہوں کی نوازشات اور صوفیائے کرام کی سرپرستی کا ذکر قدرے تفصیل سے کرتے ہوئے ہندوستان کے مختلف راج گھرانوں اور شاہی درباروں میں اس سے متعلق معلومات فراہم کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ

مغل دربار تک پہنچتے پہنچتے اس فن کی مقبولیت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے علماء بھلے ہی اس سے اشتغال نہ رکھیں لیکن اس کی معلومات ضرور رکھتے تھے، اس ضمن میں آپ نے اورنگزیب عالمگیر کی علمی قدر و منزلت کا اعتراف کرنے کے باوجود اس کے ایک مغنیہ کے عشق میں مبتلاء ہو کر عالمگیر کے معاشقہ کی داستان کو بھی بیان کیا ہے لیکن عین جوانی کے دنوں میں اس مغنیہ کے انتقال کے باعث یہ داستان عشق اپنے بال و پر نہیں پھیلا سکی۔

مولانا کا یہ خیال ہے کہ خوش الحانی ایسا فن ہے کہ جو انسان تو انسان حیوانوں کو بھی متاثر کیے بنا نہیں رہتا، دنیا کی تمام قوموں کی قدیمی روایتوں میں یہی خیال پایا جاتا ہے اس سلسلے میں مولانا نے تورات میں حضرت داؤدؑ کی نغمہ سرائی سے پرندوں کا بے خود ہو جانا، سانپ گھوڑوں اور اونٹوں کا نغموں و موسیقی سے متاثر ہونا، ہدی کی لے کے ساتھ محمل کی رفتار کا بڑھنا گھٹنا، راگ کے ذریعہ شکار کے طریقوں، سراندیپ میں بندروں کے جھرمٹ میں انسانوں کے پھنسنے پر ان اشعار کے ذریعہ رہائی حاصل کرنا جو ہندوستان کی مدح سرائی میں لکھے گئے تھے وغیرہ وغیرہ جیسے واقعات سے اپنے دعوے کو مضبوطی فراہم کی ہے۔

مولانا نے ایران کے ان دانشوروں کی جنہوں نے مختلف وجوہات کی بنا پر ہندوستان میں سکونت حاصل کر لی تھی اس بات پر تعریف و تحقیق کی ہے کہ انہوں نے حالات کی نبض کو پہچانتے ہوئے ہندوستانی موسیقی سے پوری واقفیت حاصل کی، اس میں انہوں نے بطور خاص والہ داغستانی، قزلباش خاں امید، فطرت موسوی، اسحاق خان شوستری اور شیخ علی حزیں وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ہندوستان میں فن موسیقی کے عروج و زوال پر تفصیلات فراہم کرنے کے بعد مولانا کا حاصل کلام اس جملے کو کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا کہ ''قوموں کے عروج و ترقی کے زمانے میں جو اشتغال تحسینِ فکر اور تہذیبِ طبع کا باعث ہوتا ہے وہی دور تنزل میں فکر کے لئے آفت اور طبیعت کے لئے مہلکہ بن جاتا ہے۔ ایک ہی چیز حسن استعمال اور اعتدال عمل سے فضل و کمال کا زیور ہوتی ہے اور سوءِ استعمال اور افراط و تفریط عمل سے بداخلاقی اور صد عیبی کا دھبہ بن جاتی ہے۔''

فنون لطیفہ میں موسیقی کے محرمات شرعیہ ہونے پر آپ نے زیادہ تفصیلی گفتگو نہیں کی

ہے البتہ اختلاف کی گنجائش کے ساتھ اتنا ضرور کہا ہے کہ "فقہاء نے سدِ وسائل کے خیال سے اس بارے میں تشدد کیا اور یہ تشدد بھی باب قضاء سے تھا نہ کہ باب تشریع سے۔"

الغرض ایک ایسے موضوع پر جس کی علمائے کرام سے خصوصاً علمائے ہند سے توقع نہیں کی جاسکتی اتنا تفصیلی کلام کرنا مولانا ہی کا حق ہے جس سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے لیکن فن نغمہ و موسیقی کی معلومات کو اتنی شرح و بسط کے ساتھ یکجا فراہم کرنے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

"''جس زمانے میں موسیقی کا اشتغال جاری تھا، طبیعت کی خودرفتگی اور محویت کے بعض ناقابل فراموش احوال پیش آئے، جو اگرچہ خود گذر گئے، لیکن ہمیشہ کے لیے دامنِ زندگی پر اپنا رنگ چھوڑ گئے۔ اسی زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ آگرہ کے سفر کا اتفاق ہوا۔ اپریل کا مہینہ تھا اور چاندنی کی ڈھلتی ہوئی راتیں تھیں۔ جب رات کی پچھلی پہر شروع ہونے کو ہوتی، تو چاند پردۂ شب ہٹا کر یکا یک جھانکنے لگتا۔ میں نے خاص طور پر کوشش کر کے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ رات کو ستار لے کر تاج چلا جاتا، اور اس کی چھت پر جمنا کے رخ بیٹھ جاتا۔ پھر جونہی چاندنی پھیلنے لگتی، ستار پر کوئی گیت چھیڑ دیتا اور اس میں محو ہو جاتا۔ کیا کہوں اور کس طرح کہوں کہ فریب تخیل کے کیسے کیسے جلوے انہی آنکھوں کے آگے گذر چکے ہیں۔" (مذکورہ خط سے ماخوذ)

اشعار خط نمبر/ ۲۴

فارسی اشعار

شدآں کہ اہل نظر برکنارہ می رفتند
ہزار گونہ سخن بردہان ولب خاموش
ببانگِ چنگ بگوئیم آں حکایتہا
کہ از نہفتنِ آں دیگِ سینہ می زدجوش

(دیوان حافظ:۲۰۷)

ترجمہ: وہ وقت گیا کہ نظر باز کنارے پر چلتے تھے، مونہہ میں ہزار قسم کی باتیں تھیں اورلب خاموش تھے۔ چنگ کی دھن پر ہم وہ حکایتیں بیان کریں گے کہ جن کے چھپانے سے سینہ کی دیگ جوش مارتی تھی۔

اردوشعر

ضعف سے، گریہ مبدّل بہ دمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہوجانا

(دیوان غالب:۸۰)

فارسی شعر

حدیثِ عشق کہ از حرف وصوت مستغنی ست
بنالۂ دف ونے درخروش وولولہ بود

(دیوان حافظ:۱۰۲)

ترجمہ: عشق کی بات جوحروف وآواز سے بے نیاز ہے۔دف اور بانسری کے تار سے جوش اورولولہ میں تھی۔

فارسی شعر

چہ راہ می زندایں مطربِ مقام شناس
کہ درمیانِ غزل قولِ آشنا آورد

(دیوان حافظ:۱۱۰)

ترجمہ: مقام کو پہچاننے والا مطرب کیا راستہ اختیار کررہا ہے کہ غزل کے درمیان دوست کی بات لایا ہے۔

فارسی شعر　　یامگر کاوشِ آں نشترِ مژگاں کم شد
یاکہ خود زخمِ مرالذتِ آزار نماند

(کلیات مولانا شبلی نعمانی:۹۸)

ترجمہ: یا تو ان نشتر نما پلکوں کی جگر چھیلنے کی (صلاحیت) کم ہوگئی یا پھر مجھ کو پہونچنے والے زخموں میں تکلیف کی لذت نہیں رہی۔

اردو شعر　　سیکھتے ہیں مہ رخوں کے لئے ہم مصوری
تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیئے۔

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے)　　(دیوان غالب:۱۵۹)

اردو شعر　　ہوتے ہیں تر گریہ ٔ ندامت سے اس قدر آستین ودامن
کہ میری تر دامنی کے آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

(دیوان ذوق:۱۸۷)

فارسی شعر　　بحاجب درِخلوت سرائے خاص بگو
''فلاں زگوشہ نشینانِ خاکِ درگہِ ماست''

(دیوان حافظ:۶۲)

ترجمہ: سرائے کے دربان سے تنہائی میں جا کر یہ کہدے کہ فلاں شخص ہماری درگاہ کی خاک کے گوشہ نشینوں میں سے ہے۔

فارسی شعر　　پیر چنگی کے بود مردِ خدا
حبّذا اے سرِّ پنہاں، حبّذا

(مثنوی مولانا روم: دفتر اول ص۵۰)

ترجمہ: چنگ والا پیر کب مرد خدا ہو گیا، شاباش اے پوشیدہ راز والے شاباش۔

فارسی شعر　　عشق می ورزم وامید کہ ایں فن شریف
چوں ہنر ہائے دگر موجبِ حرماں نشود

(دیوان حافظ:۱۵۶)

ترجمہ: میں عشق اختیار کرتا ہوں اور یہ امید کرتا ہوں کہ یہ شریف فن اور دوسرے ہنروں کی طرح محرومی کا سبب نہیں ہوگا۔

فارسی شعر تادسترسم بود، زدم چاک گریباں
شرمندگی از خرقۂ پشمینہ ندارم

(یہ شعر خط ۲۱ رمیں بھی آچکا ہے) (کلیات شیخ علی حزیں:۲۲۴)

ترجمہ: گریبان کے پھٹنے کے وقت ہماری پہونچ جہاں تک تھی وہ ہم نے کیا قیمتی ریشمی گدڑی جگہ جگہ سے پھٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے مجھے کوئی شرمندگی نہیں ہے۔

اردو شعر دل عشق کا ہمیشہ حریفِ نبرد تھا
اب جس جگہ کہ داغ ہے یاں پہلے درد تھا

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات میر: دیوان اول:۴۹)

اردو شعر کہیں نہ جائیں گے تا حشر تیرے کوچے سے
کہ پاؤں توڑ کے بیٹھے ہیں پائے بند تیرے

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلام شاد عظیم آبادی:۱۳۹)

اردو شعر ٹک دیکھ لیا دل شاد کیا
خوش کام ہوئے اور چل نکلے

(کلیات نظیر اکبر آبادی:۲۷۰)

اردو شعر جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا در د تھا

(دیوان غالب:۴۵)

فارسی شعر سینۂ گرم بنداری، مطلبِ صحبتِ عشق
آتشے نیست ُچودر مجمرہ ات، عود مخر

یہ شعر خط ۷ میں بھی آچکا ہے۔ (کلیات عرفی:۳۸۶)

ترجمہ: تو اگر سینے کو گرم نہیں رکھتا تو عشق کی صحبت کا کیا مطلب؟ کیونکہ کوئی آگ ایسی نہیں ہے خواہ وہ کسی چھوٹے سے برتن میں بھی جلائی جائے اور لکڑی آگ نہ پکڑے۔

فارسی شعر
روئے نکو معالجۂ عمر کوتہ ست
ایں نسخہ از بیاضِ مسیحا نوشتہ اند

(دیوان نظیری: ۲۰۷)

ترجمہ: مختصر سی زندگی کی بیماری کا علاج نیک، اچھے اور خوبصورت چہرے (کا دیکھنا ہے) یہ نسخہ زندگی بخشنے والے طبیب کی بیاض سے لیا گیا ہے۔

اردو شعر
لذتِ معصیتِ عشق نہ پوچھ
خُلد میں بھی یہ بلا یاد آئی

(مرزا محمد ہادی رسوا، امراؤ جان ادا: ۳۸۲)

فارسی شعر
گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز برفلک و حکم برستار کنم

(دیوان حافظ: ۲۲۳)

ترجمہ: میں شراب خانے کا فقیر ہوں لیکن مستی کے وقت دیکھ کہ فلک پر ناز اور ستاروں پر حکم کرتا ہوں۔

فارسی شعر
زخمہ برتارِ رگِ جاں میزنم
کس چہ داند تا چہ دستاں میزنم

(کلیات غالب: ۳۳۹)

ترجمہ: ساز پر مارے جانے والے تار (مضراب) (کو میں ساز پر مارنے کے بجائے) اپنی شہ رگ پر مار رہا ہوں۔ کوئی کیا جانے کہ میں ہاتھوں سے کیا مار رہا ہوں۔

فارسی شعر
تو مپندار کہ ایں قصہ زخودمیگویم
گوش نزدیکِ لبم آرکہ آوازے ہست

(دیوان نظیری: ۱۰۱)

ترجمہ: تُو یہ مت سمجھ کہ یہ قصہ ہم اپنے آپ سے کہہ رہے ہیں اپنے کان میرے ہونٹوں کے پاس لا کہ آواز (بہت دھیمی) ہے۔

فارسی شعر
از حسن ایں چہ سوالست کہ، معشوق تو کیست
ایں سخن راچہ جواب ست، تو ہم می دانی

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (امیر حسن علاء سجزی، دیوان حسن سجزی دہلوی:۳۵۲)

ترجمہ: حسن سے یہ کیا سوال ہے کہ تیرا معشوق کون ہے؟ اس بات کا کیا جواب ہے یہ تو بھی جانتا ہے۔

اردو شعر
پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

(کلیات میر دیوان دوم:۳۲۷)

فارسی شعر
رموزِ عشق و سرمستی زمن بشنو، نہ از واعظ
کہ باجام وسبو ہر شب قرینِ ماہ و پروینم

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۲۳۵)

ترجمہ: مستی اور عشق کے راز مجھ سے سن، نہ کہ واعظ سے، کیوں کہ میں ہر رات جام اور پیالے کے ساتھ ماہ اور پروین کا ساتھی ہوں۔

فارسی شعر
وقت عزیز رفت بیاتا قضا کنیم
عمرے کہ بے حضورِ صراحی و جام رفت

(دیوان حافظ:۶۴)

ترجمہ: پیارا وقت گذر گیا، آ ہم تلافی کرلیں۔ اس عمر کی جو صراحی اور جام کی موجودگی کے بغیر گذر گئی۔

فارسی شعر
ایں مطرب از کجاست کہ سازِ ''عراق'' ساخت
واہنگ باز گشت زراہِ ''حجاز'' کرد

(دیوان حافظ:۱۴۴)

ترجمہ: یہ مطرب کہاں کا ہے؟ کہ عراق کا ساز چھیڑا ہے اور اُس نے واپس جانے کا ارادہ حجاز کے راستے سے کیا ہے۔

(حافظ کے اس شعر میں عراق، راہ اور حجاز تینوں الفاظ دو دو معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ بقول مولانا ''عراق اور ''حجاز'' دو راگنیوں کے نام ہیں جبکہ ''راہ'' ''سُر'' کے معنیٰ میں ہے۔)

فارسی شعر ساقی! بہوش باش کہ غم در کمینِ ماست
مطرب نگاہ دار ہمیں ''رہ'' کہ میزنی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ:۳۳۹)

ترجمہ: اے ساقی! ہوش میں رہ کیونکہ غم ہماری گھات میں ہے۔اے مطرب اس سر کا خیال رکھ جو تو گا رہا ہے۔

اردو شعر جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
اے کاش جانتا نہ تیری رہ گذر کو میں

(دیوان غالب:۱۳۶)

عربی شعر وحبّ فان الحب داعیة الحب
وکم من بعید الدار مستوجب القرب

(عُلیّہ بنت المہدی الاغانی،۱۰:۱۷۶)

ترجمہ: تو محبت کر کیونکہ محبت ہی سے محبت کی خواہش ہوتی ہے۔بہت سی مرتبہ گھر سے دور رہنا قربت کو واجب کر دیتا ہے۔

فارسی شعر جلوۂ حسنِ تو آورد مرا بر سر فکر
تو حنا بستی و من معنیِ رنگین بستم

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (غنی کشمیری، دیوان غنی:۱۹۷)

ترجمہ: تیرے حسن کے جلوے نے مجھ کو متفکر کر دیا، تو حنا (کی وجہ سے ہاتھ) باندھ رہی ہے اور میں رنگینی خیالات وافکار کو باندھ رہا ہوں۔

عربی شعر یاقوم اذنی لبعض الحیّ عاشقہ
والاذن تعشق قبل العین احیانا

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان بشار بن برد:۲۲۳)

ترجمہ: اے لوگو! میرے کان بعض زندہ لوگوں (کے اوصاف سن کر) ان کی محبت میں فریفتہ ہو گئے ہیں، کبھی کبھی (کسی کے حسن و جمال کی تعریف سن کر ہی) دیکھنے سے پہلے ہی کان محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

فارسی شعر
شہر یست پُر ظریفاں وز ہر طرف نگارے
یاراں! صلائے عام ست، گرمی کنید کارے

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (دیوان حافظ: ۳۲۷)

ترجمہ: ظریفوں سے شہر بھرا ہوا ہے اور ہر طرف ایک معشوق ہے۔ اے دوستو! یہ صدائے عام ہے اگر کوئی کام کرنا چاہو (تو کرلو)۔

فارسی شعر
دریں میدان پُر نیرنگ حیران ست دانائی
کہ یک ہنگامہ آرائی وصد کشور تماشائی

(دیوان نظیری: ۳۶۸)

ترجمہ: اس رنگ برنگی (دنیا) کے میدان میں عقلندی و ہوشیاری حیران ہے کہ ایک ہنگامہ آرائی کے لئے سینکڑوں مملکتوں کو تماشائی بنایا گیا ہے۔

فارسی شعر
ثنائے رودکی ماند ست و مدحش
نوائے باربد ماند ست و دستاں

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (شریف گرگانی، شعرالعجم ۱: ۲۷)

ترجمہ: رودکی کی تعریف اور اس کی خوبصورتی (کو بیان کرنے سے ہم) ایسے ہی عاجز ہیں جیسے باربد (باجے) کی آواز کو (دور تک پہونچانے سے) یہ ہاتھ عاجز ہیں۔

فارسی شعر
زمزمۂ ''ساز گری'' در ''عراق''
کردہ بگلبانگ عراق اتفاق

(امیر خسرو، قران السعدین: ۱۸۲)

ترجمہ: عراق میں ساز گری کا گیت، (اپنی شہرت کے اعتبار سے) بالاتفاق عراق کی آواز کو بلند کئے ہوئے ہے۔

فارسی شعر
مروت کردہ شبہا برتوسیرِ بام و در لازم
نمی باشد چراغے خانہ ہائے بے نوایاں را

(کہاں سے ماخوذ ہے معلوم نہیں ہوسکا) (ظہوری)

ترجمہ: راتوں کو مروت اور خیال کرتے ہوئے تجھ پر بام و در کی سیر کرنا لازمی

ہے۔ کیونکہ بہت سے بے سہارا لوگوں کے گھروں میں چراغ نہ جلنے کے باعث روشنی نہیں ہوتی۔

فارسی شعر
ازمن متاب رخ کہ نیم بے تو یک نفس
یک دل شکستنِ تو بصدخوں برابرست

(جہاں گیری، توزک جہاں گیری:۱۱۱)

ترجمہ: مجھ سے رخ مت پھیر کہ بغیر تیرے میں ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا۔ تیرا ایک دل کا توڑنا سو خون کرنے کے مترادف ہے۔[۱]

فارسی رباعی
ندانم آں گلِ رعنا چہ رنگ و بُو دارد
کہ مرغِ ہر چمنے گفتگوئے او دارد
نشاطِ بادہ پرستی بمنتہی بَرسید
ہنوز ساقیِ ما بادہ درسبو دارد

(شیخ علاء الدین روز روشن:۴۶۵)

ترجمہ: میں اس گل رعنا کو نہیں جانتا کہ وہ کیا رنگ اور خوشبو رکھتا ہے کیونکہ چمن کا ہر پرندہ اسی کی بات کرتا ہے (اسی کی وجہ سے) شراب کے متوالوں کی خوشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے (اس کا انتظار کرتے ہوئے) ابھی ہمارا شراب پلانے والا شراب کو صراحی میں ہی رکھے ہوئے ہے۔

فارسی رباعی
گرنغمۂ سازت بسکوں می آید
رمزے ست بگویمت کہ چوں می آید
ازبسکہ بگردِ زخمہ ات می گردو
پیچیدہ زطنبور بروں می آید

(علامہ مرشد یزدجردی، مآثر الامراء۳:۳۴۷)

ترجمہ: اگر تیرے ساز کا نغمہ ٹھہراؤ کے ساتھ آتا ہے تو یہ ایک اشارہ ہے میں تجھ سے بتاتا ہوں کہ جب وہ باہر آتا ہے (اس کا باہر آنا اس بات کی علامت ہے کہ بَس یہی) کافی ہے کہ وہ تیرے مضراب کی وجہ سے پیچ و تاب کھاتا ہوا طنبور (باجہ) سے باہر آجاتا ہے۔

فارسی شعر
عجب گیرندہ دامے بود درعاشق ربائی ہا
نگاہِ آشنائے یار پیش از آشنائی ہا

(دیوان محتشم کاشانی:۳۲۳)

ترجمہ:عاشقوں کو لبھانے والے (حسین) عجیب طریقے کا جال لئے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے دوستوں کی (نظر پڑنے سے) پہلے ہی دوست کی نظر شناس نظروں کو (اپنے دام میں) پھانس لیتے ہیں۔

اردو شعر
بہت رہا ہے کبھی لطف یار ہم پر بھی
گذر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

(پہلا مصرعہ غبار خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات اکبر الہ آبادی:۵۲:۳)

فارسی شعر
بالا بلند عشوہ گرِ سروِ نازِ من
کوتاہ کرد قصہٗ زہدِ درازِ من

(دیوان حافظ:۲۷۵)

ترجمہ:میرے بلند قد، عشوہ گر، سرو ناز نے میرے طویل پارسائی کے قصہ کو مختصر کردیا۔

فارسی شعر
ساقی توئی و سادہ دلی بیں کہ شیخ شہر
باور نمی کند کہ ملک مے گسار شد

(کلیات عرفی:۳۴۴)

ترجمہ:اے شراب پلانے والے! اس سادہ دلی کو تو ہی دیکھ کہ شہر کا بزرگ نیک شخص اس بات پر یقین نہیں کر رہا ہے کہ فرشتہ شراب پینے والا ہو گیا۔

فارسی شعر
مے حاجت نیست مستیم را
درچشمِ تو خمار باقیست

(دیوان کامل امیر خسرو دہلوی:۱۸۵)

ترجمہ:مستوں کو شراب کی ضرورت نہیں ہے۔تیری آنکھ میں نشہ باقی ہے۔

فارسی شعر
ہنوز ایمان و دل بسیار غارت کردنی داور
مسلمانی میاموز آں دو چشمِ نامسلماں را

(امیر خسرو،شعر العجم:۱۵۶:۲)

ترجمہ: ابھی تو ایمان و دل کے غارت ہونے کے بہت سے مواقع ہیں۔ ابھی سے ان دو کافرنگاہوں (سیاہ آنکھوں) کو مسلمانی مت سکھا۔

فارسی شعر
عشقش خبر ز عالمِ مدہوشی آورد
اہلِ صلاح رابقدحِ نوشی آورد

(دیوان کامل، امیر خسرو دہلوی: ۲۷۴)

ترجمہ: اس کا عشق مدہوشی کی عالم کی خبر دیتا ہے۔ وہ متقی و پارسا لوگوں کو بھی شریک جام کرلیتا ہے۔

فارسی شعر
ایں جورِ دیگر ست کہ آزارِ عاشقاں
چنداں نمی کند کہ بہ آزارِ خوکنند

(غنائی: شعرالعجم ۳: ۱۰۷)

ترجمہ: یہ دوسرا ظلم ہے کہ عاشقوں کی تکلیف اتنی تکلیف نہیں پہونچاتی جتنی کہ انہیں تکلیف کی عادت ہو جاتی ہے۔

فارسی شعر
چہ دست مے بری اے تیغ عشق اگر داد ست
بُبر زبانِ ملامت گرِ زلیخارا

(کلیات فیضی: ۱۸۰)

ترجمہ: اے عشق کی تلوار رکھنے والے، تو ہاتھ کیوں کھینچ رہا ہے اگر تو داد دینا چاہتا ہے تو زلیخا کو ملامت کرنے والے کی زبان کاٹ لے۔

فارسی شعر
خود رفتہ ایم و کنجِ مزارے گرفتہ ایم
تابارِ دوشِ کس نشود استخوان ما

(بکتاش بیگ اصفہانی: روز روشن: ۱۰۱)

ترجمہ: ہم نے خود جا کر ایک مزار کا کونہ پکڑلیا ہے تاکہ (مرنے کے بعد) ہماری ہڈیاں کسی کے کندھے کا بوجھ نہ بنیں۔

فارسی شعر
نالہ ہائے خانگی دل را تسلی بخش نیست
در بیاباں می تواں فریاد خاطر خواہ کرد

ترجمہ: گھریلو آہ و فغاں (اندر اندر گھٹ کر رونا) دل کے لئے تسلی بخش نہیں ہے جنگل میں فریاد دل کی خواہش کے مطابق کرنی چاہئے۔

فارسی شعر عشق چہ آساں نمود، آہ چہ شوار بود
ہجر چہ دشوار بود یار چہ آساں گرفت

ترجمہ: عشق کیا آسان دکھائی دیتا تھا۔ لیکن فریاد کس قدر دشوار گذار ہے۔ جدائی کس قدر مشکل کام ہے لیکن یار نے اسے کتنا آسان کردیا۔

فارسی شعر ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہا دہ برکف
بہ امید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

(امیر خسرو)

ترجمہ: جنگل کی تمام ہرنیاں اپنے سر کو ہتھیلی پر لیئے ہوئے اس امید میں پھر رہی ہیں کہ ایک نہ ایک دن وہ شکار ہونگی۔

فارسی شعر نوارا تلخ ترمی زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمیخواں چوں محمل راگراں بینی

(پہلا مصرعہ غبارِ خاطر کے متن میں نہیں ہے) (کلیات عرفی:۲۱۶)

ترجمہ: جب گانے کے ذوق کو کم پائے تو آوز کو زوردار کردے۔ جب سواری کو پریشانی میں دیکھے تو حدی (ایک مخصوص گانا جو اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے گایا جاتا ہے) کو تیز تر کردے۔

عربی شعر سارت مشرّقةً وسرت مغرّبا
شتّان بین مشرقٍ و مغرب

کس کا شعر ہے اور کہاں سے ماخوذ ہے معلوم نہیں ہوسکا۔

ترجمہ: وہ مشرق کی طرف گئی اور میں مغرب کی طرف گیا۔ مشرق اور مغرب کے درمیان دو فاصلے وحدود ہیں۔ (یعنی ہم دونوں کی راہیں جدا ہوگئیں)

اردو شعر مومن! آ، کیش محبت میں کہ سب کچھ ہے روا
حسرتِ حرمتِ صہباء و مزا میر نہ کھینچ

(کلیات مومن دہلی)

فارسی شعر
حرفِ نامنظورِ دل، یک حرف ہم بیش ست و بس
معنیِ دلخواہ گر صد نسخہ باشد، ہم کم ست

(کلیات بیدل۱:۳۷)

ترجمہ: دل کی ناپسندیدگی کیلئے کہی گئی بات، ایک حرف بھی زیادہ ہے اور بس!
دل کو پسند ہونے کیلئے معنوی لباس پہنا کر اگر سو نسخے بھی ہوں تو کم ہیں۔

''حقیقت یہ ہے کہ موسیقی اور شاعری ایک ہی حقیقت کے دو مختلف جلوے ہیں، اور ٹھیک ایک ہی طریقہ پر ظہور پذیر بھی ہوتے ہیں۔ موسیقی کا مؤلف الحان کے اجزاء کو وزن و تناسب کے ساتھ ترکیب دے دیتا ہے۔ اسی طرح شاعر بھی الفاظ و معانی کے اجزاء کو حسن ترکیب کے ساتھ باہم جوڑ دیتا ہے:

تو حنا بستی و من معنی رنگیں بستم

جو حقائق شعر میں الفاظ و معانی کا جامہ پہن لیتے ہیں، وہی موسیقی میں الحان و ایقاع کا بھیس اختیار کر لیتے ہیں۔ نغمہ بھی ایک شعر ہے، لیکن اسے حرف و لفظ کا بھیس نہیں ملا، اس نے اپنی روحِ معنی کے لیے نواؤں کا بھیس تیار کر لیا:

وَالاُذْن تَعْشَقُ قَبْلَ الْعَیْنِ اَحْیَانَا

یہ کیا بات ہے کہ بعض الحان درد و الم کے جذبات برانگیختہ کر دیتے ہیں، بعض کے سننے سے مسرت و انبساط کے جذبات امنڈنے لگتے ہیں۔ بعض کی لے ایسی ہوتی ہے جیسے کہہ رہی ہو کہ زندگی اور زندگی کے سارے ہنگامے ہیچ ہیں۔ بعض کی لے ایسی ہوتی ہے جیسے اشارہ کر رہی ہو کہ:

یاراں! صلائے عام ست، گرمی کنید کارے

یہ وہی معانی ہیں جو موسیقی کی زبان میں ابھرنے لگتے ہیں۔ اگر یہ شعر کا جامہ پہن لیتے، تو کبھی حافظ کا ترانہ نہ ہوتا، کبھی خیام کا زمزمہ، کبھی شیلے کی ماتم سرائیاں ہوتیں، کبھی ورڈس ورتھ کی حقائق سرائیاں'' (مذکورہ خط سے ماخوذ)

ترتیب زمانی و مکانی غبارِ خاطر

خط	عنوان	تاریخ تحریر	مقام
	دیباچہ	۲ فروری ۱۹۴۶ء	مابین کراچی و جودھپور
۱	انتظارِ مہلت ☆	۲۷؍ جون ۱۹۴۵ء	شملہ
۲	مکتوب سرینگر	۲۴؍ اگست ۱۹۴۵ء	سرینگر
۳	مکتوب نسیم باغ	۳؍ ستمبر ۱۹۴۵ء	سرینگر
۴	مکتوبِ سفر	۳؍ اگست ۴۲ء	بمبئی میل (ٹرین)
۵	داستانِ بے ستون و کوہ کن	۱۰؍ اگست ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۶	مذہب اور سائنس ☆	۱۱؍ اگست ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۷	لذتِ سحر خیزی ☆	۱۵؍ اگست ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۸	لطفِ چائے نوشی ☆	۱۹؍ اگست ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۹	حکایتِ بادہ و تریاک	۲۷؍ اگست ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۱۰	مشاغل اسیری ☆	۲۹؍ اگست ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۱۱	بچپن سے پچپن تک ☆	۲؍ اکتوبر ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۱۲	کارخانۂ عالم اور خدا کا وجود ☆	۱۷؍ اکتوبر ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۱۳	لیس کمثلہ شئی ☆	۱۸؍ اکتوبر ۴۲ء	قلعہ احمد نگر

۱۴	اسلام اور مسیحی سازشیں ☆	۵/دسمبر ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۱۵	چائے کی حقیقت ☆	۱۷/دسمبر ۴۲ء	قلعہ احمد نگر
۱۶	کیف وسرورِ موسم ☆	۷/جنوری ۴۳ء	قلعہ احمد نگر
۱۷	انانیتی ادبیات ☆	۹/جنوری ۴۳ء	قلعہ احمد نگر
۱۸	حکایتِ زاغ و بلبل	۲/مارچ ۴۳ء	قلعہ احمد نگر
۱۹	چڑیا چڑے کی کہانی	۱۷/مارچ ۴۳ء	قلعہ احمد نگر
۲۰	وجد آفریں آزادی ☆	۱۸/مارچ ۴۳ء	قلعہ احمد نگر
۲۱	مفارقتِ یار ☆	۱۱/اپریل ۱۹۴۳ء	قلعہ احمد نگر
۲۲	دعوتِ فکر وعمل ☆	۲۴/جون ۱۹۴۳ء	قلعہ احمد نگر
۲۳	بے ثباتِ زمانہ ☆	۱۵جون ۴۳ء	قلعہ احمد نگر
۲۴	ذوقِ لطیف ☆	۱۶/ستمبر ۴۳ء	قلعہ احمد نگر

☆ یہ نشان اس بات کی علامت ہے کہ مولانا کے ان خطوط کے عنوانات راقم کے قائم کردہ ہیں۔ (عاصم)

غبارِ خاطر کا شعری سرمایہ ایک نظر میں

خط	فارسی اشعار	اردو اشعار	عربی اشعار	فارسی مصرعہ	اردو مصرعہ	عربی مصرعہ	کہاں سے کب لکھا ہوا	صفحات
دیباچہ	۲	-	-	-	-	-	-	۱
۱	۱	-	-	-	-	-	شملہ سے ۲۷/ جون ۱۹۴۵ء کو لکھا گیا۔	۱
۲	۳	-	۱	۱	۱	-	سرینگر سے ۲۴ اگست ۱۹۴۵ء	۲
۳	۴	-	۱	۲	۱	-	سرینگر سے ۳/ ستمبر ۱۹۴۵ء	۴
۴	۸ ا رباعی	۳	۱	۶	۱	۱	بمبئی میل (ٹرین) ۳/ اگست ۴۲ء	۸
۵	۲۰	۶	۲	۸	۸	-	قلعہ احمد نگر ۱۰/ اگست ۴۲ء	۱۴
۶	۲۱	۶	۲	۶	-	-	قلعہ احمد نگر ۱۱/ اگست ۴۲ء	۱۴
۷	۱۸ ا رباعی	۳	۱	۳	-	-	قلعہ احمد نگر ۱۵/ اگست ۴۲ء	۸
۸	۹	۶	-	۱۰	۶	-	قلعہ احمد نگر ۱۹/ اگست ۴۲ء	۱۰
۹	۲۹ ا رباعی	۴	-	۲	-	-	قلعہ احمد نگر ۲۷/ اگست ۴۲ء	۱۲
۱۰	۲۱	۷	۱	۳	۲	-	قلعہ احمد نگر ۲۹/ اگست ۴۲ء	۱۲
۱۱	۲۴ ا قطعہ	۱	۱	۴	۱	۱	قلعہ احمد نگر ۲/ اکتوبر ۴۲ء	۱۶

۱۲	۱۳ ۱/رباعی	-	-	۴	-	-	قلعہ احمد نگر ۱۷/اکتوبر ۴۲ء	۱۳
۱۳	۱۰ ۱/رباعی	۲	-	۱	-	-	قلعہ احمد نگر ۱۸/اکتوبر ۴۲ء	۱۳
۱۴	-	-	-	-	-	-	قلعہ احمد نگر ۵/دسمبر ۴۲ء	۲۱
۱۵	۲۸ ۲/رباعی	۸	-	۵	۵	۱	قلعہ احمد نگر ۱۷/دسمبر ۴۲ء	۱۸
۱۶	۱۵	۱	۱	۳	-	-	قلعہ احمد نگر ۷/جنوری ۴۳ء	۱۰
۱۷	۱۴	۱	۶	۱	-	-	قلعہ احمد نگر ۹/جنوری ۴۳ء	۱۱
۱۸	۳۵	۶	۴	۹	۱۲	۱	قلعہ احمد نگر ۲/مارچ ۴۳ء	۲۰
۱۹	۱۶ ۱/قطعہ	۵	۲	۶	۱	-	قلعہ احمد نگر ۱۷/مارچ ۴۳ء	۱۳
۲۰	۲۴	۲	-	۶	۲	-	قلعہ احمد نگر ۱۸/مارچ ۴۳ء	۱۲
۲۱	۴	۱	۳	۳	-	۱	۱۱/اپریل ۱۹۴۳ء	۹
۲۲	۶ ۱/رباعی	۲	-	-	۱	-	قلعہ احمد نگر ۲۴/جون ۱۹۴۳ء	۷
۲۳	۲ ۱/قطعہ	۱	۱ ۱/قطعہ	-	-	-	قلعہ احمد نگر ۱۵ جون ۴۳ء	۲
۲۴	۳۵	۷	۲	۸	۸	-	قلعہ احمد نگر ۱۶/ستمبر ۴۳ء	۳۴

اضافہ شدہ اشعار و مصرعے (توضیح و تشریح مالک رام)

خط	فارسی اشعار	فارسی مصرعہ	اردو اشعار	اردو مصرعہ	عربی اشعار	عربی مصرعہ
۱	-	-	-	-	-	-
۲	-	-	-	۱	-	-
۳	-	۲	-	۱	-	-
۴	-	۹	-	-	-	۱
۵	-	۸	-	۷	-	-
۶	۱	۵	-	-	-	-
۷	-	۵	-	-	-	-
۸	-	۱۰	-	۶	-	-
۹	-	۲	-	-	-	-
۱۰	-	۳	-	۱	-	-
۱۱	-	۶	-	۲	-	-
۱۲	-	۴	-	-	-	-
۱۳	۱	۱	-	-	-	-
۱۴	-	-	-	-	-	-
۱۵	-	۱۶	-	۵	-	۱
۱۶	-	۳	-	-	-	-
۱۷	-	۱	-	-	-	-
۱۸	-	۹	-	۱۲	-	-
۱۹	-	۶	-	۱	-	-
۲۰	۱	۱۱	-	۲	-	-
۲۱	-	۳	-	-	-	۱
۲۲	-	-	-	۱	-	-
۲۳	-	-	-	-	۱	-
۲۴	-	۷	-	۸	-	-

خوش رہنا محض ایک طبعی احتیاج نہیں ہے بلکہ ایک اخلاقی ذمہ داری ہے یعنی ہماری انفرادی زندگی کی نوعیت کا اثر صرف ہم ہی تک محدود نہیں رہتا وہ دوسروں تک بھی متعدی ہوتا ہے یا یوں کہئے کہ ہماری ہر حالت کی چھوت دوسروں کو بھی لگتی ہے، اس لئے ہمارا اخلاقی فرض ہوا کہ خود افسردہ خاطر ہو کر دوسروں کو افسردہ خاطر نہ بنائیں۔

ہماری زندگی ایک آئینہ خانہ ہے یہاں ہر چہرے کا عکس بیک وقت سینکڑوں آئینوں میں پڑنے لگتا ہے، اگر ایک چہرے پر غبار آجائے گا، تو سینکڑوں چہرے غبار آلود ہو جائیں گے، ہم میں سے ہر فرد کی زندگی محض ایک انفرادی واقعہ نہیں ہے وہ پورے مجموع کا حادثہ ہے، دریا کی سطح پر ایک لہر تنہا اٹھتی ہے لیکن اسی ایک لہر سے بیشمار لہریں بنتی چلی جاتی ہیں، یہاں ہماری کوئی بات بھی صرف ہماری نہیں ہوتی ہم جو کچھ اپنے لئے کرتے ہیں اس میں بھی دوسروں کا حصہ ہوتا ہے، ہماری کوئی خوشی بھی خوش نہیں کر سکے گی، اگر ہمارے چاروں طرف غمناک پہلو اکھٹے ہو جائیں گے، ہم خود خوش رہ کر دوسروں کو خوش کرتے ہیں اور دوسروں کو خوش دیکھ کر خود خوش ہونے لگتے ہیں۔

غبار خاطر سے ماخوذ ایک اقتباس

Maulana Azad Ki

GHUBAR-E-KHATIR
AUR ISKA
SHERI SARMAYAH

Author:

Dr. Ubaid Iqbal Asim

Aligarh

2013

HAFZI BOOK DEPOT
DEOBAND-247554 (U.P.)
Tele-fax (01336) 222311 Mobile- 9412556171